ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی کی کتاب

حدود آرڈیننس

پر تبصرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں

علامہ سید مظہر سعید کاظمی

رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

مہتمم جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

ناشر

مکتبہ مظہریہ کاظمیہ

نزد جامعہ انوار العلوم نیو ملتان۔

061-6560699, 0304-6123162

ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی کی کتاب

حدود آرڈیننس

پر تبصرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں

علامہ سید مظہر سعید کاظمی

رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

مہتمم جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

ناشر

مکتبہ مظہریہ کاظمیہ

نزد جامعہ انوار العلوم نیو ملتان۔

061-4560699, 0304-6123162

نام کتاب	حدود آرڈیننس پر تبصرہ
تصنیف	پروفیسر (ر) علامہ سید مظہر سعید کاظمی
نظر ثانی	حافظ عبدالعزیز سعیدی
پروف ریڈنگ......	مولانا محمد زمان سعیدی و مولانا محمد حسن سعیدی
کمپوزنگ	جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم نیو ملتان
تعداد	500
اشاعت	یکم دسمبر 2006ء
قیمت	عام ایڈیشن 90 روپے خاص ایڈیشن 120 روپے
ناشر	مکتبہ مہریہ کاظمیہ نزد جامعہ انوار العلوم نیو ملتان

ملنے کے پتے

❁ **ضیاء القرآن پبلیکیشنز**...... اردو بازار لاہور
❁ **مکتبہ اہل سنت** ...... اندرون لوہاری گیٹ لاہور
❁ **فرید بک سٹال** .... اردو بازار لاہور
❁ **مکتبہ زاویہ**...... .... ستا ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور
❁ **مکتبہ اسلامیہ /پیر بھائی کمپنی** اردو بازار لاہور
❁ **مکتبہ رضویہ** .... دربار مارکیٹ لاہور
❁ **کاظمی کتب خانہ**...... .... رحیم یار خان
❁ **احمد بک کارپوریشن** ....کمیٹی چوک راولپنڈی
❁ **مکتبہ حاجی نیاز احمد** ...... بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

عرضِ ناشر

یہ سچ ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان کا حصول اسلام کے نام پر ہوا مگر اسے ہماری بدقسمتی کہیے کہ اسلام کے آفاقی احکامات کو عملی طور پر نافذ کر کے اسکی رحمتوں اور برکتوں سے فیضیاب ہونے کا موقع نہیں دیا گیا اور شک نہیں کہ غیر ممالک خصوصاً مغربی طاقتوں کو یہ پسند نہیں کہ اسلامی نظامِ دنیا کے کسی خطے میں نافذ ہو کر اپنے ثمرات و برکات کے باعث عالمی توجہ کا مرکز بنے اور امنِ عالم کی ضرورت قرار پائے۔ جب ۲۷ سال قبل کچھ اسلامی اصول و ضوابط (حدود و تعزیرات) "حدود آرڈیننس" کے نام سے پاکستان میں نافذ کئے گئے تو اس کے ساتھ ہی معترضین کے دو گروہ وجود میں آگئے جو اسے ختم کرانے کی مسلسل تگ و دو کرتے رہتے ہیں۔

مغربی فکر و فلسفے سے متاثر ایک گروہ پاکستان اور عالمی سطح پر ہمیشہ یہ پروپیگنڈا کرتا رہا ہے کہ "زانی کو سنگسار کرنا، قصاص میں عضو کے بدلے عضو کاٹنا، جھوٹی تہمت پر کوڑے لگانا یا چور کے ہاتھ کاٹنا سراسر غلط اور ظلم و بربریت ہے۔ قرآن و سنت کی بیان کردہ یہ سزائیں قبائلی معاشرے کی ضرورت تھیں، جدید دور اور مہذب معاشرے میں یہ ظلم و بربریت ہیں۔ مخالفت پر آمادہ دوسرا گروہ اِن حدود و تعزیرات کے اسلامی ہونے کا تو قائل ہے۔ اس گروہ کے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ "حدود اللہ پر کوئی بحث نہیں" مگر مختلف طریقوں سے قرآن و سنت کے احکامات سے اپنی فکری و قلبی بیزاری بھی ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ انہیں دکھ ہے کہ حدود و تعزیرات کی تشریح و تعبیر میں اُن (مغرب زدہ روشن خیال دانشوروں) کی تعبیرات و تشریحات کو معیار کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا؟ حضور ﷺ اور صحابہ کرام ﷡ کے عمل کی روشنی میں جمہور فقہائے اسلام کی اجماعی تشریحات و تعبیرات اور اس پر امتِ مسلمہ کا چودہ سو سالہ تعامل اُن کو ناگوار ہے۔ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو روشن خیالی اور راست فکری کہنے والے یہ لوگ، استقامت علی الدین کو ضد، ہٹ دھرمی، جہالت، علمی جمود، تحقیق کے دروازے بند کرنے اور دوسروں کے نقطۂ نظر سے نفرت کا نام دیتے ہیں۔ آجکل حکومت کے اربابِ بست و کشاد، مغربی لابی سے متاثر روشن خیال مجتہدین، الیکٹرک اور پرنٹ میڈیا کے چند متلون فکر پالیسی ساز اور مادر پدر آزاد این جی اوز، سب قومی اور عالمی سطح پر

"حدود آرڈیننس" کے خلاف پروپیگنڈے کا طوفان اٹھا کر فکر و اعتقاد کی فضا کو مسموم و مکدر کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل پہلے گروہ کی نمائندگی جسٹس (ر) دراب پٹیل اور عاصمہ جہانگیر ایڈووکیٹ اور دوسرے طبقہ کی ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی اور جاوید احمد غامدی جیسے دانشور کرتے تھے۔ مگر "حدود آرڈیننس" کی مکمل منسوخی یا ترامیم کیلئے تازہ مہم جوئی میں مقتدر حلقوں کی اشیر باد سے دونوں گروہ ایک ہی کشتی کے سوار نظر آتے ہیں۔

حدود آرڈیننس کے خلاف کتب کی اشاعت، اخبارات و جرائد میں مضامین، ٹیلی ویژن ریڈیو کے مذاکرے اور مباحثے سب اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔ ضرورت تھی کہ کوئی ہمت و جرأت کا پیکر عالم دین قرآن و سنت اور فقہائے اسلام کی تحقیقات کی روشنی میں ان مغرب زدہ روشن خیال دانشوروں کی تحقیقات کا پول کھول کر اصل حقیقت سے آگاہی بخشے۔ الحمد للہ یہ کام امام اہلسنت غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور ممتاز عالم دین حضرت علامہ سید مظہر سعید کاظمی دام ظلہ (مہتمم جامعہ انوار العلوم ملتان و مرکزی امیر جماعت اہلسنت پاکستان) نے عورت فاؤنڈیشن پاکستان کی شائع کردہ ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی کی کتاب "حدود آرڈیننس کتاب و سنت کی روشنی میں" پر تبصرہ کر کے انجام دیا ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں حضرت نے مکتبہ مہریہ کاظمیہ نیو ملتان کے اشاعتی معیار پر اعتماد فرمایا جو کارکنان کیلئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ قارئین سے معذرت کہ کتاب کی اشاعت میں کچھ تاخیر ہوئی اور انہیں انتظار کی زحمت گوارا کرنا پڑی۔ الحمد للہ کتاب میں ہر بات دلیل سے پیش کی گئی ہے۔ ماخذ کا صفحہ، جلد اور مطبع تک لکھا گیا ہے اور اصل کتب سے اہم ترین حوالہ جات کا عکس بھی کتاب کے آخر میں دیا گیا ہے۔ قاری کی آسانی کیلئے عربی عبارات پر حرکات و سکنات اور اعراب کے علاوہ اہم ترین حوالہ جات کا نمبر انگریزی ہندسوں میں کتاب کے اندر، عکس سے پہلے اور فہرست میں بھی دیدیا گیا ہے۔ نظر ثانی اور تصحیح کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے امید ہے پسند کی جائے گی۔ پیشکش کے معیار پر رائے اور کوتاہیوں کی نشاندہی کا انتظار رہے گا۔

راقم الحروف

حافظ عبد العزیز سعیدی

مکتبہ مہریہ کاظمیہ نیو ملتان

یکم دسمبر 2006ء

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

اسلام میں حدود کا نفاذ بڑی اہمیت رکھتا ہے پاکستان میں اسلامی نظام کے علمبردار دونوں گروہ ''حنفی بریلوی، حنفی دیوبندی'' جو پاکستان کی واضح اکثریت ہیں۔ نفاذ حدود کے بارے میں دورائے نہیں رکھتے۔ بلکہ اسلامی احکام کے قائل باقی دونوں گروہ اہلحدیث اور شیعہ اثنا عشریہ بھی نفاذِ حدود پر متفق ہیں۔ اگرچہ حد سرقہ کی کیفیت میں شیعہ علماء کا اختلاف ہے تاہم اصل حد کے نفاذ میں دورائے ہرگز نہیں۔ پاکستان میں علمی گروہ فقط یہی ہیں۔ مرزائی تو مسلمان ہی نہیں ہیں، رہے اسماعیلی اور دیگر یعقوبی نسطوری شیعہ فرقے تو انکی مسائل فقہ پر کوئی علمی کتاب موجود نہیں۔ جبکہ زیدی شیعہ یہاں پائے ہی نہیں جاتے۔ ہمارے علم کے مطابق پاکستان میں زیدی مسلک شیعہ کی ایک بھی مسجد یا مدرسہ موجود نہیں۔ اسکے باوجود نفاذِ حدود میں انکا بھی کوئی اختلاف نہیں۔ علامہ شوکانی کی کتاب نیل الاوطار جو زیدی فقہ اور مذہب کا مفصل بیان کرتی ہے اِس امر پر شاہد ہے۔ اسی طرح اہلسنت کے باقی تینوں مسالک مالکی، شافعی اور حنبلی بھی پاکستان میں نہیں پائے جاتے۔ اس لئے ہم نے ان کا نام نہیں لیا ورنہ نفاذِ حدود کے بارے میں سارے متفق ہیں۔ کچھ جزوی کیس ایسے ضرور ہوتے ہیں کہ اصل حد کو لازم جاننے کے باوجود کسی خاص جزئی واقعہ میں کوئی مسلک حد کو حد کو لازم مانتا ہے اور کوئی دوسرا لازم نہیں مانتا۔ لیکن اس جزوی اختلاف کا حل یہ ہے کہ اگر کسی جزوی مسئلہ میں چاروں ائمہ کا متفقہ فیصلہ موجود ہے تو ملک کا قانون وہی

ہونا چاہیے۔ اگر اس میں شیعہ یا اہل حدیث حضرات کا اختلاف ہے تو اس سلسلے میں ایران اور سعودی عرب کے طریقہ کو سامنے رکھتے ہوئے مذہبی اکثریت کے قانون کو نافذ سمجھا جائے یا اگر یہ ممکن نہیں تو اُن کے مجرموں کیلیئے اُن کا قانون نافذ کیا جائے۔

اسی طرح اگر کسی مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے تو قانون یہاں کی اکثریت (حنفیوں) کے مفتیٰ بہ قول پر ہونا چاہیے اس لئے کہ دوسرے تینوں مذاہب یہاں نہیں پائے جاتے اور علمائے حنفیہ کے ہاں جو قول مفتیٰ بہ نہ ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتا۔

ہاں میں نے پرویزی اور چکڑالوی مذہب کا بیان نہیں کیا۔ اس لئے کہ چکڑالوی فقہ پر کوئی مدوّنہ کتاب موجود نہیں، پھر ملک میں انکی تعداد آٹے میں بال سے بھی کم ہے۔ رہے پرویزی تو نہ صرف یہ کہ انکی فقہ کی کوئی جداگانہ کتاب نہیں بلکہ پرویز تو خدا کا منکر ہے، اسکے نزدیک خدا کا علیٰحدہ سے کوئی وجود نہیں بلکہ بدلتا ہوا حکومتی ڈھانچہ ہی خدا کا روپ ہے۔

ملاحظہ ہو نظام ربوبیت ص ۸۶ (مطبوعہ ''ادارہ طلوع اسلام کراچی'')

آمدم برسر مطلب:

میرے پیش نظر ایک کتاب ہے جسکا نام ''حدود آرڈیننس کتاب وسنت کی روشنی میں'' ہے اس کتاب میں حدود آرڈیننس پر تنقید کی گئی ہے ہم نے اس کتاب پر تبصرہ کرنا ہے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ ہم نہ تو ۱۹۷۹ء میں قائم حکومت کی نمائندگی کر رہے ہیں اور نہ ہی ''عورت فاؤنڈیشن'' کی، جس کے خرچے پر یہ کتاب چھاپی گئی ہے۔ ویسے تو مذکورہ بالا کتاب کے مصنف نے بھی غیر جانبداری کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن اسکی کتاب کو غور سے پڑھنے کے بعد یہ دعویٰ محض لفظوں کی حد تک پورا ہوتا نظر آتا ہے۔ تاہم آپ دیکھیں گے کہ ہم ان دونوں طرفوں (اس کتاب اور سابقہ حکومت کی

دستوری دفعات) سے آزاد رہ کر اپنا نقطہ نظر پیش کرینگے۔ لیکن ہم یہ تصور نہیں کر سکتے کہ ہم اسلامی شریعت سے غیر جانبدار ہو جائیں۔

ابتدا کے لئے ہم مصنف کے بابِ ششم کو سامنے رکھتے ہیں جسے ''نتائج بحث'' کا نام دیا گیا ہے۔

نوٹ:

کتابِ مذکور کی عبارت کو ہم ''مصنف'' کے عنوان سے لکھیں گے اور ہمارا جواب ''تبصرہ'' کے عنوان سے ہوگا۔

مصنف:

> ''حدود آرڈیننس میں حدود وتعزیرات کو یکجا کر کے الہامی قانون اور انسانی قانون میں برابری پیدا کر دی گئی۔'' (حدود آرڈیننس کتاب وسنت کی روشنی میں ص ۲۴۵ بابِ ششم)

تبصرہ:

جس طرح حدود وحی سے متعین ہوتے ہیں اسی طرح حکومت کو تعزیرات کے نفاذ کی اجازت بھی وحی نے دی ہے اس طرح اگر انہیں ایک جگہ رکھ دیا گیا تو اس سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ خرابی جب ہوتی کہ تعزیرات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ قانون قرار دیا جاتا اور جب ایسا نہیں ہوا تو محض قانون کی کتاب میں ایک ورق میں لکھ دینے سے برابری نہیں ہوتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ حدود کو الہامی قانون کہنا غلط ہے۔ اصطلاح میں قرآن مجید کو وحی جلی اور حدیث کو وحی خفی کہتے ہیں۔ جبکہ الہام ان خیالات کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ غیر نبی کو اس طرح سے بتاتا ہے کہ وہ بتانا وحی کی وضاحت سے کمتر ہوتا ہے۔ اس طرح تعزیرات اور حدود دونوں اسلامی قانون

ہوتے ہیں۔ ماسوائے اسکے کہ حد اس سزا کو کہتے ہیں جو اسلام میں فی الجملہ متعین قرار دی گئی ہو۔ قطع نظر اس سے کہ متعینہ مقدار میں علماء کا کوئی اختلاف ہے یا نہیں۔ تاہم کسی کے نزدیک مجوزہ مقدار میں کمی یا بیشی کی اجازت نہیں۔

اور عام تعزیر وہ سزا ہے جسکی تعیین میں کمی بیشی کا اختیار شارع نے حکومت کو دیا ہو لیکن اس کے نفاذ کی اجازت بھی شریعت نے سربراہ حکومت کو دی ہو۔ لہٰذا انہیں انسانی قوانین کہہ کر اسلام سے الگ تھلگ سمجھنا صحیح نہیں۔ خود مصنف نے بھی یہ تسلیم کیا ہے۔ ص ۵۵ پر لکھتے ہیں کہ......

مصنف:

> "امر واقعہ یہ ہے کہ تمدن کے ارتقاء کے ساتھ جرائم کی نوعیت اور کیفیت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہ بات ناممکن ہے کہ پہلے سے ہر قسم کے جرائم کی فہرست تیار کر کے انکی سزائیں مقرر کر دی جائیں انسانی ذہن نت نئے جرائم کا اختراع کرتا ہے اس لئے ضروری تھا کہ ان جرائم کی روک تھام اور ان پر سزا دینے کیلئے اسلامی شریعت کوئی ایسا ضابطہ تیار کرتی جو ہر طرح کے حالات میں اور ہمیشہ کیلئے قانون جرم و سزا کو مؤثر اور فعال بنانے کا ضامن ہوتا اس ضرورت کے تحت شریعت اسلامیہ نے تعزیر مقرر کی ہے جو مقصد کے اعتبار سے شرعی حدود سے ہم آہنگ ہے۔"
>
> (حدود آرڈیننس ص ۵۵ باب اوّل)

مصنف کی اس تصریح سے ثابت ہوگیا کہ تعزیرات انسانی نہیں بلکہ شرعی اور اسلامی قوانین ہیں۔ لہٰذا اب ان کے بارے میں یہ کہنا کہ "انہیں خدائی

قوانین کا درجہ دے دیا گیا جو بلاشبہ اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ سے بغاوت کے مترادف ہے" (دیکھئے صفحہ نمبر ۲۴۷ باب ششم نتائج بحث) یہ مصنف کے فکری تضاد اور کج نظری کے سوا کچھ نہیں۔

اس مقام پر مصنف کا ایک اور فکری تضاد بھی ناظرین کے سامنے رہے لکھتے ہیں کہ......

مصنف:

> "حد اور تعزیر میں بنیادی فرق یہی ہے کہ حد میں سزا کی مقدار کا تعین شارع نے کر دیا ہے جبکہ تعزیر میں سزا کی مقدار کا تعین حاکم (مقننہ/عدلیہ) پر چھوڑ دیا گیا ہے تا کہ وہ جرم کی نوعیت اور جرم کی کیفیت اور حالات کے پیش نظر سزا کا تعین کرے"
>
> (ص ۵۴ باب اوّل حدود آرڈیننس)

لیکن صفحہ نمبر ۱۳ پر اسی کتاب میں ہے کہ

مصنف:

> "حدود دراصل آخری درجے کے جرائم پر آخری درجے کی یا زیادہ سے زیادہ سزائیں ہیں .... عدلیہ کو مجرم کی حالت کے پیش نظر سزا کی کمیت اور کیفیت میں تخفیف کا اختیار ہے"
>
> (صفحہ نمبر ۱۳ حدود آرڈیننس باب اوّل)

دونوں عبارتوں کو ملائیں تو پتہ چلتا ہے کہ مصنف حدود میں کمی کرنے کا اختیار جج کو عطا فرما رہے ہیں لیکن صفحہ نمبر ۵۴ کی عبارت کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حد کی مقدار

متعین ہے جس میں کمی ناجائز ہے جبکہ تعزیر کی مقدار کا تعین حاکم پر چھوڑا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کتاب ''حدود آرڈیننس'' کے مصنف کو یہ معلوم نہیں کہ حد اور تعزیر میں جوہری فرق کیا ہے کبھی وہ حد کو تعزیر بنا دیتے ہیں اور کبھی تعزیر کو حد۔ اگر اس بارے میں کوئی شبہ ہو تو کتاب حدود آرڈیننس ملاحظہ ہو۔

مصنف:

> ''اس لئے حدود کی تعریف میں اس امر پر اصرار کرنا کہ یہ ایسی سزا ہے جس میں کمی بیشی کا کسی کو کوئی اختیار نہیں درست نہیں ہے بلکہ حد کا مفہوم یہ ہے کہ یہ وہ زیادہ سے زیادہ سزا ہے جو کسی بھیانک جرم کے ارتکاب پر دی جاسکتی ہے''
>
> (حدود آرڈیننس ص ۱۱ باب اوّل)

تبصرہ:

واضح ہوا کہ مصنف کے نزدیک حد میں بھی کمی کی جاسکتی ہے۔ لیکن بڑھایا نہیں جاسکتا۔ تو اس طرح اگر حد کو بالکل معمولی بلکہ ختم بھی کر دیا جائے تو مصنف صاحب کے منشأ کے عین مطابق ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود پیش لفظ میں کتنی عجیب بات کہتے ہیں ملاحظہ فرمایئے......

> ''لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ کے بعد معاشرے سے جو Feed Back ملتی ہے وہ کسی طرح حوصلہ افزا نہیں ہے اس لئے اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کیا معاذ اللہ خدائی قوانین اپنی تاثیر کھو چکے ہیں یا پاکستانی قوم قوانین الٰہی سے

> بیزار ہو چکی ہے یا جن قوانین کو ہم نے خدائی قوانین کے نام سے نافذ کر دیا ہے ان میں کہیں کوئی خرابی یا کمی رہ گئی ہے جس کی بناء پر مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوئے'' (حدود آرڈیننس پیش لفظ ص ix)

بلکہ اس سے چند سطر پہلے لکھتے ہیں!

> ''انسانوں کے لئے قوانین حیات مقرر کرنا اسی کا اختیار کلی ہے اس کا قانون عدل بے گناہ افراد میں اطمینان خاطر پیدا کرتا ہے اور بڑے جرائم پر اس کی مقرر کردہ سخت سزائیں مجرموں کو ارتکابِ جرم سے روکنے، انہیں کیفر کردار تک پہنچانے اور دوسرے افراد کے لئے عبرت وموعظت کا سامان مہیا کرنے کا باعث ہیں'' (حدود آرڈیننس، پیش لفظ ص ix)

دیکھئے! پیش لفظ میں مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حدیں مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا باعث ہیں اور یہ کہ حدود کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یعنی اس نے ان میں کمی کا اختیار بھی کسی کو نہیں دیا لیکن آگے چل کر وہ تضاد بیانی کے بغیر نہیں رہ سکے اور یہ کہنے لگے کہ حدود میں کمی کا اختیار مُقننہ بلکہ عدلیہ کو بھی حاصل ہے یعنی جج کو راضی کرلیا جائے تو پھر حد کو مکمل طور پر ختم کر کے صرف ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفاء کرلیں تو حد نافذ ہوگئی۔

یہ ہے وہ اسلامی قانون جس کا نفاذ مصنف کرانا چاہتے ہیں تا کہ پاکستان میں بڑے جرائم کا نام ونشان بھی نہ رہے۔ کیا اسی طرح بڑے بڑے جرائم مٹیں گے۔ اور کیا اسی طرح معاشرہ سدھرے گا؟ مناسب ہوگا کہ مصنف کی اس بات کی تردید کر دی جائے کہ ''حد میں بڑھایا تو نہیں جاسکتا گھٹایا جاسکتا ہے'' جیسا کہ مصنف کی کتاب

کے ص ۱۱۱ اور ص ۱۳۱ باب اوّل کی عبارتیں گزر چکی ہیں۔

اس بارے میں عرض کرونگا کہ یہ بات قرآن مجید، احادیث شریفہ اور صحابہ کرام کے اجماع اور فقہاء کے اجماع کے خلاف ہے۔ اگر مصنف اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو مذکورہ بالا چاروں دلائل سے اپنی بات کو ثابت کرتے لیکن انہوں نے اس امر پر ایک بھی دلیل نہیں دی اس سے ثابت ہوا کہ مصنف کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف قرآن مجید میں زنا پر کوڑوں کی سزا کے بارے میں فرمایا "وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" ان کو عذاب دینے کے وقت مومنین کا ایک گروہ وہاں حاضر گواہ ہو۔ سو (100) کوڑوں کی سزا کو یہاں عذاب کہا گیا اگر ایک دو کوڑے سزا دی جائے تو وہ عذاب ہی نہیں ہوتا۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سو کوڑے متعین کئے ہیں، رسول کریم ﷺ نے غیر محصن کو سو کوڑے ہی لگوائے۔ صحابہ کرام سے لیکر بعد کے تمام اَدوار میں امت سو ہی کوڑے لگواتی آئی۔ چاروں فقہاء سو ہی کوڑوں کے قائل ہیں۔ اسی طرح چوری کی حد میں ارشاد باری ہے "چور مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ اللہ کی طرف سے عبرت ہے" یہاں اللہ تعالیٰ نے اسے نشان عبرت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ میں کمی جائز نہیں بندوں کو حق نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ مقدار میں کمی کریں سوائے اس بندے کے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام میں شرح و نسخ یا تعمیم و تخصیص کا اختیار بخشا ہو جو اللہ کا رسول ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اسے عبرت قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بھی اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے کہ اس مقدار میں کمی کی جاسکتی ہے۔

حرابہ کی عقوبت مختلف جرائم کے مطابق قتل، پھانسی کے ذریعہ موت، ہاتھ

پاؤں آمنے سامنے سے کاٹنا اور قید کرنا رکھی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حرابہ میں ڈاکوؤں نے صرف مال لیا ہے، قتل وغیرہ کچھ نہیں کیا۔ تو ان میں سے کسی ایک کا ہاتھ کاٹ دو یعنی جس نے لیا ہو۔ یا اس طرح کی کوئی اور رعایت کی بات کرے تو وہ رد کر دی جائے گی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمائی ہوئی عقوبت میں ہم بندوں کو کمی کا اختیار دے کر باغی قرار پائیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے چوری ثابت ہونے پر چور کے ہاتھ کٹوائے۔ (بخاری ص ۱۰۰۴ ج ۲ طبع کراچی) (2)

یہاں تک کہ ایک شخص نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میری تیس درہم کی شال کی وجہ سے چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ میں اسے یہ شال (قیمتاً یا بلا قیمت) دیتا ہوں تو آپ ﷺ نے باوجود رحمۃ للعٰلمین ہونے کے اس کی حد میں کمی نہیں فرمائی اور چور کے ہاتھ کٹوا دیئے اور یہ فرمایا **فَهَلَّا كَانَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ تَأْتِيَنِيْ بِهٖ** تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ یہ (تمہارا اسے دینا) میرے پاس اسے لانے سے قبل ہوتا۔

(ابوداؤد ص ۲۴۷ جلد ۲ باب فِيْمَنْ سَرَقَ مِنْ حِرْزٍ) (3)

اگر کمی کی گنجائش ہوتی تو مالک کے معاف کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ رحم فرمانے کے زیادہ حقدار تھے۔ ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے حد میں کمی کرنے کی اجازت نہیں دی۔ صحابہ کرام نے بعد میں ہمیشہ چور کے ہاتھ کٹوائے کوئی ایک روایت ایسی نہیں کہ حد کی شرائط کے ثابت ہونے کے بعد چور کو دو چار کوڑے لگوا کر چھوڑ دیا گیا ہو۔

فقہاء کرام نے اپنی حد کی تعریف میں کہیں یہ نہیں کہا کہ "حد زیادہ سے زیادہ سزا کا نام ہے" بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ "**اَلْحَدُّ فِی الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنْ عُقُوْبَةٍ مُقَدَّرَةٍ وَاجِبَةٍ حَقًّا لِلّٰهِ تَعَالٰی عَزَّ شَانُهٗ بِخِلَافِ التَّعْزِيْرِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بِمُقَدَّرٍ**"

(بدائع الصنائع ص ۳۳ ج ۷) (4) یعنی شرع میں حد اس ضروری عقوبت کا نام ہے جس کی مقدار اللہ کے حق کے طور پر مقرر ہو۔ بخلاف تعزیر کے کہ اللہ تعالیٰ کے حق کے طور سے اسکی کوئی مقدار مقرر نہیں ہوتی۔

ثابت ہوا کہ حد کی جو مقدار بیان کی گئی ہے فقہاء کے نزدیک اسی کا نفاذ واجب ہے جبکہ عام تعزیر میں کوئی مقدار واجب نہیں ہوتی بلکہ اگر کسی تعزیری سزا میں کوئی مقررہ مقدار بطور وجوب مخصوص ہو جائے تو وہ تعزیر نہیں رہے گی بلکہ ''تعزیر مشابہ بالحد'' ہو جائیگی۔ (ردالمحتار ص ۲۰۵/۳ ملخصاً) (5)

اس لئے مصنف کا یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے کہ حد (وہ ہے جسکی زیادہ سے زیادہ مقدار متعین ہو لیکن اس) میں کمی کی جاسکتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ مصنف کو ہدایت دے)

رہا مصنف کا یہ تعجب کہ مطلوبہ نتائج کیوں حاصل نہیں ہوئے۔ تو میں عرض کروں گا کہ خدائی قوانین نے اپنی تاثیر نہیں کھوئی۔ وہ اپنا کام کر رہے ہیں دیکھئے! مصنف نے خود لکھا ہے......

مصنف:

''امر واقعہ یہ ہے کہ تمدن کے ارتقاء کے ساتھ جرائم کی
نوعیت اور کیفیت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے''

(حدود آرڈیننس ص ۵۵ باب اوّل حدود اور تعزیرات)

مصنف نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ تمدن کا ارتقاء جرائم کی نوعیت اور کیفیت کو بڑھاتا ہے۔ میں عرض کرونگا کہ جرائم کی نوعیت اور کیفیت کے علاوہ جرائم کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا ہے جسے کمیت سے تعبیر کرتے ہیں کوئی مانے یا نہ مانے اس اضافہ میں واقعتاً ان قوانین کے نفاذ نے رکاوٹ ڈالی ہوئی ہے۔ اسی لئے نسلِ انسانی کی

گاڑی کا ایک پہیہ ہو کر بھی مغربی اقدار سے متأثر خواتین کا یہ گروہ بڑا پریشان ہے۔ اور ''عورت فاؤنڈیشن'' کے نام سے اس نے یہ کتاب چھاپی ہے تاکہ کسی طرح ان قوانین سے اس صنف کی گلوخلاصی کرائی جائے۔ جسے قرآن نے کوڑوں کی حد کے بیان میں پہلے ذکر کیا ہے۔ فرماتا ہے ''زانی عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ! اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قانون کو نافذ کرنے کے دوران ان کے بارے میں کوئی رحم دلی اور رقیق القلبی اپنی گرفت میں نہ لے (کہ کہیں تم ان پر نفاذِ حد سے رک جاؤ) اور جب انہیں (سخت سزا کا) یہ عذاب دیا جارہا ہو تو ایمان داروں کا ایک گروہ ان پر حاضر رہے''

(پارہ نمبر ۱۸ سورۂ نور آیت نمبر ۲)

قرآن حکیم کا یہ حکم واضح کر رہا ہے کہ جس طرح مرد پر زنا کی اس حد کا نفاذ ضروری ہے اسی طرح عورت پر بھی بلکہ مرد کی سزا سے بھی عورت کو یہ سزا زیادہ اہم ہے۔ اور دوسری وضاحت یہ ہے کہ اسے کم کر کے ایک دو کوڑے یا جوتے یا تھپڑ نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ ایک مقررہ حد ہے تاکہ یہ عقوبت مجرم کے لئے عذاب بن جائے۔

ہم نہیں جانتے کہ پورے پاکستان میں جو زنا کے مجرم مرد وعورت پکڑے گئے ہیں تو ان میں رجم تو ایک طرف کسی کو کوڑے بھی کہیں برسرعام لگے ہیں۔ جب قرآنی منشاً کے مطابق سزا دینے سے مصلحتیں آڑے آجائیں تو نتیجہ کیسے ظاہر ہوگا؟ تاہم پھر بھی جرائم کی تعداد کا فرق ہے اگر زنا پر پابندی اُٹھائی جائے تو پھر فرق سامنے آئے گا۔ ایوب خان کے دور میں محمود علی قصوری وکیل نے ہائیکورٹ میں یہ نقطہ اٹھایا تھا کہ پاکستان کے قانون میں صرف زنا بالجبر کی سزا مقرر ہے زنا بالرضا نہ جرم ہے نہ اس کی سزا مقرر ہے۔ کہیں مصنف ''حدود آرڈیننس'' اور ان کے سرپرست (فاؤنڈیشن) حدود اسلامیہ کو واپس لے کر وہی سابق قانون تو واپس لانا نہیں چاہتے؟

مصنف کے اس قول سے کہ ”حدود سزا ہے جسے بڑھایا نہیں جاسکتا“ پتا چلتا ہے کہ تعزیر کو بڑھایا جاسکتا ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ تعزیر کو بھی نہیں بڑھایا جاسکتا تو پھر مصنف کی بیان کردہ حد کی تعریف خود مصنف ہی کے نزدیک صحیح نہ ہوئی۔ اور اگر بڑھایا جاسکتا ہے تو پھر مصنف صاحب یہ کیوں شور مچارہے ہیں کہ تعزیری سزائیں سخت ہیں۔

مصنف:

> ”مزید برآں حدود آرڈیننس صرف حدود ہی پر مشتمل نہیں بلکہ اس کا بڑا حصہ تعزیرات سے متعلق ہے جو خدائی قوانین نہیں بلکہ انسانی قوانین ہیں۔ اس لئے ان قوانین کو بعینہٖ جاری رکھنا خدائی قوانین کے نام پر انسانوں کے بنائے ہوئے غیر منصفانہ قوانین کو جاری رکھنا ہے“
>
> (حدود آرڈیننس ص ۲۴۶ باب ششم، نتائج بحث)

تبصرہ:

مصنف کو کتاب چھاپنے والوں کی رضاجوئی مطلوب ہے انہیں اس سے کیا کہ وہ ص ۵۵ پر یہ لکھ آئے ہیں کہ شریعت اسلامیہ نے تعزیر مقرر کی ہے۔ اور آگے یہ بھی لکھا ہے کہ تعزیر کا تعین نہیں کیا بلکہ مقننہ یا عدلیہ کو اختیار ہوتا ہے کہ جرم کی مناسبت سے نصیحت سے لے کر سزائے قید تک کوئی بھی سزا دے سکتی ہے۔ (ایضاً ص ۵۶)

حیرت ہے کہ مصنف کے قول کے مطابق جو تعزیرات اور سزائے قید بلکہ دس کوڑے بھی شریعت کے دیئے ہوئے اختیار سے حکومت نافذ کرسکتی تھی انہیں مصنف نے ص ۲۴۶ پر خلاصے میں خدائی قوانین کے نام پر انسانوں کے بنائے

ہوئے غیر منصفانہ قوانین کیسے قرار دے دیا؟

حدود آرڈیننس اور دوسرے قوانین کا رابطہ:

مصنف:

> ”حدود آرڈیننس کی تشکیل کے وقت دوسرے قوانین سے اس کے ربط وتعلق کا مکمل مطالعہ نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے قوانین میں تضاد پیدا ہوگئے۔ مثال کے طور پر اگر ایک خاتون کو اس کے شوہر نے زبانی طلاق دے دی اور اس کے لئے وہ تمام تقاضے پورے نہیں کئے جو مسلم فیملی لاز آرڈیننس کے تحت ضروری ہیں۔ تو علماء اس امر پر متفق ہیں کہ خاتون کو طلاق ہوجائے گی، وہ کسی دوسرے فرد سے نکاح کرسکتی ہے۔ جبکہ ملکی قوانین کی رو سے وہ خاتون بدستور اپنے پہلے شوہر کی بیوی سمجھی جائے گی۔ اس نوعیت کے سینکڑوں واقعات ہمارے ملک میں ہوئے ہیں جن میں پہلے شوہروں نے اپنی سابقہ بیویوں اور ان کے نئے شوہروں کے خلاف حدود آرڈیننس کے تحت مقدمات رجسٹرڈ کروا کر ان کی زندگی عذاب کردی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں کوئی عالم دین اس امر کا قائل نہیں کہ زبانی طلاق مؤثر نہیں اور ایسی عورت کا نکاح کرنا یا اس سے نکاح کرنا کوئی جرم ہے۔ لیکن مسلم فیملی لاز کے تحت وہ پہلے شوہر کی منکوحہ

سمجھی جاتی ہے اور حدود آرڈیننس کے حوالے سے
دوسرے مرد کے ساتھ اس کے تعلقات غیر قانونی ہیں
لہٰذا دونوں میاں بیوی سزا کے مستحق ہوں گے۔
دونوں قوانین کے باہمی تعلق کو نظر انداز کرنے سے یہ
خرابی پیدا ہوئی جو سینکڑوں بے گناہ افراد بالخصوص
خواتین پر ظلم کے پہاڑ توڑ گئی۔

(حدود آرڈیننس ص ۲۴۶ باب ششم)

تبصرہ:

عائلی قانون کی خرابی

پوری غیر جانبداری کے ساتھ ہم یہ عرض کریں گے کہ مصنف کی یہ بات یقیناً درست ہے کہ حدود آرڈیننس کے ساتھ عائلی قانون (مسلم فیملی لاز آرڈیننس) کے ربط کا خیال نہیں رکھا گیا لیکن یہ خرابی تو عائلی قانون کی ہے نہ کہ حدود آرڈیننس کی۔ اس لئے تبدیل عائلی قانون کو ہونا چاہئے نہ کہ حدود آرڈیننس کو۔

مصنف کا اس امر کو حدود آرڈیننس کی خرابی بتانا آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔

یادرہے کہ عائلی آرڈیننس ایک ڈکٹیٹر نے غیر جمہوری طریقہ سے محض آزاد خیال عورتوں کے دباؤ پر جاری کیا پھر جب شرعی قوانین کی طرف پیش رفت ہوئی تو انہیں آزاد خیال چند عورتوں نے جن کی پشت پر غیر مسلم ممالک ہوتے ہیں دباؤ ڈالا تو حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ اعلیٰ عدالتیں اور اسلامی نظریاتی کونسل ہر قانونی دفعہ کو چیک کر سکتے ہیں کہ وہ اسلام کے مطابق ہے یا نہیں۔ لیکن عائلی آرڈیننس پر غور

کرنے کا کسی ادارے کو اختیار نہیں اور اب تک یہی بات چلی آرہی ہے۔ اگر مصنف اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ اور نہیں۔ تو انہیں چاہئے کہ عائلی آرڈیننس کو اسلام کے مطابق بنانے کے لئے اپنی سرپرست عورتوں سے جو عورت فاؤنڈیشن کو چلا رہی ہیں (جس نے مصنف کی کتاب چھاپی ہے) یہ مطالبہ کرائیں کہ حکومت عائلی آرڈیننس پر نئے سرے سے اسلام کی روشنی میں غور کرائے اور اس میں ترمیم کرنے کی اجازت دے۔ تو وہ ساری عورتیں جن کے لئے مصنف فریاد کر رہے ہیں اس عذاب سے نجات پائیں گی۔ ورنہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ خرابی کی جڑ کو باقی رکھا جارہا ہے اور شاخیں کاٹنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

علاوہ ازیں مصنف نے یہاں تمام علماء کے قول کا جو اتفاق ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے لیکن سوال یہ ہے کہ پھر اس قانون کو اسلامی قانون کا نام کس نے دیا؟ کیا وہ لوگ عالم تھے یقیناً نہیں تھے۔ ہاں وہ کسی برطانوی یونیورسٹی سے پی، ایچ، ڈی کرنے والے ڈاکٹر ہو سکتے تھے اور یہی ہم کہتے ہیں کہ پی، ایچ، ڈی کرنے ولے ڈاکٹروں سے اسلام مت پوچھو بلکہ علماء سے پوچھو اور اس پر ایک اضافہ اور بھی کہ یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ ہر ایک مسئلہ میں علماء کا اتفاق مشکل ہوتا ہے۔ پس جن مسائل میں اختلاف پایا جائے۔ وہاں ڈکٹیٹر شپ کو ایک طرف رکھتے ہوئے اکثریتی طبقہء علماء یعنی حنفی اکثریت کے مطابق قانون بنایا جائے۔

مصنف کا حدود آرڈیننس پر ایک اور اعتراض

”مذکورہ بالا بے گناہ افراد کے حدود آرڈیننس کی زد
میں آنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ علماء کرام اور قانونی
ماہرین اس امر سے آگاہ ہیں کہ نکاح کی تین اقسام

ہیں۔ صحیح، فاسد اور باطل۔ ان کی تفصیلات کتب فقہ
میں موجود ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی قسم کا نکاح بھی
اگر مرد عورت کے درمیان موجود ہے تو ان کو حدود کے
تحت سزا نہیں دی جاسکتی۔ جب کہ حدود آرڈیننس کے
تحت نکاح فاسد اور نکاح باطل میں مرد اور عورت کو حد کی
سزا ہو جائے گی۔ جو اسلامی قانون کے خلاف ہے۔

(حدود آرڈیننس ص۲۴۶ باب ششم)

تبصرہ:

مصنف کا یہ کہنا کہ نکاح کی تینوں قسموں صحیح، فاسد، اور باطل میں سے کسی ایک قسم کے ہوتے ہوئے حدود کے تحت سزا نہیں دی جاسکتی ہے یہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں۔ مصنف نے اس سلسلے میں ص۱۰۴ تا ص۱۰۸ کا حوالہ دیا ہے ہم نے اس کا صفحہ نمبر ۱۰۴، ص ۱۰۵، ص ۱۰۶، ص ۱۰۷ تک پڑھا ہے اس میں مصنف نے کوئی ایسا حوالہ نہیں دیا۔ جس میں نکاح باطل بلکہ فاسد پر حد کو دفع کیا گیا ہو۔ البتہ ص ۱۰۷ کی بالکل آخری سطر کے آخری تہائی میں یہ بات شروع ہوئی ہے کہ فقہاء کے درمیان اختلافات ہیں کہ کونسا شبہ ایسا ہے جس سے حد ساقط ہو جاتی ہے، یہی ص ۱۰۸ پر ہے جس پر شاید مصنف یہ کہیں کہ انہوں نے کوئی دلیل دی ہے۔

اس سلسلے میں مصنف نے عقدِ نکاح میں شبہ کا عنوان لگایا ہے۔ مصنف کے خیال میں یہ حنفیہ کے نزدیک شبہ کی قسم ہے۔ جس کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ''جس نکاح کی حرمت پر تمام امت متفق ہو یعنی وہ عورتیں نسبی، رضاعی یا سسرالی رشتے کے باعث حرام ہوں تو ان سے جماع پر امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اور زفر (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے نزدیک حد جاری نہیں ہوگی بشرطیکہ انہیں اس کی

حرمت کا علم نہ ہو۔ بلکہ مہر دینا پڑے گا۔ اگر انہیں حرمت کا علم تھا تو پھر انہیں سخت تعزیری سزا دی جائے گی'' لیکن آگے چل کر ص ۱۰۹ پر لکھتے ہیں کہ ''جمہور فقہاء اور حنفیہ میں سے صاحبین کی رائے یہ ہے کہ ایسا جوڑا نکاح کی حرمت سے واقف ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی''

مصنف کا تضاد ملاحظہ فرمائیے کہ ایک طرف تو وہ یہ لکھتے ہیں کہ ہم نے امکان بھر سعی کی ہے کہ اپنے مطالعہ کو کتاب وسنت اور فقہاء اسلام کے متفق علیہ اقوال کی روشنی میں مدوّن کریں۔ (پیش لفظ ص xi) دوسری طرف وہ اختلافی قول پر اپنی عمارت کی بنیاد بھی رکھ رہے ہیں۔ انہیں چاہئے تھا کہ وہ سب سے پہلے کتاب اللہ کا حوالہ دیتے جس میں یہ ہوتا کہ محرماتِ ابدیہ کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد مواقعت پر کوئی حد نہیں۔ پھر حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پیش کرتے پھر اقوال صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پیش کرتے اور پھر اتفاق فقہاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) پیش کرتے۔ لیکن یہاں ص ۱۰۴ تا ص ۱۰۸ بلکہ آگے تک چلے جائیں ان چاروں چیزوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں پائی گئی یہ مصنف کی سینہ زوری کہیں کہ وہ بغیر دلیل کے یہ بات کہہ رہا ہے۔ جبکہ اس کے اپنے مسلمہ دلائل میں سے کوئی بھی دلیل اس کا ساتھ نہیں دے رہی۔ (اللہ تعالیٰ ہدایت دے)

اس کے بعد مصنف نے سب سے پہلے جو عنوان لگایا ہے وہ حنفیہ کے مذہب کا بیان ہے۔ جبکہ نیچے جو بیان کیا ہے وہ امام ابو حنیفہ کے اقوال میں سے ایک قول تو کہا جاسکتا ہے حنفیہ کا مذہب نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے کہ ص ۱۰۹ کے آخر میں مصنف نے تسلیم کیا ہے کہ حنفیہ میں صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ اگر ایسا جوڑا نکاح کی حرمت سے واقف ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ تو پھر سارے حنفیہ ایک جیسے تو نہ ہوئے۔ لہٰذا اس میں مصنف کا تضاد ثابت ہوا خود

مصنف کو بھی اس بات کا پتہ چل گیا کہ یہ تضاد ہے اس لئے ص ۱۱۰ پر لکھا کہ یہ اختلاف ان صورتوں سے متعلق ہے جن میں نکاح دائمی طور پر حرام ہے البتہ اس مسئلہ میں حنفیہ کے ہاں فتویٰ امام ابوحنیفہ کے قول پر ہے (حدود آرڈیننس ص ۱۱۰)

مصنف کی یہ بات معقول ہوتی اگر وہ یہ ثابت کر دیتے کہ تمام حنفیہ کے ہاں فتویٰ امام ابوحنیفہ کے اس قول پر ہے کہ حرمتِ ابدیہ والی سے نکاح کے بعد قربت زوجیت پر حد نہیں۔ لیکن انہوں نے اسے ثابت نہیں کیا۔ بلکہ اس کے برعکس حنفیہ کی کسی کتاب کا بھی حوالہ نہیں دیا۔ میں حیران ہوں کہ مصنف کی اس کاوش کو کیا نام دوں؟

میری گزارش یہ ہے کہ یہاں تین امور ہیں۔ پہلا یہ کہ امام ابوحنیفہ کے کتنے قول ہیں دوسرا یہ کہ حنفیہ کا فتویٰ صاحبین کے ارشاد پر ہے یا نہیں۔ تیسرا یہ کہ امام ابو حنیفہ سے جو تعزیر کا قول نقل کیا گیا اس کا مطلب مصنف نے غلط سمجھا ہے یا صحیح؟

امرِ اوّل:

پہلی بات یہ ہے کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ بھی امام ابوحنیفہ ہی کا قول ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ امام ابوحنیفہ کے کسی دوسرے قول کے مطابق نہ ہو۔ دوبارہ کہوں گا کہ وہ ہوتا امام ابوحنیفہ ہی کا قول ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ کا دوسرا قول یہی قرار پایا کہ بشرطِ علمِ حرمت ایسے جوڑے کو حد لگنی چاہئے۔

کتابِ دُرَر سے علامہ ابن عابدین محمد امین شامی ردالمحتار میں ناقل ہیں۔

"اِذَا حَكَمَ الْحَنَفِيُّ بِمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ اَبُوْيُوْسُفَ
اَوْمُحَمَّدٌ اَوْ نَحْوُهُمَا مِنْ اَصْحَابِ الْاِمَامِ

فَلَيْسَ حُكْماً بِخِلَافِ رَأْيِهِ اه

(ردالمحتار علیٰ درمختار ص ۴۰۹ جلد ۳ طبع کوئٹہ) (6)

"یعنی جب کوئی حنفی قاضی، امام ابو یوسف یا امام محمد یا ان جیسے کسی اور سے جو امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے ہو اس کے مذہب پر فیصلہ دے تو وہ فیصلہ امام ابو حنیفہ کی رائے کے خلاف قرار نہ پائے گا" (ردالمحتار ص ۴۰۹ ج ۳ طبع کوئٹہ)

اس کے بعد علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ دُرَر کے قول کا فائدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب کے اقوال امام ابوحنیفہ کے مذہب سے باہر نہیں (یعنی وہ اقوال بھی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہیں) کیونکہ ناقلین نے ان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کوئی بھی قول اپنے اقوال میں نہیں بولا مگر یہ کہ وہ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب رسم المفتی میں مذکور اپنی نظم کی شرح میں واضح کیا ہے۔ (ردالمحتار حاشیہ درمختار ص ۴۰۹ جلد ۳ طبع کوئٹہ)

نتیجہ:

ہمارے اس کلام کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہاں پر امام ابوحنیفہ کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اس پر حد لازم ہے اور وہ قول صاحبین کا مذہب ہے اور دوسرا یہ کہ اس پر سخت ترین تعزیر لازم ہے اور وہ بھی (جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آگے چل کر بیان کریں گے) ہمارے خلاف نہیں۔ تو مصنف کا یہ کہنا باطل ہو گیا کہ "حنفیہ کا صرف ایک قول ہے جو باقی ائمہ کے خلاف ہے" کیونکہ یہاں حنفیہ کے دو قول قرار پائے۔

امرِ ثانی:

"محرماتِ ابدیہ سے زنا پر حد" میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے

دیکھئے! فتح القدیر میں فقہ حنفیہ کی کتاب "خلاصہ" سے نقل کیا "اَلْفَتْوٰی

عَلٰی قَوْلِهِمَا''، یعنی فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

(فتح القدیر ص۴۲ جلد۵ مطبوعہ کوئٹہ) (7)

صاحبِ فتح القدیر نے نہ صرف اسے نقل کر کے برقرار رکھا بلکہ اس کی تائید کی۔

تنویر الابصار متن درمختار میں ہے ''وَبِشُبْهَةِ الْعَقْدِ عِنْدَهٗ، کَوَطْئِ الْمَحْرَمِ نَکَحَهَا''، یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک شبہ عقد کا یہی حکم ہے جیسے کسی محرم نے اپنی محرمہ سے نکاح کرنے کے بعد وطی کی ہو۔ درمختار کے شارح نے اس پر اضافہ کیا اور فرمایا ''قَالَ اِنْ عَلِمَ الْحُرْمَةَ حُدَّ وَ عَلَیْهِ الْفَتْویٰ''،''خلاصہ''

(درمختار ص۱۶۸ جلد۳ مع حاشیہ شامی طبع کوئٹہ) (8)

یعنی صاحبین نے ارشاد فرمایا کہ محرمہ سے نکاح کا ڈھونگ رچانے کے بعد وطی کے مرتکب ہونے والے کو اگر علم تھا کہ یہ حرام ہے تو اسے حد لگے گی اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

یہاں پر یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ فقہ کی کتابوں کی تشریح کرنے والی کتابیں جنہیں شروح کہتے ہیں انہوں نے قولِ امام کو ترجیح دی ہے۔ تو اس پر فتویٰ دینا اولیٰ ہونا چاہیے۔ یہ بات علامہ قاسم ابن قطلو بغا نے کہی تھی اس کے جواب میں صاحب درمختار لکھتے ہیں ''لٰکِنْ فِی الْقُهُسْتَانِیْ عَنِ الْمُضْمَرَاتِ عَلٰی قَوْلِهِمَا الْفَتْویٰ'' یعنی علامہ قاسم جو کہہ رہے ہیں کہ ''تمام شروح میں اس طرح ہے'' یہ صحیح نہیں بلکہ ''مضمرات'' بھی شرح ہے اور اس میں صاف طور پر یہ لکھا ہوا ہے کہ فتویٰ اس مسئلہ میں صاحبین کے قول پر ہے۔ (ھامش ردالمحتار ص۱۶۹ جلد۳ طبع کوئٹہ) (9)

ہمارے ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ حنفیہ کے ہاں صریحاً لفظ فتویٰ صرف صاحبین کے قول پر استعمال کیا گیا ہے۔ اور شروح میں اختلاف کے باوجود کسی نے لفظ فتویٰ امام صاحب کے قول کے بارے میں نہیں بولا ورنہ علامہ قاسم یہ نہ کہتے کہ

فتویٰ قولِ امام پر ہونا چاہئے۔ اگر پہلے سے فتویٰ لکھا ہوا ہے تو پھر ''ہونا چاہئے'' کا کیا مطلب ہے اور اگر ہم مزید نیچے اتر آئیں تو زیادہ سے زیادہ یہی بات کہی جائے گی کہ دونوں قولوں پر فتویٰ ہے۔ تو تمام حنفیہ کا ایک قول نہ ہوا۔ تو جب حنفیہ کا دو میں سے ایک قول باقی تمام ائمہ کے ساتھ متفق ہے تو کیوں نہ اس قول کو متفقہ سمجھتے ہوئے مان لیا جائے۔ جبکہ اس قول پر ہی فتویٰ ہے یا کم از کم اس قول پر بھی فتویٰ ہے۔

نوٹ نمبر۱:

یاد رہے کہ نکاح فاسد اور نکاح باطل میں جو فرق ہے وہ نکاح کی عدت کے بارے میں ہے۔ جہاں تک حد کے وجوب کا تعلق ہے بشرطیکہ مرتکب کو حرمت وطی کا علم ہو اس میں کوئی فرق نہیں۔ دیکھئے! ردالمحتار میں بحرالرائق سے اور اس نے مجتبیٰ کتاب سے نقل کیا ''قَالَ فَعَلٰی هٰذَا یُفَرَّقُ بَیْنَ فَاسِدِهٖ وَبَاطِلِهٖ فِی الْعِدَّةِ وَلِهٰذَا یَجِبُ الْحَدُّ مَعَ الْعِلْمِ بِالْحُرْمَةِ لِاَنَّهٗ زِنًا کَمَا فِی الْقُنْیَةِ وَغَیْرِهَا اھ وَالْحَاصِلُ اَنَّهٗ لَافَرْقَ بَیْنَهُمَا فِیْ غَیْرِ الْعِدَّةِ'' (ردالمحتار ص۳۸۰ جلد۲) (10) یعنی بحرالرائق والے نے مجتبیٰ سے یہ نقل کیا کہ نکاحِ فاسد اور نکاحِ باطل میں عدت کے بارے میں فرق کیا جائے گا یہی وجہ ہے کہ اگر حرمت کا علم ہو تو حد لازم ہوگی۔ کیونکہ یہ زنا ہی ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ فاسد اور باطل نکاح میں عدت کے ماسوا میں کوئی فرق نہیں''

(ردالمحتار ص۳۸۰ ج۲ طبع کوئٹہ)

نوٹ نمبر۲:

حنفیہ کے گزشتہ دونوں اقوال میں عقوبت بالتعزیر اور عقوبت بالحد کے لئے علم بالحرمۃ کی شرط کی گئی ہے شاید کسی کو یہ کھٹکا ہو کہ علم کی شرط کیوں لگائی گئی تو گزارش ہے کہ اس سے مراد دارالاسلام کی آبادیوں میں رہنے والے عوام مسلمین نہیں بلکہ وہ

مسلمان ہیں جو دارالکفر سے آکر نئے نئے مسلمان ہوئے۔ اور ابھی انہیں دین کے بارے میں معلومات نہ ملی تھیں یا ملی تھیں تو اس میں انہیں یہ بات نہیں بتائی گئی تھی۔ ورنہ بعض علماء نے تو یہ بھی کہا ہے کہ نومسلم کے متروکہ کفری دین میں اگر محرمات کی حرمت ثابت تھی تو اس کا یہ عذر نہیں سنا جائے گا۔

بہر حال بعض دیگر علماء کے نزدیک اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ اسے علم نہیں تھا۔ تو پھر اس جرم سے متعلق سزا نہ پائے گا۔ اسی طرح وہ شخص جو دارالاسلام کے دور دراز مقام میں تنہا رہتا تھا۔ مثلاً کسی پہاڑ کی غار میں یا کسی جزیرے میں یا اس کی مانند۔ اور اس نے اپنی محرمہ سے نکاح کر لیا اور وہ کہتا ہے کہ مجھے اس کی حرمت معلوم نہیں تھی۔ تو اس سے عقوبت دفع ہو جائے گی۔ اور اگر وہ علم کا اصرار کرتا ہے تو پھر عقوبت کا مستحق ہوگا۔

تاہم صاحب فتح القدیر نے اس کو شبہ نہیں مانا انہوں نے کہا کہ ''اِنَّ الزِّنَا حَرَامٌ فِیْ جَمِیْعِ الْاَدْیَانِ وَالْمِلَلِ فَالْحَرْبِیُّ اِذَا دَخَلَ دَارَالْاِسْلَامِ فَاَسْلَمَ فَزَنٰی وَقَالَ ظَنَنْتُ اَنَّہٗ حَلَالٌ یُحَدُّ وَلَایُلْتَفَتُ اِلَیْہِ وَاِنْ کَانَ فِعْلُہٗ اَوَّلَ یَوْمِ دُخُوْلِہٖ فَکَیْفَ یُقَالُ اِذَا ادَّعٰی مُسْلِمٌ اَنَّہٗ لَایَعْلَمُ حُرْمَۃَ الزِّنَا لَایُحَدُّ لِاِنْتِفَاءِ شَرْطِ الْحَدِّ اھ وَاَقَرَّہٗ فِی الْبَحْرِ وَالنَّھْرِ وَالْمِنَحِ وَالْمَقْدَسِیِّ وَالشَّرَنْبُلَالِیِّ'' (ردالمحتار ص ۱۵۶ ج ۳ کوئٹہ) (11)

یعنی زنا تمام ادیان اور شریعتوں میں حرام سمجھا جاتا ہے تو اگر کوئی حربی مسلمانوں کے ملک میں آکر مسلمان ہو جائے پھر وہ فوراً زنا کرے اور کہے کہ میں نے سمجھا تھا کہ یہ حلال ہے تو اسے حد لگائی جائے گی اور اس کے عذر کی جانب کوئی توجہ نہیں کی جائے گی۔ اگرچہ اس کا یہ فعل دارالاسلام میں داخل ہونے کے پہلے دن ہی کیوں نہ ہو۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ جب دارالاسلام کا قدیمی مسلمان یہ دعویٰ کرے کہ اسے زنا کی حرمت کا علم نہیں تھا تو اسے حد نہ لگائی جائے کہ حد کی شرط نہیں

پائی گئی۔ فتح القدیر کے اس قول کو بحرالرائق، النہر الفائق، منح الغفار، مقدسی اور شرنبلالی نے نقل کر کے ثابت رکھا اور اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ (ردالمحتار ص ۱۵۶ ج ۳) تاہم آگے چل کر لکھتے ہیں کہ طحطاوی نے اس میں یہ کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی (جدید الاسلام علاقے میں جو یمن کی سرزمین سے تھا) ایک شخص سے حد اس شرط پر دفع کی کہ اگر اسے علم نہ ہو تو حد نہ لگاؤ۔ دوسری بار ایسا کرے تو حد لگاؤ'' مزید طحطاوی نے یہ کہا کہ ہر شریعت میں کسی چیز کی حرمت ثابت ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی ایک آدھ انسان کو معلوم نہ ہو۔

تاہم کتاب التحریر کی شرح میں شارح نے یہ فرمایا کہ اس زمانے میں شریعت کے یہ احکام شہرت کو پہنچ گئے ہیں اس لئے یہ بات شبہ معتبرہ نہ ہوگی۔ تاہم اس کا شبہ معتبرہ نہ ہونا اس شخص کے لئے ہوگا جو دارالاسلام ہی میں پلا بڑھا یا دارالکفر سے عرصہ دراز سے مسلمان ہو کر ہجرت کر کے دارالاسلام میں آگیا کہ اتنی مدت میں یہ مسئلہ اسے معلوم ہو جائے گا۔ رہا وہ مسلمان جو دارالکفر سے ہجرت کر کے آیا اور داخل ہونے کے فوراً بعد اس سے جرم زنا واقع ہوا تو اسے حد نہ لگائی جائے گی۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علم بالحرمت کا شرط ہونا اس شخص کے لئے ہے جو یہ ادعاء کرے کہ میں اس مسئلہ سے جاہل تھا اور پھر اتنی بات کافی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ اس بات کی علامات بھی ہوں۔

مثلاً وہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر اکیلا رہا یا ایسی جاہل قوم کے درمیان رہا جنہیں زنا کی حرمت کا پتا نہیں تھا یا وہ اسے جائز ہی سمجھتے تھے کیونکہ ایسی قوم کے وجود کا انکار نہیں ہو سکتا تو جو شخص دارالاسلام میں فوراً داخل ہوتے ہی زنا کرے اور وہ مذکورہ اوصاف رکھتا ہو تو بلا شک اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔ کیونکہ احکام کے ساتھ مکلّف ہونا ان کے علم کی فرع ہے۔ (ردالمحتار ص ۱۵۶) ج ۳ طبع کوئٹہ)

امر ثالث: کچھ تعزیرات کو حاکم معاف نہیں کرسکتا

امام ابوحنیفہ کے قول بالتعزیر سے مصنف کا یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ ''امام صاحب کے نزدیک اس تعزیر کو حاکم وقت معاف کرسکتا ہے'' نہیں ہرگز نہیں اس تعزیر کو حاکم ہرگز معاف نہیں کرسکتا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول اس شخص کے بارے میں جو اپنی محرمہ سے نکاح کے بہانے وطی کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اسے حرام مانتا ہے۔ اس کے بارے میں تعزیر کے قول کا مطلب یہ نہیں کہ اسے معاف کردیا جائے کیونکہ تعزیر کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) ایک ''وہ تعزیر جسے کتاب وسنت کی نص نے متعین کیا''

(۲) دوسری ''وہ تعزیر جس کے تعین کا اختیار امام (حاکم اعلیٰ) کے پاس ہے'' نص نے اس کی مقدار متعین نہیں کی۔

پھر دوسری قسم وہ جسے نص نے متعین نہیں کیا وہ دو قسم پر ہے۔

(۱) ایک ''حقوق اللہ میں ایسا ارتکاب جرم جس پر حد نہ ہو'' (۲) وہ جو حق العبد سے ہو۔

اب جو صرف حق اللہ ہے اس میں معافی کا اختیار امام کو دیا گیا ہے اور جو حق العبد بھی ہے یا حق العبد ہی ہے اس کی معافی کا اختیار امام کو نہیں۔ جس طرح کہ نص سے متعین تعزیر کی معافی کا امام کو اختیار نہیں! دیکھئے! علامہ شامی فرماتے ہیں۔

تعزیر منصوص (مشابہ حد ہے)

''قُلْتُ لٰکِنْ ذَکَرَ فِی الْفَتْحِ اَوَّلَ الْبَابِ اَنَّ مَانَصَّ عَلَیْهِ مِنَ التَّعْزِیْرِ کَمَا فِیْ وَطْیِٔ جَارِیَةِ اِمْرَأَتِهٖ اَوِ الْمُشْتَرَکَةِ وَجَبَ اِمْتِثَالُ الْاَمْرِ فِیْهِ وَمَا لَمْ یُنَصَّ عَلَیْهِ اِذَا رَأَی الْاِمَامُ الْمَصْلِحَةَ اَوْ عَلِمَ اَنَّهٗ لَایَنْزَجِرُ اِلَّا بِهٖ وَجَبَ لِاَنَّهٗ زَاجِرٌ مَشْرُوْعٌ لِحَقِّهٖ تَعَالٰی کَالْحَدِّ وَ مَاعَلِمَ اَنَّهٗ اِنْزَجَرَ بِدُوْنِهٖ

لَایَجِبُ اھ'' (ردالمحتار ۲۰۵ ج ۳ طبع کوئٹہ) (12)

میں نے کہا لیکن فتح القدیر میں اسی باب کے اول میں فرمایا بے شک جس تعزیر پر نص وارد ہوئی ہو جیسے اپنی بیوی کی کنیز یا اپنی ایسی کنیز سے جس میں کوئی دوسرا بھی حصے دار ہو اور وہ اس سے وطی کرے تو ایسے امور میں تعزیر معینہ کے منصوص حکم کا ماننا لازمی ہے (اس میں کم کرنے، بڑھانے کا امام کو اختیار نہیں) اور جس پر نص شرعی وارد نہ ہوئی ہو اور امام مصلحت اس میں دیکھے کہ اسے کوئی سزا دی جائے یا اسے معلوم ہو کہ یہ مجرم سزا کے بغیر باز نہیں آئے گا تو سزا دینا لازم ہوگا کیونکہ یہ تعزیر جرم سے ڈانٹنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے مشروع ہے حد کی طرح (یعنی ایسی تعزیر کو معاف کرنا حاکم کے لئے جائز نہیں) اور جس کے بارے میں یہ پتا ہو کہ وہ بغیر تعزیر کے اس جرم سے باز آجائے گا تو پھر تعزیر واجب نہیں۔ (یعنی اگر امام چاہے تو سزا دے اگر چاہے تو معاف کردے) (ردالمحتار ۲۰۵ ج ۳)

تو فتح القدیر کی اس تفسیر سے ثابت ہوا کہ جو تعزیر کتاب وسنت میں متعین ہو اسے معاف نہیں کیا جاسکتا سوا اس کے کہ کتاب وسنت ہی کوئی متبادل سزا تجویز کرے۔

زیر غور مسئلہ:

بہر حال زیر غور مسئلہ محرمات کے ساتھ وطی کرنے کا ہے اگر وہ اسے بحیثیت محرمہ پہچانتا ہو پھر یہ بھی جانتا ہو کہ اس سے نکاح اور وطی حرام ہے تو وہ گنہگار ہوگا۔ اور حدیث شریف میں محرمہ سے وطی کی سزا قتل ارشاد فرمائی گئی ہے لہٰذا قتل متعین ہوگا لیکن اسے حد اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ قرآن مجید میں زنا کی جو سزا بیان کی گئی وہ کوڑے لگانا ہے اور حدیث شریف میں کوڑے کنوارے کے لئے اور رجم شادی شدہ زانی کے لئے ہے۔ اس لئے امام نے اسے ادباً تعزیر کا نام دیا کیوں کہ وہ عام تعزیرات سے مختلف

ہے۔اس لئے اسے اشد تعزیر کہا، باقی ائمہ نے منصوص للحدیث ہونے کی وجہ سے اسے
حد کا نام دیا۔ تو اختلاف صرف نام کے الفاظ میں ہوا۔ قتل دونوں اقوال پر واجب ہوگا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ زانی بالمحرمہ کی سزا بالاجماع قتل ہے چاہے اس قتل کا
نام تعزیر رکھیں یا حد رکھیں۔ چاہے ان دونوں میں سے کوئی کنوارہ ہو یا شادی شدہ ہو۔
بلکہ اسے تعزیر کہنے میں اس بات کی طرف ایک لطیف اشارہ بھی ہے کہ ایسے مجرم کے
لئے چار گواہوں کی ضرورت نہیں جو صرف حد زنا میں ہوتے ہیں بلکہ دو مرد کافی ہیں۔
دوسرا اشارہ یہ ہے کہ تعزیر اس کے اقرار سے ثابت ہوئی ہو تو اس کے رجوع
سے منتفی نہ ہوگی۔ جب کہ حد مجرم کے اقرار سے رجوع کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔
ملاحظہ ہو! سَیَاْتِیْ اَنَّ التَعْزِیْرَ یَثْبُتُ بِشَهَادَةِ الْمُدَّعِیْ مَعَ اٰخَرَ وَ بِشَهَادَةِ
عَدْلٍ اِذَا کَانَ فِیْ حُقُوْقِهٖ تَعَالٰی لِاَنَّهٗ مِنْ بَابِ الْاِخْبَارِ. (ردالمحتار ص۲۰۰
۲۰۱ ج۳ طبع کوئٹہ) (13) علامہ شامی فرماتے ہیں اور آگے چل کر یہ بات آرہی ہے
کہ تعزیر کا ثبوت مدعی کی شہادت کے ساتھ ایک اور آدمی کے مل جانے پر ہو جاتا ہے
اور اگر تعزیر صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہو تو ایک عادل گواہ کی گواہی سے بھی ثابت
ہو جائے گی اگرچہ دوسرا گواہ نہ ہو۔ کیونکہ وہ باب الاخبار سے ہے۔

اَلْفَرْقُ بَیْنَ الْحَدِّ وَالتَّعْزِیْرِ اَنَّ الْحَدَّ یُدْرَأُ بِالشُّبُهَاتِ وَالتَّعْزِیْرَ
یَجِبُ مَعَهَا وَاَنَّ الْحَدَّ لَایَجِبُ عَلَی الصَّبِیِّ وَالتَّعْزِیْرُ شُرِعَ عَلَیْهِ،
وَالرَّابِعُ اَنَّ الْحَدَّ یُطْلَقُ عَلَی الذِّمِّیِّ وَالتَّعْزِیْرُ یُسَمّٰی عُقُوْبَةً لَهٗ لِاَنَّ
التَّعْزِیْرَ شُرِعَ لِلتَّطْهِیْرِ "تاتارخانیه" وَزَادَ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِیْنَ اَنَّ الْحَدَّ
مُخْتَصٌّ بِالْاِمَامِ وَالتَّعْزِیْرَ یَفْعَلُهُ الزَّوْجُ وَالْمَوْلٰی وَکُلُّ مَنْ رَاٰی اَحَدًا

یُبَاشِرُ الْمَعْصِیَةَ وَاَنَّ الرُّجُوْعَ یَعْمَلُ فِی الْحَدِّ لَافِی التَّعْزِیْرِ وَاَنَّهٗ یُحْبَسُ
الْمَشْهُوْدُ عَلَیْهِ حَتّٰی یُسْأَلَ عَنِ الشُّهُوْدِ فِی الْحَدِّ لَافِی التَّعْزِیْرِ وَاَنَّ
الْحَدَّ لَاتَجُوْزُ الشَّفَاعَةُ فِیْهِ وَاَنَّهٗ لَایَجُوْزُ لِلْاِمَامِ تَرْکُهٗ وَاَنَّهٗ قَدْ یَسْقُطُ
بِالتَّقَادُمِ بِخِلَافِ التَّعْزِیْرِ فَهِیَ عَشَرَةٌ"

(ردالمحتار ص۱۹۴ جلد۳ طبع کوئٹہ) (14)

حد اور تعزیر میں فرق یہ ہے کہ حد کی مقدار معین ہوتی ہے اور تعزیر کا معاملہ
امام کے سپرد ہے۔ اور یہ کہ حد شبہات کی وجہ سے ٹل جاتی ہے۔ جبکہ تعزیر شبہات کے
ساتھ بھی ضروری ہے۔ اور چوتھا یہ کہ ذمی کو اگر حد لگائی جائے تو اس کا نام حد ہی رہے گا
لیکن اگر تعزیر کی جائے تو اس کا نام عقوبت رکھیں گے، تعزیر نہیں اس لئے کہ تعزیر پاک
کرنے کے لئے مشروع ہے۔ "تاتارخانیہ"

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ بعض متاخرین نے اس فہرست میں اضافہ کیا کہ
حد امام کے ساتھ مختص ہے یعنی اسی کے حکم سے جاری ہوگی، جبکہ تعزیر خاوند اور مالک
بھی کر سکتا ہے بلکہ ہر وہ شخص جو کسی کو گناہ کرتا دیکھے وہ تعزیر کر سکتا ہے اور یہ کہ حد میں
اگر اپنے اقرار سے رجوع کرے تو حد پر اثر پڑتا ہے تعزیر میں نہیں۔ اور یہ کہ جس پر
گواہی دی گئی ہے اس کو پابند کر لیا جائے اگر مسئلہ حد کا ہو۔ یہاں تک کہ گواہوں کے
ثقہ ہونے کی تحقیق کر لی جائے۔ تعزیر میں اس طرح نہیں ہو سکتا اور یہ کہ حد میں
سفارش کرنا جائز نہیں اور یہ کہ امام (یعنی حاکم اعلیٰ) کیلئے حد کو ترک کرنا (معاف کر
دینا) جائز نہیں۔ اور یہ کہ بعض حدیں وقوعہ پر زیادہ عرصہ گزر جانے کی وجہ سے ساقط
ہو جاتی ہیں۔ بخلاف تعزیر کے اس لئے کہ وہ ساقط نہیں ہوتی۔ تو یہ دس فرق ہوئے۔

(ردالمحتار ص۱۹۴ ج۳ طبع کوئٹہ)

مصنف:

''زنا بالجبر کو اسلامی شریعت نے حرابہ کی حیثیت دیتے ہوئے اس کے ثبوت کے لئے گواہوں کی شرط نہیں رکھی۔ بلکہ دوسرے ذرائع تحقیق سے کام لینے کا طریقہ اختیار کیا لیکن حدود آرڈیننس میں زنا بالجبر کے ثبوت کے لئے چار گواہوں کی شرط رکھی گئی ہے۔ جو درندہ صفت مجرموں کے بچ نکلنے اور مظلوم خواتین کے حدود آرڈیننس کا شکار ہونے کا باعث بن رہی ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے ان دفعات میں ترمیم کرنے کے احکامات بھی جاری کئے جو صدا بصحرا ثابت ہوئے''

(حدود آرڈیننس ص ۲۴۷ باب ششم)

تبصرہ:

مصنف نے زنا بالجبر کو زنا کی تعریف سے نکالنے کی بات کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کے لئے چار گواہ اسلامی شریعت میں ضروری نہیں۔ میں نے اس بات پر غیر جانبدارانہ انداز میں غور کیا اور مصنف کے دیئے ہوئے حوالوں کو کھنگالا جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مصنف کی یہ بات سراسر غلط اور شریعت اسلامی پر افتراء ہے۔

(1) مصنف یہ بات صراحتاً نہ تو قرآن وسنت سے اور نہ ہی فقہائے امت میں سے کسی ایک کے قول سے نقل کر سکے کہ چار گواہوں سے کم ہونے کی صورت میں زنا بالجبر پر (مجرم کے اقرار کے بغیر) رجم ہوسکتا ہے یا کوڑے ہی لگ سکتے ہیں۔ لے دے کر انہوں نے ایک ایسی حدیث پیش کی جو سنداً بھی صحیح نہیں اور اس کا متن بھی

تناقض کا پلندہ ہے۔ اس پر مزید کلام مصنف کے دوسرے کلام کے جواب میں آرہا ہے۔ ایسی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ زنا بالجبر کا مرتکب محصن نہ ہو اور پھر اسے رجم کی سزا دی گئی ہو۔ مصنف کی یہ بات صرف اسی وقت صحیح ہوسکتی تھی جب وہ اس قسم کا حوالہ پیش کرتے۔

شادی شدہ شخص کو رجم کی سزا کا مرتکب قرار دینا یہ مصنف کی دلیل نہیں بن سکتی کہ وہ حرابے کی وجہ سے مارا گیا ہو۔ کیونکہ زنا بالرضا میں بھی شادی شدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی سزا دی۔ پھر وہ زنا بالجبر کی خصوصیت کیسے ہوئی؟ لیکن حدیث کی کتابوں میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زنا بالجبر کے مرتکب غیر محصن شخص کو رجم کی سزا نہیں دی بلکہ کوڑوں کی سزا دی۔ چنانچہ ''بخاری شریف اور موطا امام مالک میں امام مالک نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ایک غلام خمس کے غلاموں اور کنیزوں پر نگران مقرر تھا اس نے ان میں سے ایک کنیز سے زبردستی مواقعت کی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کوڑے لگائے اور اسے وہاں سے باہر نکال دیا اور اس کنیز کو کوڑے نہ لگائے کیونکہ غلام نے اس کو مجبور کیا تھا'' (۱: بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۲۷، ۱۰۲۸ کتاب الاکراہ۔ ۲: موطا امام مالک ص ۶۸۷ طبع میر محمد کراچی۔ ۳: سنن الکبریٰ ص ۲۳۶ ج ۸ مطبوعہ نشر السنہ ملتان) (15)

ہمارے اس حوالے سے ثابت ہوا کہ فاروق اعظم ؓ نے غیر محصن کو زنا بالجبر کی سزا میں نہ تو رجم کی اور نہ کسی اور طریقے سے موت کی سزا دی۔ اگر زنا بالجبر کی سزا غیر محصن کیلئے بھی موت ہوتی اور رسول اللہ ﷺ نے کسی کو یہ سزا دی ہوتی تو حضرت سیدنا عمر ؓ اسے ضرور موت کی سزا دیتے۔ بلکہ آیت محاربین کی تفسیر میں اگر کسی کو بھی آپ ﷺ نے یہ بتایا ہوتا کہ زنا بالجبر بھی حرابہ ہے تو کوئی نہ کوئی صحابی ضرور اعتراض کرتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ثابت ہوا کہ زنا بالجبر کو حرابہ قرار دے کر اس پیش نظر ہر غیر محصن

کیلئے رجم کی سزا تجویز کرنا اور زنا بالرضا والے محصن کو رجم کی سزا نہ دینا یہ صحابہ کرام کے مذہب کے خلاف ہے۔

(۱) جتنے فقہاء امت مسلمہ میں گزرے ہیں کسی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ (شادی شدہ) محصن اگر زنا کا مرتکب ہو اور زنا بالرضا ہو تو اسے رجم نہیں کریں گے، کوڑے لگائیں گے۔ بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ اسے رجم کریں گے۔

(۲) مسلّمہ فقہاء نے آج تک یہ بھی نہیں کہا کہ غیر محصن اگر جبراً زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے، کیونکہ یہ حرابہ ہے بلکہ اس کی سزا کوڑے ہی تجویز فرمائے۔

(۳) آج تک امت کے ان مسلّمہ فقہاء نے یہ قول بھی نہیں کیا کہ غیر محصن بالغ مرد وعورت اگر باہمی رضامندی سے زنا کے مرتکب ہوں تو انہیں کوڑے نہ لگائے جائیں۔ (جیسا کہ مصنف فرماتے ہیں)

(۴) اسی طرح امت میں جتنے قابل اعتماد فقہاء گزرے ہیں ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ محصن اگر جبراً زنا کرے تو یہ حرابہ ہے۔ لہٰذا اگر وہ حاکم کے سامنے اقرار کرے اگرچہ اس پر چار گواہ بھی قائم ہوں تو یہ اقرار اس کی توبہ مقبولہ عنداللہ ہے۔

اگر ہمارے ان نکات میں سے کوئی نکتہ بھی غلط ہوتا تو مصنف کی کتاب میں کچھ نا کچھ تو ضرور ہوتا جو ان نکات کا جواب بن سکتا اور وہ کسی نہ کسی مسلّم فقیہ کا قول لکھتے جو ان چار نکتوں میں ہمارے خلاف ہوتا۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے اور نہ قیامت تک کر سکیں گے۔

زنا زنا ہی ہے چاہے بالرضا ہو یا بالاکراہ دونوں کی سزا محصن کے لئے ایک جیسی ہے یعنی رجم اور غیر محصن کے لئے بھی دونوں کی سزا یکساں ہے یعنی جَلد (کوڑے) تاہم ان میں سے غیر شادی شدہ آزاد کو سو کوڑے لگیں گے اور غلام اور کنیز کو

خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہر صورت میں ہر بار پچاس کوڑے لگیں گے۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہے "فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ" (سورۂ نساء ۴، آیت نمبر ۲۵) "پھر اگر وہ (کنیزیں) بے حیائی کا کام کریں تو ان پر اس کی آدھی سزا ہے جو آزاد (کنواری) عورتوں پر ہے۔

اگر قرآن شریف کی یہ آیت نہ ہوتی تو کنیزوں کو بھی سو کوڑے لگتے۔ مصنف نے کسی دوسری جگہ یہ بھی کہا ہے کہ محصنات سے مراد شادی شدہ عورتیں ہیں لہٰذا انہیں صرف کوڑے لگنے چاہیں۔ لیکن یہ قول بھی تمام امت کے فقہاء کے خلاف ہے۔

(۱) فقہائے اسلام میں سے کسی معتمد فقیہ نے آج تک یہ نہیں کہا کہ آزاد شادی شدہ جوڑے کو صرف کوڑے لگائے جائیں یا کنوارے جوڑے کو کوڑے نہ مارے جائیں۔

(۲) فقہاء امت میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ کنواری کنیز کو اس جرم کے ثابت ہونے پر کوڑے نہ مارے جائیں۔ فقہاء مسلمین کا اس پر اجماع ہے اور یہ شخص اپنی ہانکے جا رہا ہے۔ محصنات کے لفظ پر مزید بحث ان شاء اللہ وہاں ہوگی جہاں مصنف یہ بات لائیں گے۔

مصنف کی بے تکی دلیل کا جواب:

مصنف نے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے کہ زنا بالرضا پر رجم نہیں ہوتا، صرف زنا بالجبر پر رجم ہوتا ہے۔ تین کتابوں سے ایک حدیث پیش کی ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ مصنف ٹھوکریں کھانے کے باوجود اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکے۔

مصنف لکھتے ہیں،

"اس طرح زنا کی سزا کے لئے مجرم کے بارے میں
جن امور کی تحقیق کی جاتی ہے کہ وہ محصن ہے یا غیر

محصن، چار گواہ موجود ہیں یا نہیں۔ زنا بالجبر کے
بارے میں یہ تحقیق نہیں کی گئی کہ مجرم محصن ہے یا غیر
محصن اس سلسلے میں ایک مشہور روایت ہے جسے
حدیث کی متعدد کتب نے روایت کیا ہے"

(حدود آرڈیننس ص ۱۵۲)

مصنف مذکورہ بالا عبارت کے متصل ابوداؤد شریف کی روایت کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ابوداؤد کی روایت درج ذیل ہے۔

مصنف:

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اِمْرَأَةً
خَرَجَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ
فَتَجَلَّلَهَا فَقَضٰى حَاجَتَهُ مِنْهَا فَصَاحَتْ
وَانْطَلَقَ فَمَرَّ عَلَيْهَا رَجُلٌ فَقَالَتْ اِنَّ ذَاكَ
فَعَلَ بِيْ كَذَا وَكَذَا وَمَرَّتْ عِصَابَةٌ مِّنَ
الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَتْ اِنَّ ذَالِكَ الرَّجُلَ فَعَلَ
بِيْ كَذَا وَكَذَا فَانْطَلَقُوْا فَاَخَذُوْا الرَّجُلَ الَّذِيْ
ظَنَّتْ اَنَّهٗ وَقَعَ عَلَيْهَا فَاَتَوْهَا بِهٖ فَقَالَتْ نَعَمْ هُوَ
هٰذَا فَلَمَّا اَمَرَ بِهٖ قَامَ صَاحِبُهَا الَّذِيْ وَقَعَ
عَلَيْهَا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا صَاحِبُهَا فَقَالَ

لَهَا اِذْهَبِيْ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ
قَوْلاً حَسَناً قَالَ اَبُوْدَاؤدَ الرَّجُلُ الْمَاخُوْذُ
وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا اُرْجُمُوْهُ"

ترجمہ (مصنف کی طرف سے) علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت نماز کے لئے گھر سے نکلی تو راستے میں ایک شخص نے اسے دیکھا پس اس نے اس پر غلبہ پالیا اور اپنے نفس کی پیاس بجھائی، اس پر وہ چیخی چلائی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا، اسی اثنا میں ایک آدمی کا گزر اس طرف سے ہوا تو اس عورت نے بتایا کہ ایک شخص نے اس طرح سے اسے رسوا کیا ہے، پھر مہاجرین میں سے ایک گروہ بھی اس طرف آنکلا اس نے انہیں بھی روداد سنائی تو وہ بھاگے اور اس شخص کو پکڑ لیا جس کے بارے میں اس عورت کا خیال تھا کہ اس نے اس سے زیادتی کی پس وہ اسے اس کے پاس لے آئے تو آپ نے اسے سزا دینے کا حکم دے دیا یہ دیکھ کر اصل مجرم کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول یہ میں تھا جس نے اس عورت سے زیادتی کی۔ اس پر آپ نے اس عورت سے کہا جا اللہ نے تجھے معاف کر دیا اور جو شخص شبہ میں پکڑا گیا تھا اس سے کلمات خیر فرمائے۔ پھر اس شخص کے بارے میں جس نے اس عورت سے زنا بالجبر کیا تھا فرمایا اسے رجم کردو۔

مصنف ص ۱۵۳ پر اس کے متصل لکھتے ہیں: ترمذی نے اس روایت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

اِنَّ اِمْرَأَةً خَرَجَتْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ

فَتَجَلَّلَهَا فَقَضٰی حَاجَتَهٗ مِنهَا فَصَاحَتْ
فَانطَلَقَ وَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ فَقَالَتْ اِنَّ ذٰلِکَ
الرَّجُلَ فَعَلَ بِیْ کَذَا وَکَذَا وَ مَرَّتْ بِعَصَابَةٍ
مِّنَ الْمُهَاجِرِیْنَ فَقَالَتْ اِنَّ ذَاکَ الرَّجُلَ فَعَلَ
بِیْ کَذَا وَکَذَا فَانطَلَقُوْا فَاَخَذُوا الرَّجُلَ الَّذِیْ
ظَنَّتْ اَنَّهٗ وَقَعَ عَلَیْهَا فَاَتَوْهَا فَقَالَتْ نَعَمْ هُوَ
هٰذَا فَاَتَوْا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَمَرَبِهٖ لِیُرْجَمَ قَامَ صَاحِبُهَا الَّذِیْ
وَقَعَ عَلَیْهَا فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا صَاحِبُهَا
فَقَالَ لَهَا اِذْهَبِیْ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَکِ وَقَالَ
لِلرَّجُلِ قَوْلاً حَسَناً وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِیْ وَقَعَ
عَلَیْهَا اُرْجُمُوْهُ وَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا
اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ"

ترجمہ (مصنف کی طرف سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک عورت نماز کے ارادے سے گھر سے نکلی، راستے میں ایک آدمی اسے ملا جس نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے خواہش پوری کی، وہ عورت چیخی چلائی، اتنے میں ایک شخص وہاں سے گزرا تو اس نے بتایا کہ اس شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی، پھر مہاجرین کی ایک جماعت گزری تو انہیں بتایا کہ اس شخص نے مجھ سے زیادتی کی وہ بھاگے اور انہوں نے اس شخص کو پکڑ لیا جس کے بارے میں اس عورت کا خیال تھا وہ مجرم ہے، اسے لے آئے تو عورت نے تصدیق کی کہ یہی شخص ہے۔ مہاجرین اسے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا تو اصل آدمی کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا یارسول اللہ یہ میں تھا آپ نے عورت سے کہا کہ وہ چلی جائے اللہ نے اسے معاف کر دیا اور جو شخص پکڑا گیا تھا اس سے کلمہ خیر فرمایا اور جس نے زیادتی کی تھی اس کے بارے میں حکم دیا کہ اسے رجم کر دیا جائے نیز فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر تمام مدینہ والے ایسی توبہ کرتے تو ان سب کی توبہ قبول ہو جاتی۔

مصنف ص ۱۵۴ پر اس کے متصل مزید لکھتے ہیں:

فَقَامَ صَاحِبُهَا الَّذِیْ وَقَعَ عَلَیْهَا فَقَالَ اَنَا
صَاحِبُهَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اِذْهَبِیْ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَکِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ قَوْلاً
حَسَناً فَقَالُوْا اَلاَ تَرْجُمُ صَاحِبَهَا فَقَالَ وَلَا (۱)
لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْتَابَهَا اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ لَقُبِلَ
مِنْهُمْ ذَکَرَهُ اَحْمَدُ وَاَهْلُ السُّنَنِ"

(ترجمہ مصنف کی طرف سے) جس آدمی نے عورت سے زیادتی کی تھی وہ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے عورت سے فرمایا تم جاؤ اللہ نے تمہیں بخش دیا اور پہلے شخص سے کلمات خیر فرمائے۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ زیادتی کرنے والے کو رجم نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ تمام مدینہ والوں کو کافی ہو سکتی ہے" (حدود آرڈیننس ص ۱۵۵)

(۱) ھکذا فی نقل المصنف والصحیح "لا" بغیر واو

حوالہ جات کا تعارض اور اختلاف:

مصنف کی پیش کردہ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابوداؤد اور صحاح ستہ کی ایک اور مشہور کتاب ترمذی شریف کا حوالہ آپ نے مصنف کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایا اس حوالہ میں یہ ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جس نے زیادتی کی تھی'' حکم دیا کہ اسے رجم کردیا جائے نیز فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر تمام مدینہ والے ایسی توبہ کرتے تو ان سب کی توبہ قبول ہوجاتی''

(ملاحظہ ہو حدود آرڈیننس ص ۱۵۴)

یاد رہے کہ ابوداؤد میں رجم اور توبہ دونوں کا ذکر تھا لیکن معلوم نہیں کہ مصنف نے اسے کیوں حذف کردیا بہرحال ترمذی کی عبارت میں رجم کے ساتھ توبہ کو مصنف نے بھی ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد مصنف نے امام احمد بن حنبل کی کتاب ''المسند'' سے یہی روایت بیان کی اس کے ترجمہ کے الفاظ آپ مصنف کی زبانی سنئے۔

''لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ کیا آپ زیادتی کرنے والے کو رجم نہیں فرمائیں گے آپ نے فرمایا نہیں اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ تمام مدینہ والوں کو کافی ہوسکتی ہے'' (حدود آرڈیننس ص ۱۵۵)

یاد رہے کہ یہ تین حدیثیں نہیں ہیں بلکہ تین کتابوں میں لکھا ہوا ایک ہی صحابی کا بیان ہے اور ایک ہی عورت کے بارے میں ایک ہی واقعہ سنایا جارہا ہے۔

اس میں دو کتابیں کہتی ہیں کہ اس صحابی نے یہ فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا کہ اپنی خوشی اور رضا سے زنا کا اقرار کرنے والے کو رجم کرو اگرچہ اس کی توبہ قبول ہے۔ جب کہ تیسری کتاب یہ کہتی ہے صحابہ کرام نے گزارش کی تھی کہ آپ اس کو رجم نہیں کریں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف انکار فرما دیا اور ساتھ ہی اس کے اقرار کو توبہ قرار دے کر اس کی قبولیت کا اعلان فرمادیا۔

فقہاء ومحدثین ایسے موقع پر کہتے ہیں ''اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا'' جب ایک ہی صحابی کے دو بیان آپس میں متعارض ہوجائیں تو وہ دونوں ساقط الاعتبار ہوجاتے ہیں۔ دنیا بھر کے منصفانہ قوانین بھی یہی کہتے ہیں کہ گواہ کے متضاد اقوال میں سے کوئی بھی قابل اعتبار نہیں رہتا مگر حیرت کی بات ہے کہ مصنف اس سے یہ ثابت کررہے ہیں کہ صرف زنا بالجبر کی سزا رجم ہے اور کسی چیز کی نہیں۔

علماء، دانشوروں اور قانون دان طبقہ پر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ مصنف نے یہاں سراسر لاقانونیت اور دھاندلی سے کام لیا ہے۔

مصنف کی قلابازی:

جیسا کہ آپ نے مصنف کے کلام میں صفحہ نمبر ۱۵۲ پر مصنف کا یہ دعویٰ پڑھا کہ زنا بالجبر میں سزا دینے کے لئے نہ گواہی کی ضرورت ہے اور نہ محصن ہونے کی یعنی رجم کردیا جائے گا۔ اب جب کہ آگے چل کر مصنف نے مسند امام احمد بن حنبل کا حوالہ دیا تو خیال آیا کہ آخر دنیا کے لوگ عقل تو رکھتے ہیں وہ اس تعارض پر میرے بارے

میں کیا نقطہ نظر قائم کریں گے۔ پھر یہ بھی غالباً خیال آیا کہ ہم نے تو مجرموں کو نوازنے کے لئے یہ کتاب لکھی ہے۔ خواتین تو پہلے جملے سے خوش ہوگئیں اور ان کو اس روایت سے ہم نے یہ بھی بتا دیا کہ مجبور کی جانے والی پر کوئی سزا نہیں لیکن وہ با اقتدار حضرات جو اپنے مال، دولت، عزت، کرسی کی بناء پر انتہائی طاقت ور ہوتے ہیں اگر انہوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ بندہ ہمیں مروا دے گا اور ہم رجم کے مستحق ہوجائیں گے تو وہ میری کتاب نہیں چھپوائیں گے اور حکومت کے مناصب عالیہ کے دروازے میرے لئے بند ہوجائیں گے تو فوراً ہی الٹی قلابازی کھائی اور لکھا کہ ''زنا بالجبر کے مرتکب ایسے مجرم پر کوئی سزا نہیں جس نے توبہ کرلی ہو''

مصنف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں

> ''اگر مسند احمد کی روایت درست ہے جسے علامہ ابن القیم نے ترجیح دی ہے تو بات اور بھی واضح ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا بالجبر کو حرابہ قرار دیا اور جب ایک شخص نے خود اعتراف کرکے اپنے آپ کو عدالت میں پیش کردیا تو آیت حرابہ کے حکم کے مطابق
>
> **اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ** (المائدہ ۵:۳۴)
>
> البتہ اگر گرفتاری سے پہلے وہ توبہ کرلیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے اس کی توبہ قبول کرکے سزا معاف کردی گئی۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۵۵، ص ۱۵۶)

ترجمہ قرآن میں مصنف کی صریح تحریف:

مصنف نے اپنے بیان کو زوردار بنانے کے لیے بطور مغالطہ ایک آیت بھی پیش کی تھی جس کا ترجمہ یہ تھا

''اگر تم ڈاکہ زنی (جسے قرآن میں حرابہ کہا گیا) کے مجرموں پر قابو نہ پاسکو اور وہ پہلے توبہ تائب ہوجائیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے''

مصنف نے آگے یہ جملہ ترجمے میں اپنی طرف سے بڑھا دیا ''اس کی توبہ قبول کر کے سزا معاف کر دی گئی'' اللہ تعالیٰ مصنف کو ہدایت دے ایک دھاندلی کو ثابت کرنے کے لیے تحریف پر تحریف کو اپنا شیوا بنالیا ہے اس جملے کو مصنف اگر بریکٹ میں لکھتا یا کم از کم قومہ پہلے ختم کرتا یا حوالہ ظاہر کرنے کا ہندسہ پہلے لگا دیتا تو ہم سمجھتے کہ اس نے آیت کی تفسیر بیان کی ہے مگر ان باتوں کا لحاظ تو وہ رکھے جس کو حساب آخرت کا ڈر ہو مصنف کو حکامِ دنیا کا خوف شاید زیادہ تھا۔

مصنف کی پیش کردہ حدیث کا جواب:

مصنف نے اس بارے میں جو حدیث ابوداؤد، ترمذی، اور مسند احمد بن حنبل سے پیش کی وہ سند اور متن دونوں کے اعتبار سے ناقابل عمل ہے یہ روایت تینوں کتابوں میں اوپر سے ایک ہی سند سے آئی ہے اور وہ یہ ہے۔

> ''اِسْرَائِیْلَ عَنْ سِمَاکِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْهِ'' (مسند احمد ص ۴۲۷ جلد ۶ ص ۴۲۸ طبع ملتان، جامع ترمذی ص ۲۶۹ طبع کراچی، بحوالہ ابوداؤد ص ۲۴۶/۲۴۷ جلد ۲ طبع مصر،) (16)

اس روایت میں حضرت وائل سے روایت کرنے والے ان کے بیٹے علقمہ بن وائل ہیں وہ یہ نہیں فرمارہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے بلکہ روایت میں عَنْ اَبِیْہِ کے لفظ ہیں اور قول صحیح پر علقمہ بن وائل کا سماع اس کے والد سے ثابت نہیں۔ امام جرح ونقد یحیی بن معین اس کے سماع کا انکار کرتے ہیں یعنی انہوں نے اپنے باپ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص ۳۶۷ (طبع نشر السنہ لاہور) تہذیب التہذیب ص ۲۴۷ جلد ۷ (طبع عبدالتواب اکیڈمی ملتان) اور میزان الاعتدال ص ۱۰۸ جلد ۳ (طبع دار الفکر، بیروت) (17)

ترمذی نے اگرچہ علقمہ کا سماع اس کے والد سے مانا ہے لیکن امام یحیی بن معین کا علم جرح وتعدیل میں جو رتبہ ہے ترمذی کا وہ رتبہ نہیں اس لئے ان تینوں کتابوں میں ان کے قول کو نقل کرنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی گئی یعنی وہ اس قابل نہیں کہ اسے یحیی بن معین کے مقابل جگہ دی جائے۔

اور ان سے روایت کرنے والے سماک بن حرب ہیں۔ امام احمد سے ہے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے۔ شعبہ اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ ابن عمار نے کہا کہ قدیم محدثین یہ کہتے تھے کہ وہ غلطیاں کیا کرتا تھا اور اس کی حدیث کے قبول کرنے میں اختلاف ہے ثوری اسے کچھ ضعیف قرار دیتے تھے۔ ابوحاتم نے کہا ویسے تو سچے ہیں ثقہ ہیں لیکن ہیں اسی طرح جس طرح امام احمد نے فرمایا یعنی ان کی حدیث میں اضطراب ہوتا ہے۔ ابن مبارک سے روایت ہے کہ سماک روایت حدیث میں ضعیف ہے۔ نسائی نے کہا اس کی حدیث میں کچھ ہے۔ صالح جزرہ نے کہا وہ ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔ ابن خراش نے کہا اس کی حدیث میں لین اور

نرمی ہے۔ ثوری نے اس کو ضعیف کہا۔

کتاب الثقات میں ابن حبان نے کہا خطائیں بہت کرتا ہے۔ نسائی نے کہا بسااوقات اسے تلقین کی جاتی تھی یعنی یہ بات یوں نہیں یوں ہے تو وہ اپنے بتانے والے کی بات مان جاتا تھا۔ اس لئے جب وہ کسی حدیث میں منفرد ہو تو وہ حدیث حجت نہیں ہوگی اور بزار نے اپنی مسند میں کہا کہ سماک ایک مشہور شخص تھا میرے علم میں نہیں کہ کسی نے اسے ترک کیا ہو اور وہ اپنی موت سے پہلے متغیر حافظے والا ہو گیا تھا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ بڑھاپے کی اس حد پر پہنچ گیا تھا جہاں دماغ کی چولیں ڈھیلی پڑجاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۲۰۱ جلد ۴ تا ص ۲۰۴ (طبع عبدالتواب ملتان)(18)

ابوداؤد ایک سند اس کے ساتھ اور لائے ہیں وہ اسباط بن نصر سے ہے۔

"قَالَ اَبُوْدَاوُدَ رَوَاہُ اَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ اَیْضاً عَنْ سَمَّاکٍ"

(ابوداؤد ص ۲۴۷ ج ۲ طبع مصر) (19)

اس روایت کا دارومدار بھی سماک پر ہے یعنی یہ سند ایک ہی ہے صرف یہ کہ سماک کے دو شاگرد ہیں جو ان سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں ایک اسرائیل اور دوسرا اسباط بن نصر۔

چنانچہ تقریب التہذیب ص ۳۳ پر ہے "اَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ صَدُوْقٌ کَثِیْرُ الْخَطَاءِ یعنی یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ یَغْرُبُ ایسے ایسے الفاظ لاتا ہے جو کوئی دوسرا روایت نہیں کرتا"

تہذیب التہذیب میں ہے۔

''قَالَ حَرْبٌ قُلْتُ لِاَحْمَدَ كَيْفَ حَدِيْثُهٗ قَالَ
مَا اَدْرِىْ وَكَاَنَّهٗ ضَعَّفَهٗ وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ سَمِعْتُ
اَبَانُعَيْمٍ يُضَعِّفُهٗ وَقَالَ اَحَادِيْثُهٗ عَامِيَةٌ سَقَطٌ
مَقْلُوْبُ الْاَسَانِيْدِ وَقَالَ النَّسَائِىُّ لَيْسَ
بِالْقَوِىِّ قُلْتُ عَلَّقَ لَهُ الْبُخَارِىُّ حَدِيْثًا فِى
الْاِسْتِسْقَاءِ وَقَدْ وَصَلَهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ
وَالْبَيْهَقِىُّ فِى السُّنَنِ الْكَبِيْرِ وَهُوَحَدِيْثٌ
مُنْكَرٌ اَوْضَحْتُهٗ فِى التَّعْلِيْقِ وَقَالَ الْبُخَارِىُّ
فِىْ تَارِيْخِهِ الْاَوْسَطِ صَدُوْقٌ وَذَكَرَ ابْنُ
حَبَّانَ فِى الثِّقَاتِ وَسَيَأْتِىْ فِىْ تَرْجَمَةِ مُسْلِمِ
بْنِ الْحُجَّاجِ اِنْكَارَ اَبِىْ زُرْعَةَ عَلَيْهِ اِخْرَاجَهٗ
لِحَدِيْثِ اَسْبَاطٍ هٰذَا وَقَالَ السَّاجِىُّ فِى
الضُّعَفَاءِ رَوٰى اَحَادِيْثَ لَايُتَابَعُ عَلَيْهَا عَنْ
سَمَّاكِ بْنِ حَرْبٍ''

(تہذیب التہذیب ص۱۸۶ ج۱ طبع عبدالتواب ملتان)(20)

امام احمد سے حرب نے سوال کیا کہ اسباط بن نصر کی حدیثیں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا مجھے نہیں پتا۔ حرب کہتے ہیں گویا انہوں نے اسباط کو ضعیف قرار دیا۔ ابو حاتم نے کہا میں نے ابونعیم سے سنا وہ اسے ضعیف قرار دیتے تھے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس کی احادیث عام قسم کی ہیں قابل قدر نہیں ہیں سندیں تبدیل شدہ ہیں۔ امام

نسائی نے کہا قوی نہیں ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ امام بخاری تعلیقاً کتاب الاستقاء میں اس سے حدیث لائے۔ (تعلیقات بے سند حدیثیں ہوتی ہیں) امام احمد نے اور امام بیہقی نے سنن کبیر میں اس حدیث کی سند بھی بیان کی (ابن حجر لکھتے ہیں) اور وہ حدیث منکر (انتہا درجہ کی ضعیف) ہے میں نے اپنی تعلیق میں اس کی وضاحت کی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ اوسط میں اسے صدوق کہا اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس کا ذکر کیا اور امام مسلم کے حالات میں یہ بات آئے گی کہ ابوزرعہ نے اسباط کی روایت لانے پر مسلم پر اعتراض کیا۔ ساجی نے کتاب الضعفاء میں کہا کہ اس شخص نے سماک بن حرب سے ایسی حدیثیں روایت کیں جس پر اس کا ساتھ کوئی نہیں دیتا''

(تہذیب التہذیب ص۱۸۶ جلد اوّل طبع عبدالتواب ملتان)

محدثین کے نزدیک مذکورہ بالا حدیث کی حیثیت:

محدثین کے نزدیک اس حدیث میں ایک سے زیادہ جگہ پر کلام ہے۔

نمبر۱۔ یہ کہ اس روایت کا راوی علقمہ بن وائل ہے اگرچہ وہ اپنے والد ماجد سے روایت کررہا ہے تاہم جمہور محدثین کے نزدیک اس کا سماع اس کے باپ سے ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص ۳۶۷ (طبع نشر السنہ لاہور) تہذیب التہذیب ص ۲۴۷ جلد ۷ (طبع عبدالتواب اکیڈمی ملتان) میزان الاعتدال ص ۱۰۸ جلد ۳ (طبع دار الفکر بیروت) (21)

اگرچہ ترمذی نے علقمہ کا سماع مانا ہے لیکن جمہور کے مقابل ان کے قول کو تسلیم نہیں کیا گیا اس لئے کہ ترمذی سے راویوں کے بارے میں کبھی تساہل ہوجاتا ہے، دلیل یہ ہے کہ مذکورہ بالا کتب اسماء رجال میں محدث ذہبی اور محدث حافظ ابن حجر نے

ترمذی کے قول کو درخور اعتناء نہیں سمجھا جس کا حوالہ اوپر گزرا ہے۔

اور جب کوئی راوی کسی ایسے شخص سے روایت کرے جس سے اس نے خود نہ سنا ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس نے کسی دوسرے راوی سے سنا ہے۔ جس کا ذکر نہیں کیا تو لازماً درمیان میں کم از کم ایک راوی کا ذکر نہیں ہوا تو ایسی حدیث کو منقطع کہتے ہیں اور ایسی حدیث محدثین کے نزدیک رد کردی جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر ''نخبۃ الفکر'' میں لکھتے ہیں۔

''ثُمَّ الْمَرْدُوْدُ اِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ لِسَقْطٍ اَوْطَعْنٍ فَالسَّقْطُ اِمَّااَنْ یَّکُوْنَ مِنْ مَبَادِی السَّنَدِ مِنْ مُصَنِّفٍ اَوْمِنْ اٰخِرِہٖ بَعْدَ التَّابِعِیِّ اَوْ غَیْرِ ذٰلِکَ فَالْاَوَّلُ الْمُعَلَّقُ وَالثَّانِیْ ھُوَالْمُرْسَلُ وَالثَّالِثُ اِنْ کَانَ بِاثْنَیْنِ فَصَاعِداً مَعَ التَّوَالِیْ فَھُوَ الْمُعْضَلُ وَاِلَّا فَالْمُنْقَطِعُ ثُمَّ قَدْ یَکُوْنُ وَاضِحاً اَوْخَفِیًّا'' (نخبۃ الفکر متن نزھۃ النظر ص ۶۰ تا ص ۶۵ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان) (22)

یعنی وہ حدیث جو رد ہوتی ہے اس کا رد ہونا یا تو سند سے کچھ سقوط کی وجہ سے ہوگا یا کسی راوی پر طعن کی وجہ سے پھر سند کا سقوط یا تو مصنف کے تصرف سے سند کی ابتداء سے ہوگا یا اس سند کے آخر سے تابعی کے بعد یا اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے۔ قسم اول کو معلق کہتے ہیں اور قسم ثانی کو مرسل کہتے ہیں اور قسم ثالث کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ کہ دو یا دو سے زیادہ راوی متصل کا سقوط ہو تو اسے معضل کہتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ منقطع ہے۔

حافظ ابن حجر شرح میں فرماتے ہیں کہ منقطع میں سقوط کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ سقوط دو راویوں کا سند کے مختلف مقام سے ہو متصل نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ سند میں کہیں سے فقط ایک راوی کا سقوط ہوا ہو تو وہ بھی منقطع کہلاتی ہے''

پھر اس کے بعد کبھی تو سقوط واضح ہوتا ہے (راوی مروی عنہ کے ہم زمان نہ ہو) اور کبھی سقوط خفی ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا روایت منقطع ہے:

مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ علقمہ بن وائل اور ان کے والد کے درمیان کوئی راوی گرا ہوا ہے اور منقطع روایت، منقطع سند والی حدیث رد ہو جاتی ہے لہٰذا یہ حدیث قابل قبول نہیں۔

حدیث صحیح کی جو تعریف محدثین نے کی ہے وہ یہ ہے

''خَبَرُ الْاٰحَادِ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِ الضَّبْطِ مُتَّصِلُ السَّنَدِ غَیْرُ مُعَلَّلٍ وَلَاشَاذٌ وَھُوَ الصَّحِیْحُ لِذَاتِہٖ .... فَاِنْ خَفَّ الضَّبْطُ فَالْحَسَنُ لِذَاتِہٖ'' نخبۃ الفکر متن نزھۃ النظر ص ۳۰ تا ص ۴۱ (طبع فاروقی کتب خانہ ملتان) (23)

روایت مذکورہ صحیح السند نہیں:

یعنی خبر احاد جب کسی ایسے عدل کی نقل سے ہو جو اس حدیث کا کامل الضبط رکھتا ہو اور وہ حدیث متصل سند والی ہو (منقطع وغیرہ نہ ہو) اور وہ حدیث نہ معلل ہو نہ شاذ ہو وہ صحیح لذاتہ کہلاتی ہے اگر باقی سارے شرائط پائے جائیں لیکن راوی کے

ضبط میں معمولی سی کمی ہو تو وہ حسن لذاتہٖ کہلاتی ہے پھر اگر اس طرح کی حسن کئی سندوں سے آئے تو اسے بھی صحیح لغیرہٖ کہتے ہیں۔

محدثین کے اس قانون سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث صرف اس ایک اعتراض کے بناء پر صحیح کی تعریف سے خارج ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کے دوسرے راویوں پر بھی اعتراض ہوا ہے ان کی وجہ سے بھی یہ حدیث نہ صرف یہ کہ صحیح کی تعریف سے نکل جاتی ہے بلکہ عدم اتصال اور بوجہ کمی حافظہ راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف کی تعریف میں داخل ہو جاتی ہے۔

مذکورہ روایت معلل ہے:

صحیح کی تعریف میں یہ بات اوپر گذر چکی ہے کہ وہ روایت معلل ہو اور نہ شاذ۔ معلل کسے کہتے ہیں "یہ وہ روایت ہے جس میں راوی کو ایسا وہم ہو گیا ہو جو حدیث کو مقبولیت کے درجے سے نکال کر رد کر دے"

چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

(ثُمَّ الْوَهْمُ .... اِنْ اطَّلَعَ عَلَيْهِ .... بِالْقَرَائِنِ) الدَّالَّةِ عَلٰى وَهْمِ رَاوِيْهِ مِنْ وَصْلِ مُرْسَلٍ اَوْ مُنْقَطِعٍ اَوْ اِدْخَالِ حَدِيْثٍ فِیْ حَدِيْثٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِکَ مِنَ الْاَشْيَاءِ الْقَادِحَةِ وَيَحْصُلُ مَعْرِفَةُ ذٰلِکَ بِكَثْرَةِ التَّتَبُّعِ (وَجَمْعِ الطُّرُقِ) هٰذَا هُوَ (الْمُعَلَّلُ) وَهُوَ مِنْ اَغْمَضِ اَنْوَاعِ

عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ وَاَدَقِّهَا وَلَا يَقُوْمُ بِهٖ اِلَّا مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهْمًا ثَاقِبًا وَحِفْظًا وَاسِعًا وَمَعْرِفَةً تَامَّةً بِمَرَاتِبِ الرُّوَاةِ وَ مَلَكَةٍ قَوِيَّةٍ بِالْاَسَانِيْدِ وَالْمُتُوْنِ وَلِهٰذَا لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ اِلَّا قَلِيْلٌ مِنْ اَهْلِ هٰذَا الشَّأْنِ كَعَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَاَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلَ وَالْبُخَارِیْ وَيَعْقُوْبَ ابْنِ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَبِیْ حَاتِمٍ وَاَبِیْ زُرْعَةَ وَالدَّارِقُطْنِیْ وَقَدْ يَقْصُرُ عِبَارَةُ الْمُعَلِّلِ عَنْ اِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلٰى دَعْوٰهُ كَالصَّيْرَفِیْ فِیْ نَقْدِ الدِّيْنَارِ وَالدَّرَاهِمِ" (شرح نخبۃ الفکر ص۷۴ تا ص ۷۵ طبع فاروقی ملتان) (24)

وہم کا حکم یہ ہے کہ اگر اس پر ایسے قرائن اور علامات کے ذریعے اطلاع ہو جائے جو اس کے راوی کے وہم پر دلالت کرتے ہوں۔ جیسے مرسل یا منقطع کو متصل کر دینا یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دینا یا اس کی مانند دوسرے امور جو حدیث میں جرح وقدح کا موجب ہوں اور ان امور کی پہچان احادیث کی بکثرت چھان بین اور ان کی مختلف سندوں کو جمع کرنے سے حاصل ہوتی ہے تو یہ معلل ہے۔ جس کا علم علوم حدیث کے انواع میں سے انتہائی مشکل اور باریک ہے جو اس شخص کے حصے میں آتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے روشن سمجھ، وسیع حافظہ اور راویوں کے مراتب کی

مکمل پہچان عطا فرمائی ہو اور سند اور متن کے بارے میں قوی ملکہ دیا ہو۔ اس لئے علم معلل کے بارے میں بہت ہی کم محدثین نے کلام کیا جیسے علی بن مدینی، احمد بن حنبل، بخاری، یعقوب بن ابی شیبہ ابو حاتم، ابوزرعہ اور دارقطنی رحمھم اللہ۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حدیث کو معلل قرار دینے والا معلِّل اپنے الفاظ میں اس حدیث کے معلَّل ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتا جیسا کہ سونے چاندی کے پرکھنے والا اصراف دینار اور درہم کی خرابی پر کوئی دلیل لانے سے قاصر رہتا ہے۔

(شرح نخبۃ الفکر ص ۷۴ تا ص ۷۵ طبع فاروقی ملتان)

محدث حافظ ابن حجر کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ معلل حدیث نا قابل قبول ہوتی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس میں محدث کسی سبب پر روشنی ڈال سکتا ہے جیسے حدیث کا مضطرب ہونا وغیرہ اور دوسرا یہ کہ اس میں محدث کو پتا تو چل جاتا ہے کہ یہ معلل ہے لیکن معلل ہونے کے سبب پر روشنی نہیں ڈال سکتا۔

زیرِ غور روایت معلل ہے:

اس لئے کہ امام احمد بن حنبل نے سماک بن حرب کی حدیثوں کو مضطرب قرار دیا اور یہی احمد بن حنبل ہی ہیں جنہوں نے سند میں یہی حدیث سماک بن حرب سے روایت کی اور اس کی مختلف سندوں کے ملانے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ متن حدیث ایک دوسرے سے متعارض ہے جیسا کہ اس سے قبل مختلف کتابوں کے حوالے سے یہ بات سامنے آچکی ہے علاوہ ازیں معلل کی ایک دوسری قسم جس کے بارے میں یہ کہا گیا کہ محدث اس پر نکتہ چینی کرتا ہے مگر خرابی کی وجہ بتانے سے قاصر

رہتا ہے وہ قسم بھی اس حدیث میں پائی جاتی ہے اس لئے امام نسائی کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے کہ سماک بن حرب کی حدیث میں کوئی بات قابلِ اعتراض ہے پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث معلل کی دونوں قسموں کی جامع ہے۔ جبکہ صحیح کی تعریف میں یہ شرط گزر چکی ہے کہ وہ معلل نہ ہو لہٰذا یہ حدیث قطعاً صحیح نہیں بلکہ قابل رد ہے۔

فقہاء کے اقوال کی روشنی میں حدیثِ مذکور کا جائزہ:

محدثین اپنی اصطلاح میں جس روایت کو معلل کہتے ہیں فقہاء اسے منقطع باطنی کہتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ محدثین بسا اوقات کسی حدیث کو معلل کہہ کر رد کرتے ہیں لیکن خرابی کی وجہ واضح نہیں کر سکتے۔ جبکہ فقہاء کے ہاں ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ خرابی کی وجہ بھی واضح کرتے ہیں۔

انقطاع باطنی کی تعریف:

فقہاء کے قواعد کے مطابق انقطاع باطنی کی تعریف مندرجہ ذیل ہے۔

''اَلتَّقْسِیْمُ الثَّانِیُ فِی الْاِنْقِطَاعِ فَھُوَ نَوْعَانِ ظَاھِرٌ وَ بَاطِنٌ اَمَّا الظَّاھِرُ ...... وَاَمَّا الْبَاطِنُ فَاِنْ کَانَ لِنُقْصَانٍ فِی النَّاقِلِ فَھُوَ عَلٰی مَاذَکَرْنَا {مِنْ عَدَمِ قُبُوْلِ خَبَرِ الْکَافِرِ وَالْفَاسِقِ وَالصَّبِیِّ وَالْمُغَفَّلِ (نور الانوار)} وَاِنْ کَانَ بِالْعَرْضِ بِاَنْ خَالَفَ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ الْمَعْرُوْفَۃَ اَوِ الْحَادِثَۃَ الْمَشْھُوْرَۃَ اَوْ اَعْرَضَ عَنْہُ الْاَئِمَّۃُ مِنَ الصَّدْرِ الْاَوَّلِ کَانَ

مَرْدُوْداً مُنْقَطِعاً اَیْضاً (25)

المنار متن نورالانوار ص ۱۸۶/۱۸۵ (طبع دارالحدیث ملتان)

''دوسری تقسیم انقطاع کے بارے میں ہے اور انقطاع دو قسم پر ہے۔
انقطاع ظاہر اور انقطاع باطن (پھر انقطاع ظاہر پر روشنی ڈالی اور اس کے بعد لکھا) رہا انقطاع باطن تو اگر وہ ناقل میں کسی کمی کی وجہ سے ہو تو وہ اسی طرح پر ہوگا جس طرح ہم ناقل کے بارے میں بیان کر آئے ہیں کہ کافر، فاسق، بچے اور غافل مزاج اشخاص کی خبر اور روایت قبول نہیں ہوتی اور اگر اس دلیل کو دوسرے دلائل پر پیش کرنے سے اس میں نقص ظاہر ہوتا ہو بایں طور کہ وہ روایت کتاب اللہ ۔ کے مخالف ہے یا ایسی سنت کے جو امت میں مشہور و معروف ہو یا کسی مشہور واقعہ کے خلاف آئی ہو یا اول عہد کے علماء اور ائمہ نے اس حدیث کو ترک کر دیا ہو اور اس سے منہ موڑ لیا ہو۔ ایسی حدیث بھی انقطاع باطنی کی وجہ سے منقطع ہو کر رد ہوگی''

(المنار متن نورالانوار ص ۱۸۶/۱۸۵ طبع ملتان)

فقہاء کرام کے مذکورہ بالا ارشاد کی روشنی میں جب ہم اس روایت کو دیکھتے ہیں تو یہ قرآن مجید کے صریح ارشاد ''لَوْلَا جَاءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ'' (سورہ نور آیت نمبر ۱۳)
یعنی بدکاری کی تہمت لگانے والے اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک تہمت لگانے والے ہی جھوٹے ہیں۔

یہ خبر واحد اگر صحیح قرار پائے تو اس آیت کے مخالف ہے۔ لہٰذا معلل اور منقطع باطنی قرار پا کر رد ہو جائے گی۔

نتیجہ بحث:

ثابت ہوا کہ یہ روایت اپنے الفاظ، معنٰی اور اپنی سند اور متن ہر ایک کے پیش نظر قطعی رد اور ناقابل قبول ہے۔

ہماری بحث پر ممکنہ اعتراض کا جواب:

الحمد للہ اس حدیث کے بارے میں کلام اپنے کمال کو پہنچا۔ یہ ایک ہی حدیث تھی جس کی بناء پر حدود آرڈیننس کے مصنف یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ زنا بالجبر کی حد میں کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہوتی اس کے ناقابل قبول ہونے کے بعد مصنف کے استدلال کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے گر جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے مصنف اس کے بچانے کے لئے یہ اعتراض سامنے لائیں۔

زنا بالجبر حرابہ نہیں:

مصنف کا موقف یہ ہے کہ زنا بالجبر حرابہ ہے عام زنا نہیں اور حرابہ میں گواہ لانا ضروری نہیں کیونکہ قرآن مجید میں حرابہ کی سزا بیان کرتے وقت گواہوں کی قید نہیں لگائی گئی۔ تو اس کے جواب میں گزارش ہے کہ آج تک جن چاروں فقہاء کے مذاہب امت میں مروّج ہیں ان میں سے کسی کی نص نہیں ہے کہ زنا بالجبر کی سزا عام زنا کی سزا سے مختلف ہے۔ نہ ہی قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ ذکر ہے کہ زنا کی دو قسمیں ہیں۔ زنا بالجبر اور زنا بالرضا اور دونوں کی مختلف سزائیں ہیں۔ احادیث نبویہ (جو اس بارے میں مشہور ہیں بلکہ اگر کہا جائے کہ متواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں تو کوئی بعید نہیں) میں زنا کی ایک جیسی سزا مقرر کی گئی ہے۔

کسی حدیث میں اس کی تصریح نہیں کہ زنا بالجبر کی سزا زنا بالرضا سے مختلف ہوتی ہے۔ اور نہ یہ کہ زنا بالرضا کی سزا کبھی بھی رجم نہیں ہوئی اور یہ کہ زنا بالجبر کا مرتکب اگر وہ شخص ہو جس پر بوجہ عدم احصان رجم لازم نہیں تو اسے رجم کیا جائے۔ یہاں تک کہ یہ روایت جو خود مصنف نے پیش کی اور اس کا نا قابل اعتبار ہونا اوپر بیان ہو چکا ہے اس میں بھی یہ تصریح نہیں کہ زنا بالجبر کی سزا اور ہے اور زنا بالرضا کی اور۔ امت کے چاروں فقہاء جن کے مذہب پر امت کا عمل ہے بلکہ ابن حزم جیسے ظاہری اور ان کے اتباع ابن تیمیہ اور ابن قیم اور زیدی فقہ کے فقہاء حتی کہ علامہ شوکانی تک کوئی سلسلہ فقہ اور سلسلہ حدیث اس فرق کا قائل نہیں اور نہ مصنف ایسی کوئی روایت پیش کر سکے بڑی بھاگ دوڑ سے اس نے قاضی عیاض مالکی کی ایک بحث کا ذکر کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف لکھتے ہیں؟

"قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ان کے ایام قضا میں ایک قافلے پر کچھ افراد نے حملہ کر کے ایک عورت کو اٹھا لیا جب وہ پکڑے گئے اور مقدمہ میرے سامنے پیش ہوا تو کچھ مفتیوں کی رائے تھی کہ یہ حرابہ نہیں ہے کیونکہ حرابہ کا تعلق مال سے ہے عصمت سے نہیں میں نے انہیں جواب دیا کہ افسوس تمہیں احساس نہیں کہ عزت لوٹنا مال لوٹنے سے بڑا جرم ہے لوگ اپنے سامنے اپنے مال کی تباہی برداشت کر لیتے ہیں لیکن کوئی شخص

اپنی بیوی یا بیٹی کی عزت لٹتے نہیں دیکھ سکتا۔ اگر اللہ کی مقرر کردہ سزا سے زیادہ سزا دی جا سکتی تو ان عصمت دری کرنے والوں کو زیادہ سزا دی جاتی"

(حدود آرڈیننس ص ۱۲)

مصنف نے قاضی عیاض کی طرف منسوب عبارت کو جس بات کی تائید میں پیش کیا ہے وہ مندرجہ ذیل دعوؤں کا مجموعہ ہے۔

I- یہ کہ رجم کوئی حد نہیں بلکہ ایک تعزیر ہے جو حاکم جاری کر سکتا ہے۔ II- یہ کہ اس تعزیر کو مناسب ہے کہ اس وقت جاری کیا جائے جب کسی مرد نے کسی عورت سے زبردستی کی ہو۔ III- رجم حد ہے لیکن اسے گھٹایا بھی جا سکتا ہے بڑھایا نہیں جا سکتا۔ IV- رجم کی حد زنا بالرضا پر نہیں بلکہ زنا بالجبر والے مرد پر ہے۔ V- زنا بالرضا میں سو کوڑوں کی حد لگائی جائے گی۔ VI- یہ کہ زنا خالص سے نیچے جتنے بے راہ روی کے کام ہیں ان میں سے کوئی کام کرنا نہ کسی حد کا موجب ہے نہ سزا کا۔ VII- یہ کہ رجم کے ثابت کرنے کے لئے کسی گواہی کی ضرورت نہیں نہ چار کی نہ دو کی نہ ایک کی نہ مرد کی نہ عورت کی بلکہ صرف جبر کا شکار ہونے والی خاتون کا دعویٰ کافی ہے۔

اب ان امور پر مصنف بھاگ دوڑ کر کے جو دلائل لائے ہیں وہ قاضی عیاض سے منسوب ایک عبارت ہے جو خود ان کی کسی کتاب سے پیش نہیں کی گئی اور نہ ہی ان کی کسی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے بلکہ کسی اور شخص کی کتاب "احکام القران لابن العربی" سے پیش کی گئی ہے اس عبارت کو اگر تسلیم کر لیا جائے جس کے عربی الفاظ بھی مصنف نے نقل نہیں کئے تو بھی یہ حوالہ نہ مصنف کو مفید ہے اور نہ ہمیں مضر۔ مصنف

کے الفاظ میں ہی اس کا قصہ یہ ہے کہ کسی قافلے پر چڑھائی کر کے کچھ ڈاکو ایک خاتون کو زبردستی اغوا کر کے لے گئے یعنی اور کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ ظاہر ہے کہ عورت جب برآمد ہوگئی تو بھی اس نے کوئی الزام زنا کا نہ لگایا ورنہ مصنف اغوا کے ساتھ زنا کے جرم کا اضافہ کرتے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اس خاتون کو غائب ہی کر دیا ہو۔ ان صورتوں میں بعض فقہاء کا کہنا یہ تھا کہ ان ڈاکوؤں نے نہ تو قتل کیا ہے نہ مال لوٹا ہے لہٰذا انہیں قتل، پھانسی یا ہاتھ پاؤں کاٹنے کی حد نہیں لگائی جائے گی۔ قاضی صاحب نے اسکے جواب میں یہ نہیں کہا کہ انہوں نے خاتون کو غائب کر دیا تو وہ قتل کے قائم مقام ہے تو ثابت ہوا کہ خاتون غائب نہیں کی گئی تھی۔ قاضی عیاض صاحب نے یہ بھی نہیں کہا کہ خاتون کو اغوا کر لینا اسے قتل کرنے کی طرح ہے اور نہ یہ فرمایا کہ خاتون سے زنا کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔ ثابت ہوا کہ قاضی عیاض نہ اس خاتون سے زنا بالجبر کا قول کر رہے تھے اور نہ ہی مجرم فریق کے قتل کی بات کرتے تھے۔ وہ صرف اتنی بات فرما رہے تھے کہ مال چرانے پر ایک ہاتھ اور پاؤں کاٹا جاتا ہے تو عورت چرانے پر کیوں نہ کاٹا جائے۔ ثابت ہوا کہ وہ زنا کا الزام ثابت نہیں پا رہے تھے۔ بلکہ صرف عورت کو اٹھا لے جانے کی بات کر رہے تھے اور اسکی سزا میں بھی قتل کو تجویز نہیں کر رہے تھے بلکہ ایک ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کو نیز یہ کہ اس کلام میں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ یہ الزام فقط عورت نے لگایا تھا اور اس میں کوئی گواہ موجود نہیں تھا۔ عورت کو تو پکڑ کر لے گئے تو اس نے یہ الزام قاضی صاحب کے سامنے کیا وائرلس یا ٹیلی فون کے ذریعے لگایا تھا جبکہ یہ چیزیں ابھی ایجاد بھی نہیں ہوئیں تھیں۔ تو گواہی کے بغیر سزا کا دعویٰ بھی ثابت نہ ہوا۔

لہٰذا یہ مسئلہ ہی سرے سے اور ہو گیا قاضی عیاض نہ زنا بالجبر مان رہے ہیں نہ اسکی سزا میں قتل کا مطالبہ کر رہے ہیں نہ رجم کرنے کا حکم لگا رہے ہیں نہ بغیر گواہوں کے زنا ثابت مان رہے ہیں۔ لہٰذا قاضی صاحب کی اس عبارت کو پیش کرنا نہ مصنف کے لئے فائدہ مند ہوا اور نہ ہمارے لئے نقصان دہ۔ کیوں کہ اس کا زیر بحث امور سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

اس طرح اگر آج کل ہو (بلکہ ہوتا رہتا ہے) کہ سکول کالج کی پڑھی لکھی خواتین کسی سے خفیہ سیٹنگ کر لیں تو اس کو گھر لے جانے کے لئے جو رشتے دار آیا ہے اسکو ہتھیاروں سے خوفزدہ کر کے لڑکی کے دوست یا دوست کے دوست اسے اغوا کر کے لے جاتے ہیں تو وہ فوری طور پر مجسٹریٹ کے پاس جا کر یہ بیان دیتی ہے کہ میں اپنی رضا سے اس شخص سے نکاح کر رہی ہوں۔ مجھے میرے ماں باپ کے پاس واپس نہ بھیجا جائے تو کیا اس صورت میں عورت فاؤنڈیشن کے تلاش کردہ یہ مصنف اس لڑکے کو زنا بالجبر کا مرتکب قرار دے کر رجم کرانے کی کوشش کرنے کے روادار ہیں؟

خلاصہ یہ کہ زنا بالجبر کی علیحدہ سے کوئی سزا قرآن مجید میں بالتصریح ہرگز بیان نہیں کی گئی۔ قرآن مجید میں بالتصریح حرابہ کی بیان کردہ سزاؤں میں (جو چار سزائیں ہیں) رجم کا کوئی ذکر نہیں رسول اللہ ﷺ نے جن مجرموں کو حرابہ کی سزا دی اور جن کے لئے آیت حرابہ نازل ہوئی انہیں بھی آپ نے رجم نہیں فرمایا۔ پھر یہ کہ حرابہ میں قتل کے بدلے قتل اور قتل کے ساتھ مال چھیننے کے بدلے میں پھانسی کے ساتھ قتل اور صرف مال چھیننے کے بدلے میں ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹنا اور ڈرانے کے بدلے قید یا جلاوطنی ہے۔ خاتون کو قتل کئے بغیر صرف اغواء یا صرف زنا پر ہم رجم کی پانچویں سزا تو دے

نہیں سکتے کہ جب پھانسی بھی قتل ہے۔ مگر شمار میں علیٰحدہ سزا ہے تو رجم بھی شمار میں علیٰحدہ ہوگی۔ پھر غیر محصن کو قتل کرانا اس حدیث شریف کے خلاف ہے کہ قتل مومن، زنا میں صرف محصن کیلئے ہے اور اسکے علاوہ قصاص اور ارتداد پر (بخاری ص ۱۰۱۲ ج ۲) (26)

اور اگر آپ اس حدیث کو قرآن کی تفسیر نہ مان کر منکر حدیث ہو بھی جائیں اور پھر اگر اقوامِ مغرب یہ کہیں کہ مرد کو زنا کی سزا ''رجم'' یا ''بلا رجم''، قتل، ظلم ہے تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟ جب کہ وہ پہلے سے یہ کہہ رہے ہیں۔

رجم کے معنٰی اور مصنف کے کلام پر تبصرہ:

مصنف نے قرآن وحدیث سے رجم کے ثبوت پیش کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ رجم کا ذکر قرآن شریف میں ہے یہ بات ٹھیک ہے کہ قرآن میں رجم کا ذکر ضرور ہے لیکن یہ کہیں تصریح نہیں کہ صرف زنا بالجبر میں رجم کیا جائے۔ البتہ زنا بالرضا پر ثیبہ کو رجم کرنا قرآن مجید کے ارشاد سے ثابت ہے لیکن وہ ارشاد صریح نہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہودیوں کی طرف سے زنا بالرضا کا ایک مقدمہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا کہ ''وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ'' (پ ۶ سورۂ مائدۃ) تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات منگوا کر زیر غور مسئلہ میں تلاوت کرائی تو اس میں یہ تھا کہ سو کوڑے غیر شادی شدہ کے لئے ہیں جبکہ رجم شادی شدہ کے لئے۔

تو اس مسئلہ میں رجم کا ذکر ظاہر اور صریحاً تو نہ ہوا البتہ عبارت النص سے ثابت ہوا۔ بہر حال وہ یہودی عورت تھی اس نے بے دھڑک اپنے لئے اپنے نوکر سے فاحشہ کے ارتکاب کا اقرار کر لیا تو اس کو رجم کیا گیا دونوں فریق میں سے کسی

نے بھی جبر وتخویف کا الزام دوسرے فریق پر نہیں لگایا بلکہ اگر وہ زبردستی کا عذر کرتی تو اسے رجم نہ کیا جاتا۔

پتا چلا کہ رجم اگر بطور حد قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے تو وہ ثبوت اولاً وارد تو زنا بالرضا کے لئے ہے۔ تاہم زنا بالجبر بھی حکم میں شامل ہے اس کا کوئی علیٰحدہ حکم بیان نہیں ہوا۔

قرآن مجید میں ایک دو اور جگہوں پر بھی لفظ رجم کا ذکر آیا ہے۔ (جن کو مصنف نے بھی ص ۱۲۵ پر ذکر کیا ہے) لیکن وہ قرآنی سزا کے طور پر نہیں بلکہ کافروں کی طرف سے سزا ہے۔ وہ اپنے نبی کو رجم کرنے کی دھمکی دے رہے تھے ''لَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ (پ ۱۲ سورۂ ھود) اور اسی طرح ایک نبی کی زبان پر بھی یہ ذکر آیا ''وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ'' (پ ۲۵ سورۂ دخان) اے کافرو! میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آیا اس سے کہ تم مجھے رجم کر سکو۔ یہاں بھی کافروں کے رجم کا ذکر ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کافر زنا بالجبر پر رجم کیا کرتے تھے یا معاذ اللہ ان انبیاء پر اس قسم کی کوئی تہمت لگائی گئی تھی۔ لہٰذا ان الفاظ قرآنیہ کو زنا بالجبر پر رجم کی دلیل بنانا غیر سنجیدہ ذہن کی پیداوار ہے۔

رجم کی بحث میں ذکر کی گئی حدیث پر تبصرہ:

اس سلسلے میں مصنف نے ایک حدیث پیش کرنے کی سعی نا تمام بھی کی ہے اور وہ یہ کہ ایک یہودی مرد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اس سلسلے میں انہوں نے یہ واقعہ پیش کیا ہے۔

”کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کے زیور اتار لئے اور
اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رگڑ ڈالا۔ قاتل
پکڑا گیا اور اس نے اقرار بھی کر لیا تو اسے اسی طرح
کی سزا دی گئی۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۳۵، ص ۱۶۳)

اس روایت کو امام بخاری نے بخاری ص ۱۰۱۵، ص ۱۰۱۶ جلد ثانی (طبع اصح المطابع کراچی) (27) میں اور امام مسلم نے مسلم ص ۵۸ جلد ثانی (طبع کراچی) (28) میں ذکر کیا ہے۔

مصنف مذکور اس روایت کو یہ کہہ کر اپنی دلیل قرار دیتے ہیں کہ اس ایک واقعہ کی متعدد روایتوں سے ایک روایت میں یہ پایا گیا ہے کہ اس یہودی کو رجم کیا گیا تھا۔ مصنف کی دلیل کی حقیقت سمجھنے کے لئے ہمیں کچھ امور پر غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(ا) یہ کیس کسی طرح کے زنا کا کیس نہ تھا۔ اس میں زنا بالجبر پایا گیا نہ زنا بالرضا کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان لڑکی کے زیوارت کی خاطر یہودی نے اس کے سر پر پتھر مار کر اسے شدید زخمی کر دیا۔ تاہم وہ مری نہیں تھی کہ وہ زیورات اتار کے چلتا بنا کچھ وقت کے بعد وارثوں کو پتا چلا لیکن ان کے پہنچنے تک ظاہر یہ ہے کہ اس لڑکی کا بہت سا خون ضائع ہو چکا تھا۔ تاہم قدرتِ الٰہی سے وہ ابھی تک نہ صرف زندہ تھی بلکہ اسے کے ہوش وحواس بھی برقرار تھے۔ وہ صرف بول نہیں سکتی تھی۔ مسلمانوں کا شک یہودیوں پر تھا اس لئے انہوں نے مختلف یہودیوں کا نام اس لڑکی کے سامنے لیا وہ سر کے اشارے سے انکار کرتی رہی کیونکہ وہ سب لوگ اسی محلے کے تھے اور وہ انہیں

جانتی تھی۔ جب مجرم کا نام لیا گیا تو لڑکی نے اس بات میں سر ہلا دیا مجرم کو پکڑ کر لایا گیا اس سے پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے اقرار کر لیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر سے اس کا سر پھوڑنے کا حکم دیا۔ یہ حدیث حضرت انس سے مروی ہے ان سے نیچے کی سند میں کثیر راوی ہیں ان میں سے زیادہ پتھر سے سر پھوڑنے کی بات کرتے ہیں ایک راوی نے گل کھلایا ہے کہ مجرم کو رجم کیا گیا تھا اس روایت میں کئی طریقوں سے کلام ہے۔ (ا) یہ کہ کثیر راویوں کے مقابلے میں ایک راوی کی مخالف روایت فوقیت نہیں رکھتی بلکہ وہ شاذ قرار پا کر نا قابل قبول ہو جاتی ہے (نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (ص ۴۶ تا ۴۹ طبع فاروقی ملتان) (29) (۲) دوسرا یہ کہ اس حدیث کی تشریح میں کچھ ائمہ اس طرف گئے ہیں کہ قاتل جس طریقے سے قتل کرے اس کو قصاص میں اسی طریقے سے قتل کیا جائے۔ لیکن امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ جب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے **لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسیف** (یعنی تلوار کے ماسوا کسی دوسری چیز سے قصاص نہیں) ابن ماجہ ص ۱۹۶ کتاب الدیات (طبع ایچ ایم سعید کراچی) السنن الکبریٰ ص ۶۳ جلد ثامن (طبع نشر السنہ ملتان) (30) فرمادیا تو اب قصاص ایک ہی طریقے سے جائز ہے کہ اسے تلوار مار کر قتل کیا جائے اس طرح سے موت دینا جس طرح سے اس نے مقتول کو مارا تھا (سوائے تلوار کے کسی طریقے سے جائز نہیں) تو اس حدیث میں جن حضرات کے نزدیک نسخ نہیں ہوا تو ان کے نزدیک یہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ جس انداز سے مجرم نے قتل کیا ہو اسی طرح قصاص میں اس کو قتل کرو لہٰذا مستقل سزا نہ ہونے کی وجہ سے اسکا زنا سے کوئی تعلق نہ ہوا۔

علاوہ ازیں امام ابوحنیفہ کے قول پر تو ویسے ہی منسوخ ہے اس لئے

اسے پیش کرنا صحیح نہیں۔

حدیث کا حرابہ سے تعلق نہیں:

بہرحال اس حدیث کا حرابہ سے کوئی تعلق نہیں ورنہ آپ ﷺ کسی اور محارب کو بھی رجم کراتے اور گواہ طلب نہ فرماتے۔ جبکہ حدیث قسامہ کے مشہور واقعہ میں صحیح مسلم ص ۵۵ ج ۲ پر یہودیوں کے ہاتھوں عبداللہ بن سھل رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذکر ہے۔ خیبر میں یہودیوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں رہتا تھا۔ مگر حضور ﷺ نے نہ تو کسی یہودی کو رجم کرایا اور نہ بغیر گواہی کے اور بغیر انکے اقرار کے انہیں قتل کا مجرم قرار دیا۔ ثابت ہوا کہ زیر بحث حدیث میں رجم ثابت ہو بھی تو حرابہ کی سزا نہیں بلکہ قصاص بالطریق جرم ہوگا جو امام ابو حنیفہ کے علاوہ دوسرے ائمہ کا مذہب ہے اور اس طرح زنا بالرضا کی شرعی سزا سے رجم خارج نہیں ہوگا بلکہ رجم کے تین طرح کے حکم ثابت ہو جائینگے۔ (۱) زنا بالرضا۔ (۲) زنا بالجبر اور (۳) قصاص نفس بالمثل۔

آیت حرابہ کا نزول تفاسیر کی روشنی میں:

آیت حرابہ کے شان نزول میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ اہل عرینہ کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی جیسا کہ تفسیر مظہری ص ۷۵، تا ص ۹۰ جلد ۳ (طبع کوئٹہ) تفسیر ابن کثیر ص ۴۶ تا ص ۵۲ جلد ۶ (طبع مصر) تفسیر ابن جریر ص ۱۳۲ تا ص ۱۴۲ ج ۴ (طبع بیروت) میں ہے۔ (31)

رہا حرابہ کی آیت کی تفسیر میں زنا کو شامل کرنا تو واقعاتی اعتبار سے ایسا ہو سکتا ہے کہ ڈاکوؤں نے ڈاکے کے دوران قتل کے ساتھ زنا بالجبر بھی کیا ہو لیکن جیسا کہ ہم بیان کر چکے کہ حنفی فقہ کی روشنی میں قرآن عظیم کی چاروں سزائیں برحق ہیں لیکن تمام

فقہاء کے نزدیک چاروں سزائیں اکٹھی کسی کو نہیں دی جا سکتیں۔

بعض غیر حنفی فقہاء یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی بھی جرم کے تحت ان چاروں میں کوئی سزا بھی دی جا سکتی ہے یہاں تک کہ اسے جیل میں بند کر دیا جائے۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے یا اسکا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ لیا جائے لیکن یہ بات انصاف کے تقاضے کے خلاف نظر آتی ہے اس لئے کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے ایک نہیں دس بارہ آدمیوں کو قتل کر دے اسکو بڑی سخت سزا آپ نے یہ دی کہ اسکا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دیا یا یہ بھی نہیں کاٹا بلکہ اسکو کسی جیل میں بند کر دیا جب تک وہ توبہ نہ کرے یا کسی دوسرے شہر میں بھیج دیا یہ تو بات مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ نے ''اَوْ'' یعنی یا اور یا کے مفہوم کے ساتھ سزاؤں کے احکام بیان فرمائے لہٰذا کوئی ایک سزا کافی ہے جو بھی دے دیں۔

اسکا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں اَوْ بمعنی یا کئی معانی میں مستعمل ہے۔ کبھی اس لئے بھی آتا ہے کہ جو سبب پایا جاتا ہے اسکے مطابق عمل کرو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا** (الکھف) یا آپ (انہیں) عذاب دیں (اگر وہ ایمان نہ لائیں) اور یا ان کے معاملے میں حسن سلوک اختیار کریں (اگر وہ ایمان قبول کرلیں) اس میں ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کو عذاب اور احسان دونوں اکٹھے نہیں ہونگے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو عذاب کا مستحق ہو اسکو عذاب اور جو اچھائی کا مستحق ہو اس سے اچھائی کرو۔ اسی طرح آیت حرابہ میں ہے حنفیہ کے نزدیک ہر سزا جرم کی مقدار کے مطابق ہوگی اگر انہوں نے قتل کیا ہے تو اس گروہ کو قتل کر دیا جائے اگرچہ ان میں کچھ قاتل ہوں اور باقی کچھ

قاتل نہ ہوں اور اگر انہوں نے مال بھی چھینا اور قتل بھی کیا تو انہیں سولی پر لٹکا کر مارا جائے اور اگر قتل نہیں کیا مال چھینا ہے تو دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اگر نہ قتل کیا نہ مال چھینا صرف ڈرا دھمکا کر چلے گئے تو انہیں قید کر دیا جائے۔ اس لئے اسمیں اگر زنا کو شامل بھی مانا جائے تو آیت حرابہ سے زانی کا قتل ثابت نہیں ہوتا بلکہ وہ ایسے ہوگا جیسے کوئی ڈاکو نہ تو قتل کرے نہ مال لوٹے بلکہ صرف اسکی انگلی توڑ دے تو یہاں حاکم کا اسکو ڈرانے کے بدلے میں اسے قید رکھنا جائز ہوگا لیکن یہ قید انگلی توڑنے کا بدلہ نہیں ہوگی بلکہ اسکی دیت اس سے دلوائی جائے گی۔ اگر اسکی عاقلہ ہو تو وہ اسکی دیت ادا کرے گی۔ سو اسی طرح یہ زنا کا امر ہے اگر کوئی اس کا مرتکب ہوتا ہے تو ان سزاؤں کے علاوہ اسے زنا کی مقررہ سزا بھی دی جائے یعنی غیر محصن ہے تو سو کوڑے اور محصن ہے تو رجم کیا جائے۔

لیکن جو لوگ زنا کو حد حرابہ میں شامل کرتے ہیں ان کے قول کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ مجرم کو نہ تو قتل کرو نہ پھانسی دو کیونکہ اس نے قتل نہیں کیا نہ اسکے ہاتھ پاؤں کاٹو کیونکہ اس نے مال نہیں چھینا بلکہ اسے اتنی دیر قید رکھو جتنی دیر وہ توبہ کا اعلان نہ کرے بس پھر چھوڑ دو۔ ہر ذی فہم پر روشن ہوگا کہ یہ بات مضحکہ خیز ہے اور یہ او چھاپن اس وقت ہوگا جب اس کو زنا کی علیحدہ سزا نہ دی جائے۔ اگر زنا کی علیحدہ سزا ہو تو پھر وہ غیر شادی شدہ کے لئے تو وہی سو کوڑے ہوگی لیکن شادی شدہ کے لئے قتل نہ ہوگا نہ پھانسی بلکہ موت بذریعہ رجم۔ ہاں اگر غیر محصن نے قتل کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا ہے تو صرف اس صورت میں موت بذریعہ قتل یا موت بذریعہ پھانسی بھی کافی ہوگی۔ کیونکہ قتل کے ساتھ چھوٹی سزا کی ضرورت نہیں رہتی، واللہ اعلم۔

بہر حال یہ کہنا کہ زنا بالرضا میں شادی شدہ پر رجم نہیں یہ قرآن مجید کی کسی آیت اور کسی حدیث کا نتیجہ نہیں اس لئے محض جھوٹ ہے۔ تمام فقہاء قائل ہیں کہ زنا بالجبر کی سزا شادی شدہ کے لئے رجم ہے جو بالکل صحیح قرآن وحدیث کے مطابق تمام فقہاء مذاہب اہل سنت، اہلحدیث اور شیعہ کے اتفاق سے ثابت ہے۔ اسی طرح غیر شادی شدہ کو زنا بالجبر پر سو کوڑے جبکہ غلام کو پچاس کوڑے ثابت ہیں اور اسے رجم ثابت نہیں۔ یہ امر تمام فقہاء کے اتفاق سے ثابت ہے لہٰذا اسکے خلاف قانون بنانا اسلام کے خلاف ہے۔

لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّيْفِ:

بیہقی نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا "لَا قَوَدَ اِلَّا بِحَدِيْدٍ" "قصاص نہیں ہوگا مگر لوہے کی کسی چیز کے ساتھ" لیکن اس حدیث کی سند میں جابر جعفی ایک راوی ہیں جنکے متعلق بیہقی لکھتے ہیں کہ جابر بن یزید جعفی پر طعن کیا گیا ہے دوسری روایت میں حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّيْفِ" بیہقی لکھتے ہیں کہ یونس راوی نے حضرت حسن بصری سے پوچھا آپ نے یہ حدیث کس سے لی ہے انہوں نے کہا کہ نعمان بن بشیر یہ بات بیان کرتے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حسن بصری نے ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّيْفِ" ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے یہ مضمون روایت کرتے ہیں اس روایت میں ایک سند کے راوی ابو معاذ سلیمان بن ارقم

ہیں جو عبدالکریم بن ابی المخارق سے روایت کر رہے ہیں۔

ایک اور روایت میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہُ الکریم سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے یہ مضمون روایت کرتے ہیں اس سند کے راوی معلیٰ بن ہلال ہیں ترمذی کہتے ہیں معلیٰ بن ہلال متروک ہیں اور سلیمان بن ارقم ضعیف ہیں اور مبارک بن فضالہ کو حجت نہیں سمجھا جاتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث چھ صحابہ سے مروی ہے اور ان کی سندوں میں کوئی ایسا راوی نہیں کہ تمام صحابہ کی سندوں میں پایا جاتا ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ مدار ایک ہی شخص پر ہے کچھ احادیث کی سندوں میں قدرے کلام ہے لیکن اتنی ساری سندیں اور وہ بھی اتنے صحابہ سے اصول حدیث کے مطابق اس حدیث کو حسن قرار دیتی ہیں بلکہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو حسن بصری سے ابن ماجہ میں روایت ہوئی ہے، ابن ترکمانی نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے اس لئے کہ اس میں ابن المستمر کو نسائی نے صدوق قرار دیا۔ حر بن مالک کے بارے میں ابو حاتم نے کہا صَدُوْقٌ لَابَأْسَ بِہٖ اور مبارک بن فضالہ وہ ہیں کہ امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یُخَوِّفُ اللّٰہُ عِبَادَہٗ بِالْکُسُوْفِ" میں اس سے متابعات میں روایت کی ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس سے کچھ احادیث روایت کی ہیں اور حاکم نے مستدرک میں بھی اس سے کچھ احادیث روایت کیں اور انہیں ثقہ قرار دیا۔ عفان نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں اور یحیی بن سعید قطان اس کی اچھی ثنا فرماتے تھے لہٰذا یہ حدیث قابل عمل ہوگی۔

(سنن الکبری ص ۶۳ جلد ثامن طبع نشر السنہ ملتان)(32)

رجم کے بارے میں حضرت عمرؓ کا خطبہ

مصنف:

لکھتے ہیں

"البتہ اس سلسلے میں جس اہم نکتے پر مناسب توجہ نہیں دی گئی وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اہم خطبہ ہے جسے صحیح بخاری سمیت حدیث کی اہم کتب نے روایت کیا اس طویل خطبے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں" ....

(عربی عبارت نقل کرنے کے بعد مصنف کے الفاظ میں ترجمہ ملاحظہ ہو)

"اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا، اللہ نے رجم کی آیت نازل کی، جسے ہم نے پڑھا سمجھا اور یاد کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا مجھے یہ ڈر ہے کہ بہت زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگ جائے کہ ہمیں تو کتاب اللہ میں رجم کی آیت نہیں ملی نتیجتاً اللہ کے نازل کئے ہوئے ایک فرض کو چھوڑ کر لوگ گمراہ ہو جائیں۔ رجم اللہ کی کتاب میں موجود ہے جو مرد یا عورت محصن ہونے کے بعد زنا کرے اسے رجم کرنا حق ہے بشرطیکہ ثبوت موجود ہو یا حمل ہو یا اقرار"

اس خطبے سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱) قرآن حکیم میں کوئی ایسی آیت موجود ہے جس میں رجم کا حکم ہے۔

(۲) اس حکم کے بموجب رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین نے رجم کیا۔

(۳) وہ آیت اس طرح کی ہے کہ اس امر کا اندیشہ ہے کہ امتداد زمانہ سے لوگ اس آیت سے رجم کا مفہوم لینا چھوڑ دیں یعنی آیت میں صراحتاً رجم کا حکم نہیں ہے۔

(۴) یہ آیت اب بھی کتاب اللہ میں موجود ہے۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۲۸)

تبصرہ:

مصنف نے اپنی غرض فاسد کو پورا کرنے کے لئے یہ خطبہ نقل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس خطبے سے جو نکات اخذ کئے ان میں پہلے تین نکات میں مصنف نے لفظ رجم تو لکھا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ رجم حد زنا ہے اور وہ بھی ہر زانی پر نہیں بلکہ محصن پر ہے اور یہ بھی نہیں بتایا کہ اس حد زنا کے ثبوت کے لئے گواہ یا اعتراف ضروری ہے۔

جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کے ثبوت کی دو صورتیں گواہ یا مجرم کا اقرار ہیں۔

اور تیسری صورت بے خاوند عورت میں حمل کا پایا جانا ہے (یعنی جبکہ وہ مطلقہ ہو یا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو)

مصنف نے ترجمہ میں ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے گواہ کا ترجمہ کرنے کی بجائے ثبوت کے لفظ سے ترجمہ کر دیا۔ اگر ثبوت گواہوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہے تو اقرار بھی ثبوت ہے اور حمل بھی ثبوت ہے پھر ان کے علیحدہ بیان سے تکرار الفاظ کی

کیا ضرورت تھی جبکہ حضرت عمرؓ نے بَیِّنَۃ کا لفظ بولا ہے ثبوت کا نہیں۔ حالانکہ ثبوت بھی عربی زبان کا لفظ ہے۔

اب ہم نے غور کرنا ہے کہ حضرت عمرؓ کیا فرما رہے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

(۱) مرد محصن یا عورت محصنہ اگر زنا کے مرتکب ہوں اور اس امر پر گواہ قائم ہو جائیں تو ان میں سے ہر ایک پر رجم حق (اسلام میں ثابت) ہے۔

(۲) یہ ایسی تعزیر نہیں جسے نافذ کرنا حاکم اعلیٰ کی رائے پر ہو بلکہ اللہ کی طرف سے اس کا نفاذ شرائط مذکورہ کے پائے جانے پر فرض ہے۔

(۳) یہ حکم آیت قرآنی سے ثابت ہے۔

(۴) اس حکم کا سمجھنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ کو خدشہ ہے کہ کسی زمانہ میں لوگ اس رجم کے حکم قرآنی ہونے کا انکار کریں گے۔

(۵) اس کے حکم قرآنی ہونے کا انکار کرنے والے اسلام کے صراط مستقیم سے بھٹک جائیں گے۔

(۶) جرم زنا پر محصنین و محصنات کو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں خلفاء نے اپنے اپنے زمانہ میں رجم کیا۔

(۷) مذکورہ آیت اب بھی کتاب اللہ میں موجود ہے۔

ہم نے یہ خطبہ مصنف کے ترجمہ سے اس لئے نقل کیا ہے کہ مصنف اس خطبے کو اہم نکتہ قرار دے رہے ہیں جبکہ اس کو ماننے سے ان کے تمام تار و پود بکھر کر رہ جاتے ہیں۔

مصنف کا سارا زور اس بات پر صرف ہو رہا ہے کہ زنا کے بارے میں صرف محصن مردوں اور محصنہ عورتوں کو سزا دینے کے لئے کوئی آیت قرآنی نہیں۔ لیکن یہ

خطبہ ان کی تردید کر رہا ہے کہ آیت قرآنی موجود ہے۔ مصنف نے اپنے طور پر جس آیت سے استنباط کیا ہے اس میں کہیں بھی لفظ زنا موجود نہیں ہے۔ یہ سورۂ احزاب کی کچھ آیات ہیں مصنف کے الفاظ میں ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

"اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو ہدایت کردو کہ وہ اپنے اوپر اپنی بڑی چادروں کے گھونگھٹ لٹکا لیا کریں۔ یہ اس بات کے قرین ہے کہ ان کا امتیاز ہو جائے۔ پس ان کو کوئی ایذا نہ پہنچائی جائے اور اللہ غفور و رحیم ہے۔ یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو مدینہ میں سنسنی پھیلانے والے ہیں، اگر باز نہ رہے تو ہم تم کو ان پر اکسا دیں گے، پھر انہیں تمہارے ساتھ رہنے کا بہت ہی کم موقع ملے گا ان پر پھٹکار ہوگی۔ جہاں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور بے دریغ عبرت ناک طریقے سے قتل کئے جائیں گے یہی پہلے بھی اللہ کا طریقہ رہا ہے اور تم ہرگز اللہ کے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے"

(حدود آرڈیننس ص ۱۳۰)

لیکن اس آیت میں یہ نہیں ہے کہ انہیں رجم کیا جائے اور نہ یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے بلکہ صرف یہ دھمکی دی گئی ہے کہ منافق اور بیمار دل والے اور مدینہ میں خوفناک افواہیں پھیلانے والے باز نہ آئے تو ہم آپ کو اے نبی ان پر اکسا دیں گے یعنی آپ کے پاس اس سلسلے میں کوئی تعزیری حکم نازل فرمائیں گے۔

اس آیت میں کوئی حکم نازل نہیں کیا گیا آئندہ نازل کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ تو وہ حکم کہاں ہے اور کیسے ثابت ہوگا؟ آیت کریمہ مصنف کے دعویٰ کو جھٹلا رہی ہے اس لئے مصنف کا یہ قول غلط ثابت ہوا کہ "اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا

بالجبر کی سزا موت ہے" (حدود آرڈیننس ص ۱۳۱) جب کسی سزا کا نفاذ ہی نہیں کیا گیا اور زنا بالجبر کا لفظ ہی نہیں فرمایا گیا تو اس آیت سے یہ کیسے ثابت ہوا؟

زنا کی حدود سورۂ احزاب کے بعد اُتریں:

علاوہ ازیں مصنف کو یہ بات بھی معلوم نہیں کہ جو بات وہ لکھ رہے ہیں وہ ان کے حق میں ہے یا ان کے خلاف ہے۔ لکھا ہے!

"اور سورۃ الاحزاب، سورۃ النور سے پہلے نازل ہو چکی تھی" (حدود آرڈیننس ص ۱۳۱)

ملاحظہ فرمائیں سورۂ نور میں زنا کی سزا مطلقاً سو کوڑے بتائی گئی ہے۔ اس میں جبر اور رضا، عادی اور غیر عادی مجرم اور مجرمہ کا کوئی فرق نہیں کیا گیا اور اگر سورۃ الاحزاب پہلے نازل ہوئی تھی اور بالفرض اس میں کوئی حکم تھا بھی تو وہ سورۂ نور کی وجہ سے منسوخ ہو جانا چاہئے تھا باقی کیسے رہ گیا؟ اگر حضرت عمرؓ کی مراد سورۂ احزاب کی یہی آیت تھی تو پھر اپنے زمانے میں رجم کیوں کیا؟

معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ سورۂ احزاب کی ان آیات کو رجم کی دلیل نہیں مانتے تھے ورنہ رجم ترک کر دیتے اور یہ بات، ہم ہی نہیں کہتے بلکہ خود مصنف بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ ص ۱۳۴ پر لکھتے ہیں۔

"درحقیقت ابو اسحاق شیبانی یہ جاننا چاہتے تھے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النور کے نزول کے بعد بھی رجم کیا تو زانیوں کو رجم کرنا آپ کی سنت ثابتہ ہے اور اگر اس کے بعد نہیں کیا تو یہ امر سورۃ النور کے نزول سے منسوخ ہو گیا لیکن شیبانی کو اس سوال کا جواب کہیں سے نہیں ملا" (حدود آرڈیننس ص ۱۳۴)

اس عبارت میں مصنف اقرار کررہے ہیں کہ جب تک سورۃ النور کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل رجم ثابت نہ ہوتو ہم یہ سمجھیں گے کہ یہ پہلے تھا اور سورۃ النور کے نزول سے وہ منسوخ ہوگیا اور خود ہی یہ لکھ رہے ہیں کہ سورۂ احزاب سے زنا بالجبر پر رجم ثابت (غیر منسوخ) ہے اور سورۃ النور اسکے بعد نازل ہوئی۔ آگے چل کر ان شاء اللہ یہ عرض کیا جائے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مُشَارٌ اِلَیْھَا آیت یہ نہیں بلکہ اور ہے جو سورۃ النور کے بعد نازل ہوئی۔

سردست ہم یہاں مصنف کے معتمد خطبے پر تبصرہ کررہے ہیں جسے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔

نمبر ۲:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رجم علی الزنا کا حکم تعزیرا اختیاری نہیں بلکہ اللہ کا فریضہ ہے یعنی حد لازم ہے لیکن کس ڈھٹائی سے مصنف یہ لکھ رہے ہیں کہ ''مطلب یہ ہے کہ عبرت ناک طریقہ سے سزائے موت زنا بالجبر کی تعزیری سزا ہے جس کی شکل تمدن کے اختلاف سے بدلتی رہتی ہے تاہم اسے زنا بالجبر کی سزا کے طور پر باقی رکھا جاسکتا ہے تا کہ خواتین کی عزت کو مکمل تحفظ حاصل ہو''

(حدود آرڈیننس ص ۱۳۶)

مصنف کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ زنا خواہ بالجبر ہو یا بالرضا اس کی سزا کو تعزیری سزا قرار دینا (جسے حاکم معاف کرسکتا ہو) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے معینہ طریقہ کار کے خلاف ہے اور محض بلا دلیل ہے جبکہ ایسی

باتیں دیوار پر مارنے کے قابل ہوتی ہیں۔

نمبر ۳ اور نمبر ۴:

اب آیئے اس بات پر غور کرتے ہیں کہ پھر وہ کون سی آیت قرآنی ہے جس کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم دیا اس سلسلے میں ہمارا موٴقف یہ نہیں کہ وہ ''اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَازَنَیَا '' کی قسم کی کوئی آیت تھی جو قرآنی تلاوت میں سے منسوخ ہوگئی۔ بلکہ وہ آیت یہ ہے ''اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے'' وَکَیْفَ یُحَکِّمُوْنَکَ وَعِنْدَھُمُ التَّوْرٰۃُ فِیْھَا حُکْمُ اللّٰہِ ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ'' (پ ۶ مائدہ ۴۳)

ترجمہ!

اور وہ کیسے آپ کو منصف بنائیں گے؟ حالانکہ ان کے پاس تورات ہے اس میں اللہ کا حکم (موجود) ہے پھر اس کے بعد (بھی) وہ روگردانی کرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں'' (پ ۶ مائدہ ۴۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توراۃ میں اللہ کا حکم موجود ہے اگرچہ آیات کا سیاق کسی قصاص کے مقدمہ کے متعلق ہے لیکن خود مصنف نے تسلیم کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب پر ان کے اپنے قانون کے مطابق زنا کی سزا شادی شدہ عورت کو رجم اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے لگائے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں مصنف کی عبارت ص ۱۳۴ پر لکھتے ہیں۔

مصنف:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں زنا

کے جرم میں جن افراد کو رجم کیا گیا ان کی کل تعداد
پانچ تھی ایک یہودی اور یہودیہ کو ان کے اپنے مذہبی
قانون کے مطابق رجم کیا گیا۔
ماعز اسلمی کو رجم کیا گیا،
غامدیہ کو رجم کیا گیا
جس عورت نے اپنے ملازم سے زنا کیا تھا اسے
رجم کیا گیا۔
گویا ان میں سے تین واقعات کا تعلق اسلامی
قانون سے ہے اور ایک کا یہودی قانون سے یہ
امر معلوم ہے کہ یہودی شریعت میں زنا کی سزا رجم
تھی اور جب تک کسی مسئلہ میں کوئی واضح قرآنی حکم
نازل نہ ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب
کی شریعت پر عمل کرتے۔
احادیث اور سیرت طیبہ میں اس کی متعدد مثالیں
موجود ہیں'' (ص ۱۳۴ حدود آرڈیننس)

تبصرہ:

یہ غلط ہے کہ یہاں قرآنی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی شریعت کے مطابق فیصلہ دیا۔ تاہم مصنف کے قول سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تورات میں موجود تھا اور اس عبارت سے قبل ہم

ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کا فیصلہ تورات کے مطابق کرنے کیلئے قرآن میں حکم اُتارا اور تورات کے حکم کو اللہ نے قرآن میں حکم اللہ قرار دے کر شریعت نافذہ قرار دیا جس پر سورۃ مائدہ کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۴۳ گواہ ہے اور دوسرا گواہ اسی سورۃ کی آیت نمبر ۴۸ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِناً عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَاتَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجاً'' (پ ۶ مائدہ ۴۸)

اور اے حبیب! ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ اتاری تصدیق کرتی ہوئی اس کی جو اس کے سامنے ہے آسمانی کتاب سے اور اس پر نگہبان۔ تو فیصلہ کیجئے ان کے درمیان اس سے جو اللہ نے اتارا اور آپ ان کی خواہشات کے پیچھے نہ لگیں اس حق سے دور ہو کر جو آپ کے پاس آیا ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے الگ شریعت اور واضح راہ عمل بنائی ہے''

اس آیت نے قرآن مجید کو تورات کا محافظ قرار دیا ہے اور تورات کی تصدیق کرنے والا بھی قرار دیا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسلمان کو رجم نہ کراتے تو گنجائش تھی کہ کوئی کہہ سکتا کہ یہ حکم یہودیوں سے متعلق تھا اہل اسلام سے متعلق نہیں لیکن جب اس حکم کو اللہ نے اللہ کا حکم کہا آیات قرآنی نے ہر حکمِ تورات کی محافظت کا اعلان کیا تو پتا چلا کہ تورات کے جس حکم پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل فرمالیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بعد حکم تورات ہونے کے ساتھ حکم قرآن بھی قرار پاجاتا ہے۔ ہم صرف مصنف کی تصدیق پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ تورات کی

موجودہ عبارت بھی پیش کر رہے ہیں۔

''دیکھئے تورات میں ہے............

(۱) توراۃ ص۱۱۱۳ احبار نمبر۱۱ میں ہے۔

''اور جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیئے جائیں''

(۲) توراۃ ص۱۸۷ا استثناء نمبر۲۲، ۲۳، ۲۴ میں ہے۔

''اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرنا (۲۲)''۔

''اور اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہوگئی ہو اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے (۲۳) تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لئے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا (۲۴)۔

(توراۃ ص۱۸۷ا استثناء نمبر۲۲، ۲۳، ۲۴)(33)

یہودیوں کو تورات کے حکم سے رجم، حدیث سے ثابت ہے:

چنانچہ صحیح بخاری ص۱۰۰۷ ج۲ پر ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُوْدِيِّ وَيَهُوْدِيَّةٍ قَدْ اَحْدَثَا جَمِيْعاً فَقَالَ لَهُمْ مَاتَجِدُوْنَ فِیْ كِتَابِكُمْ قَالُوْا اِنَّ اَحْبَارَنَا اَحْدَثُوْا تَحْمِيْمَ الْوَجْهِ وَالتَّجْبِيَةِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اُدْعُهُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّوْرٰةِ فَاُتِیَ بِهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَدَهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ وَجَعَلَ يَقْرَأُ مَاقَبْلَهَا وَمَابَعْدَهَا فَقَالَ لَهٗ ابْنُ سَلَامٍ اِرْفَعْ يَدَكَ فَاِذَا اٰيَةُ الرَّجْمِ تَحْتَ يَدِهٖ وَاَمَرَ بِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَرُجِمَا عِنْدَ الْبَلَاطِ فَرَاَيْتُ الْيَهُوْدِیَّ اَجْنَاَ عَلَيْهَا (صحیح بخاری ص۱۰۰۷ ج۲ طبع نور محمد کراچی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو لایا گیا ان دونوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لانے والوں سے فرمایا تم اپنی کتاب میں ان کے لئے کیا پاتے ہو وہ بولے ہمارے احبار (علماء) نے ایک نیا حکم تجویز کیا منہ کو کالے کرنے کا اور جرمانہ لگانے کا (یعنی تورات میں کچھ نہیں) عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ آپ انہیں بلوائیں کہ وہ تورات لے کر آجائیں تو تورات لائی گئی تو ان میں سے ایک یہودی نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا اور شروع ہوا وہ اس سے پہلے اور پیچھے کی عبارت پڑھتا تھا۔ تو ابن سلام نے کہا اپنا ہاتھ اٹھا لو تو

کیا دیکھا کہ اسکے ہاتھ کے نیچے رجم کے حکم والی آیت تھی اور حکم دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوڑے کے بارے میں تو ان دونوں کو رجم کر دیا گیا۔

(صحیح بخاری ص ۱۰۰۷ جلد ۲ طبع نور محمد کراچی) (34)

یہاں پر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسلامی شریعت کی تکمیل کے لئے تورات کا مطالعہ لازمی ہوگا یہ سوال اس لئے صحیح نہیں کہ ہم صرف ان مسائل کے بارے میں کہہ رہے ہیں جن کا ذکر تورات کے حوالے سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی فیصلے کے بارے اس کا حوالہ دیا اس لئے توراۃ کو پڑھنے اور چھان بین کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنهَاجاً'' ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے الگ شریعت اور واضح راہ عمل بنائی ہے۔ یعنی یہ حکم تم پر اس لئے لازم نہیں کہ توارت میں ہے بلکہ تم پر اس لئے لازم ہے کہ تمہارے قرآن نے اسے حکم اللہ قرار دیا ہے۔ تو تمہاری شریعت قرآن قرار پایا نہ کہ تورات۔

بعض جروح میں قصاص نہیں:

شاید یہاں کسی کے دل میں سوال ابھرے کہ توراۃ کی آیت قصاص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ثبت فرمایا اس میں زخموں کے قصاص کا حکم بھی ہے جبکہ فقہاء زخموں کے قصاص کے قائل نہیں جب تک کہ عضو تلف نہ ہو۔ میں عرض کروں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''صحیفہ عمرو ابن حزم (جو آپ نے لکھوا کر اہل یمن کو بھیجا) میں یہ فرمایا کہ ''فِی الْمَأْمُوْمَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِی الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِی

الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ مِنَ الْاِبِلِ'' یعنی وہ زخم جو دماغ تک پہنچے یا دماغ کا پردہ اس سے ظاہر ہو جائے وہ ماموم ہے اور اس پر قصاص لازم نہیں ہوتا بلکہ اصل دیت کا 1/3 حصہ لازم ہوتا ہے اسی طرح اس زخم میں جو جوف تک پہنچے اس میں بھی قصاص لازم نہیں ہوتا بلکہ تہائی دیت لازم ہوتی ہے۔

اسی طرح سے اس زخم میں جس سے ہڈیوں کی سیٹنگ تبدیل ہو جائے یعنی وہ اپنی جگہ سے ہل جائیں تو اس میں بھی قصاص لازم نہیں ہوگا بلکہ پندرہ اونٹ دیت لازم ہوگی۔ نیل الاوطار میں شوکانی لکھتے ہیں اس حدیث کو ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے صحیح قرار دیا جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں احمد بن حنبل، حاکم، ابن حبان، بیہقی وغیرہ (نیل الاوطار ص ۶۵ ج ۷ طبع مصر) (35)

فقہاء نے اس حدیث کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا کہ جروح میں قصاص نہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید میں لکھے ہوئے تورات کے اس حکم کو اپنے قول سے جو وحی خفی سے قرآن کا بیان ہوتا ہے منسوخ قرار دیا اور اسی پر آپ کا عمل رہا۔

لہٰذا یہ اسی طرح ہے کہ قرآن مجید کے بعض احکام کسی زمانے کے ساتھ مخصوص کر دیئے گئے اس وقت کے گزرنے کے بعد وہ چند احکام ختم ہو گئے تو انہیں عرف میں منسوخ یا مخصوص سے تعبیر کیا گیا۔ اسی طرح بعض وہ احکام بھی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان کے بارے میں قولاً یا فعلاً جزوی یا کلی طور پر مخصوص ہونے کی خبر دی۔ جیسے وضو میں پاؤں دھونے کا قرآنی حکم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزوں پر مسح کرنے کی احادیث سے مخصوص قرار پایا کہ اگر کوئی موزوں پر مسح کرے تو

جائز ہے نہ کرے تو بھی جائز ہے کہ پاؤں دھولے۔

حاصل بحث:

تورات کی اس عبارت کے پیش نظر یہ بات کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر ہوجاتی ہے کہ تورات میں محصن کے لئے زنا کی سزا حتماً رجم تھی اس کا نفاذ لازمی تھا۔ اس کے معاف کرنے کی کسی کو گنجائش نہیں تھی اگر معاف کرنے کی گنجائش ہوتی تو جب یہودیوں نے کہا تھا کہ ہمارے علماء نے امیر اور غریب کا حکم یکساں کرنے کے لئے (نام نہاد اجتہاد کے ذریعہ) یہ حکم منسوخ کردیا تھا تو سرکار فرمادیتے کہ حکام کو منسوخ کرنے کا اختیار ہے۔ چونکہ یہ تعزیری سزا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمارہے ہیں کہ اے اللہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا اس کے بعد کہ (یہودیوں نے) اسے ماردیا تھا یعنی عملاً ختم کردیا تھا۔

(صحیح مسلم جلد دوم ص ۷۰ طبع نور محمد کراچی)

پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ سزا فریضہ ثابتہ کے طور پر دی تھی، تعزیری اختیاری کے طور پر نہیں اور مزید یہ کہ اللہ نے تورات کی شریعت کو حکم اللہ قرار دے دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو رجم فرماکر اس بات کی تصدیق کردی کہ تورات میں رجم کا حکم تحریف اور نسخ دونوں سے مبرا ہے نہ محرف ہے اور نہ منسوخ، کوئی مسلمان بھی یہ نہیں کہتا کہ پوری تورات کو محرف کردیا تھا بلکہ وہ بعض مقامات تھے۔ لہٰذا جس مقام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولاً یا عملاً تصدیق فرمائیں کہ تورات کی یہ عبارت کلام الٰہی ہے وہ اسلام میں بھی اللہ کا حکم قرار پائے گا اگر وہ تورات میں فرض ہے تو مسلمانوں پر بھی فرض ہوگا ہاں اگر واضح

طور پر قرآن مجید یا احادیث شریفہ میں اس کے خلاف حکم آجائے تو وہ منسوخ قرار پائے گا۔ ورنہ وہ اسلام کی شریعت ثابتہ ہوگی۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن کی یہ آیت ''فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ'' رجم کا حکم بھی اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

اور یہ کہ قرآن تورات کے محافظ ہونے کا دعویٰ کررہا ہے اس کے ترک کرنے کا نہیں۔

اس لئے اب ہم یہ دیکھیں گے کہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد کیا کوئی آیت یا حدیث ایسی ہے جو رجم کی نفی ثابت کرتی ہو؟ اگر ایسا نہیں تو رجم قرآن کا حکم قرار پا گیا کہ حکم اللہ کے اجمال کی تفصیل میں رجم بھی شامل ہے اور اس اعتبار سے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے اس وجہ سے اس کو سنت بھی کہا جاسکتا ہے اور سورۂ نور کی آیت جس میں زانی اور زانیہ کو سو کوڑے لگانے کا حکم ہے وہ اس کی نفی کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے کہ سورۃ المائدہ کا نزول، سورۃ النور کے بعد ہوا ہے۔

رجم سورۂ نور کے بعد ہوا ہے:

دیکھئے تفسیر جمل میں ہے۔ علامہ الشیخ سلیمان الجمل رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی سنہ ۱۲۰۴ھ اپنے حاشیہ تفسیر جلالین کے صفحہ نمبر ۴ پر لکھتے ہیں۔

''کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کے نزول کی ترتیب اور ہے جبکہ تلاوت اور مصحف شریف کے اعتبار سے سورتوں کی ترتیب اور ہے اسی سلسلے میں مدنی سورتوں کی تفصیل میں ص ۵ پر لکھتے ہیں۔

"ثُمَّ النُّوْرُ ثُمَّ الْحَجُّ ثُمَّ الْمُنَافِقُوْنَ ثُمَّ الْمُجَادَلَةُ ثُمَّ الْحُجُرَاتُ ثُمَّ التَّحْرِيْمُ ثُمَّ الصَّفُّ ثُمَّ الْجُمُعَةُ ثُمَّ التَّغَابُنُ ثُمَّ الْفَتْحُ ثُمَّ التَّوْبَةُ ثُمَّ الْمَآئِدَةُ مِنْهُمْ مَنْ يُّقَدِّمُ الْمَآئِدَةَ عَلَى التَّوْبَةِ"

"یعنی سورۃ نور کے بعد سورۃ حج اتری پھر سورۃ منافقون پھر سورۃ المجادلہ پھر سورۃ حجرات پھر سورۃ تحریم پھر سورۃ صف پھر سورۃ جمعہ پھر سورۃ تغابن پھر سورۃ فتح پھر سورۃ توبہ پھر سورۃ مائدہ اور کچھ راوی سورۃ مائدہ کا نزول سورۃ توبہ سے پہلے ذکر کرتے ہیں"۔

(ص ۵ حاشیہ جمل جز اوّل طبع قدیمی کتب خانہ کراچی- الاتقان للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۴ جلد اوّل طبع لاہور) (36)

ہمارے اس بیان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو جو رجم کرایا وہ سورۃ مائدہ کے نزول کے بعد تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان یہودیوں کو نہیں بلکہ کچھ مسلمان مردوں اور عورتوں کو بھی زنا کے ثبوت پر رجم فرمایا۔

واضح طور پر ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیۃ مائدہ کو اس کی تفصیل کے پیش نظر سورۃ نور کی آیت (کے حکم جلد) کا مخصص قرار دیا اور وہ مخصص

بن بھی سکتی ہے کیونکہ سورۃ نور پہلے ہے اور سورۃ مائدہ بعد میں یہاں تک کہ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" کی شہرۂ آفاق آیت بھی اسی سورۃ مائدہ میں ہے تو ثابت ہوا کہ رجم کا حکم محصن زانی کے لئے سو کوڑے والی آیت کے بعد اترا ہے۔ یہ کبھی بھی منسوخ نہیں ہوا۔

مسلمان زانی ثیب کو قتل کرانا:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔

"قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلٰثٍ اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالثَّيِّبُ الزَّانِىْ وَالْمُفَارِقُ لِدِيْنِهٖ التَّارِكُ الْجَمَاعَةَ"

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی ایسے مسلمان شخص کا خون بہانا حلال نہیں جو گواہی دیتا ہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی اور میرے رسول اللہ ہونے کی مگر تین چیزوں کی وجہ سے۔ جان بدلے جان کے (قصاص میں) اور شادی شدہ زانی (کا قتل) اور اس شخص کو (قتل کرنا) جو اپنے دین (اسلام) سے جدا ہونے والا اور جو مومنوں کی جماعت (اجماع) کا ترک کرنے والا ہے۔

(بخاری ص ۱۰۱۶ ج ثانی مسلم ص ۵۹ جلد ثانی) (37)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مسلمان کا قتل ان تین چیزوں کے علاوہ

جائز نہیں جن میں سے ایک شادی شدہ کا زنا ہے اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شادی شدہ کے لئے رجم کا حکم ثابت نہیں۔ کیسے نہیں؟ جبکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مسلمانوں، مردوں اور عورتوں کو رجم کرایا جو مصنف نے بھی تسلیم کیا۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۳۴)

تو ثابت ہوا کہ شادی شدہ زانی کا قتل شرعاً رجم کے ذریعے ہی ممکن ہے یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ حصر "لا" اور "اِلّا" سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اور اس میں عادی اور غیر عادی یا بالجبر اور بالرضا کا کوئی فرق نہیں فرمایا۔ ثابت ہوا کہ غیر شادی شدہ زانی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا رجم بھی نہیں ہوگا خواہ وہ جبراً ایسا کرے یا بالرضا، عادی ہو یا غیر عادی اور شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا چاہے وہ جبراً ایسا کرے یا بالرضا اور خواہ وہ عادی ہو یا غیر عادی۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں غیر شادی شدہ کو کوڑے اور شادی شدہ کو رجم اکٹھے نافذ تھے

ابوداؤد شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد ایک عورت سے زنا کا مرتکب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوڑوں کی حد لگانے کا حکم دیا پھر خبر دی گئی کہ وہ محصن ہے آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اسے رجم کیا گیا۔

ایک اور روایت کے لفظ یہ ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا تو اس کا محصن ہونا معلوم نہ ہوا تو اسے کوڑے لگائے گئے پھر اس کے محصن ہونے کے

بارے میں علم ہوا تو پھر اسے رجم کیا گیا۔

(ابوداؤد ص ۲۵۳ جلد ثانی طبع ایچ ایم سعید کراچی) (38)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس لئے کوڑے لگوائے کہ اس نے نہ تو خود محصن ہونے کا اقرار کیا نہ کسی اور نے اس کے محصن ہونے کی گواہی دی جب اسے کوڑے لگ گئے تو پھر گواہوں نے اس کے محصن ہونے کی گواہی دی تو اس کو رجم کیا گیا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے محصن ہونے کا ثبوت نہ ہونے پر اسے کوڑوں کی سزا دی۔ معلوم ہوا کہ سورۂ نور نازل ہو چکی تھی تب ہی تو اسے کوڑوں کی سزا بطور حد لگائی گئی حدیث کے الفاظ ہیں "فَجُلِدَ الْحَدُّ" اسے کوڑوں کی حد لگائی گئی، پھر اس کے بعد جب یہ ثبوت سامنے آیا کہ وہ شادی شدہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کا حکم دیا۔

ثابت ہوا کہ آیت نور کی بیان کردہ کوڑوں کی حد جاری ہونے کے بعد جو رجم ہوا وہ صرف اس لئے ہوا کہ آیت سورۂ نور سے کوڑوں کی حد تو نافذ ہوئی تھی۔ لیکن اس سے رجم کی حد منسوخ نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی کہ رجم کا حکم سورۂ مائدہ کی آیت فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ سے ثابت ہوا اور معتبر تفاسیر کی روشنی میں سورہ مائدہ سورۂ نور کے بعد اتری ہے۔

آثار صحابہ سے رجم کا ثبوت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ......

پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ نقل کیا جاتا ہے جسے بخاری سمیت

حدیث کی اہم کتب نے روایت کیا۔

(ترجمہ ذکر کیا جارہا ہے عبارت کا عکس آخر میں ہے)

بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور (اللہ تبارک وتعالیٰ نے) آپ پر کتاب نازل فرمائی پس اس میں آیتِ رجم ہے ہم نے اس کی قرأت کی اور اس کا مطلب سمجھا اور اس آیت کو اپنے ذہنوں میں رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (زانی محصن کو) رجم فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے بعد (دوسرے زانی محصنوں کو) رجم کیا۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر لوگوں پر زمانہ لمبا ہوگیا تو کوئی کہنے والا یہ کہہ دے کہ اللہ کی قسم ہم اللہ کی کتاب میں رجم کی آیت نہیں پاتے تو وہ دین حق سے بھٹک جائیں۔ ایک ایسے فرض کو ترک کرنے کی وجہ سے جس کا حکم اللہ نے قرآن میں اتارا اور رجم اللہ کی کتاب میں ثابت ہے اس زانی مرد اور زانی عورت پر جو محصن ہو جب کہ گواہ قائم ہوں یا حمل پایا جائے یا اعتراف" (بخاری ص ۱۰۰۹ ج ثانی) (39)

اس خطبہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے خلفائے راشدین نے رجم کیا اور جن کو رجم کیا وہ زانی تھے اور جن زانیوں کو رجم کیا وہ صرف محصن مرد اور عورتیں تھے اور بغیر ثبوت کے رجم نہیں کیا بلکہ اس کے لئے گواہ یا اقرار یا حمل ضروری قرار دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ......

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے

"عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِينَ رَجَمَ الْمَرْأَةَ مِنْ اَهْلِ الْكُوفَةِ ضَرَبَهَا يَوْمَ الْخَمِيسِ

وَرَجَمَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ أَجْلِدُهَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَرْجُمُهَا بِسُنَّةِ نَبِيِّ اللّٰهِ" (مسند احمد بن حنبل ص ۱۱۶ ج ۱ طبع نشر السنۃ ملتان) (40)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ کی ایک عورت کو رجم کیا، جمعرات کے دن آپ نے کوڑے لگائے اور جمعہ کے دن رجم کیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو کوڑے لگائے کتاب اللہ کے حکم سے اور رجم کیا سنت رسول کے مطابق۔

یہ واقعہ بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے روایت کردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کے مطابق لگتا ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس شخص کے بارے میں جسے آپ نے کوڑے لگوائے۔ پہلے دن کسی نے اس کے محصن ہونے کی گواہی نہ دی اور نہ اس نے خود اقرار کیا اس لئے آپ نے اسے کوڑے لگوائے دوسرے دن جب اس پر گواہ قائم ہوگئے تو اسے رجم کرادیا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے کہ یہ عورت رجم اور کوڑے دونوں سزاؤں کی بیک وقت مستحق ہے تو پھر یہ کہتے ہیں کہ میں نے دونوں سزائیں سنت کے مطابق دی ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی کوئی سنت ثابتہ نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ بکر کو زنا پر کوڑے اور رجم دونوں جمع کئے گئے ہوں اور قرآن مجید میں بھی ایسا کوئی حکم نہیں کہ بکر کو زنا پر کوڑے اور رجم جمع کئے جائیں۔

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ میں نے کتاب اللہ کی روشنی میں اسے کوڑے مارے ہیں کہ سورۂ نور کا حکم انہوں نے جاری کیا اور پھر اس کے بعد اسے رجم کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک آیت نور کے بعد بھی

رجم باقی ہے اور وہ کوڑوں کی سزا کے نفاذ سے ختم نہیں ہوا۔

رجم تعزیر نہیں ہوسکتا:

اس مقام پر مصنف کی قلابازی ملاحظہ فرمائیں (جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے) کہ رجم کے بارے میں مصنف نے حاصل بحث کے عنوان سے ص۱۳۶ پر کہا ہے۔

''اسے زنا بالجبر کی سزا کے طور پر باقی رکھا جاسکتا ہے'' اور اس سے پہلے کہا ہے کہ رجم ''زنا بالجبر کی تعزیری سزا ہے'' (حدود آرڈیننس ص ۱۳۶)

حیرت کی بات ہے کہ مصنف کبھی تو رجم کو زنا بالرضا میں مسترد کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ عورتوں کے تحفظ کے لئے (مردوں کو) تعزیری طور پر رجم کیا جاسکتا ہے۔ (یعنی یہ ضروری نہیں بلکہ حکومت چاہے کرے یا چاہے نہ کرے) لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو رجم کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ عورت ہے اس نے کسی کو کیا جبر کیا ہوگا اکیلی عورت کسی کو کیا جبر کرسکتی ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ رجم کررہے ہیں تو یہ زنا بالرضا پر (نہ مرد کو بلکہ) عورت کو رجم کی واضح مثال ہے۔ جو نزول قرآن کے مکمل ہونے کے بیس پچیس سال بعد دی جارہی ہے۔ ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک رجم زنا بالرضا کی حد ہے اور وہ عورت پر بھی نافذ ہوگی اور وہ سورۂ نور کی آیت سے منسوخ نہیں ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ......

آپ قرآن مجید کے عظیم مفسر گزرے ہیں بخاری شریف میں آپ کا تفسیری نکتہ محفوظ کیا گیا کہ قرآن مجید میں عورتوں ہی کے بارے میں یہ فرمان آیا تھا کہ جو

عورتیں اس فعل بد کی مرتکب ہوجائیں ان کو ان کے گھر کے کمروں میں بند کردو یہ سزا عمر قید ہوگی جب تک نہ مریں باہر نہیں نکلیں گی یا پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور راہ نکالے۔ حضرت ابن عباس اس راہ کی تشریح میں فرماتے ہیں ''یعنی اَلرَّجْمُ لِلثَّيِّبِ وَالْجَلْدُ لِلْبِكْرِ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اس نے راہ نکالی شیب کے لئے اس جرم پر رجم اور بکر کے لئے کوڑے۔

(بخاری شریف ص ۶۵۷ جلد ثانی تفسیر سورۂ نساء) (41)

حضرت ابن عباسؓ سمیت تمام مذکورہ صحابہ کرامؓ رجم کے حکم کو جاری مان رہے ہیں اور وہ بھی صرف شیب کے لئے۔ کوئی نہیں کہتا کہ یہ صرف جبری زنا کی سزا ہے جو کسی عادی مجرم کو دی جائے گی چاہے وہ شادی شدہ ہو یا کنوارا اور نہ یہ کوئی کہتا ہے کہ جبر تو صرف مرد کرسکتا ہے اس لئے وہ سزا صرف مرد کو دی جائے گی عورت کو نہیں۔

خلاصہ یہ کہ مصنف وہ بات کہہ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف، اللہ کے رسول کے فرمان کے خلاف اور صحابہ کرام کے طرز و احکام کے خلاف ہے اس لئے اس کے خلاف کسی نام نہاد اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔

نکتہ نمبر ۵:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا'' (سورۂ نساء آیت نمبر ۱۱۵) اور جو مخالفت کرے رسول کی اس کے بعد کہ روشن ہوگیا اس کے لئے سیدھا راستہ اور وہ چلے مسلمانوں کی راہ کے خلاف تو اسی

طرف ہم اسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور پہنچائیں گے اسے جہنم میں اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے"

رجم کے مسئلہ کا ثبوت قرآن، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین سے ہے اور آج تک امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر (سنی، دیوبندی، اہل حدیث اور بارہ امامی شیعہ جو پاکستان میں پائے جاتے ہیں) رجم کے مسئلہ پر اتفاق رکھتے ہیں کہ مرد عورت ہر دو پر ضروری ہے۔ جبری مزنیہ پر اگرچہ رجم نہیں البتہ جبری زانی پر ضروری ہے اور راضی ہونے کی صورت میں عورت اور مرد ہر دو پر رجم ضروری ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا آیت قرآنی کے پیش نظر ایسے لوگ جو رجم کے منکر ہیں مومنین کے راستہ سے بھٹک کر قرآنی وعیدوں کے مستحق ٹھہرے۔

نکتہ نمبر ۶:

جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ آیت قرآنی فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ کے ارشاد کے پیش نظر کئی شخصوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے خلفاء راشدین نے رجم کرایا تھا۔ ان میں یہودی بھی تھے اور مسلمان بھی۔ ہمیں اس بارے میں مزید بات کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مصنف خود بھی ص ۱۳۴ پر مسلمانوں کو رجم کرانا تسلیم کر چکے ہیں۔

نکتہ نمبر ۷:

آیت مذکورہ بالا قرآن مجید میں موجود ہے لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا درست ہوا کہ آیت ہے لیکن لوگ واضح دلالت نہ ہونے کی وجہ سے رجم کا انکار کر کے گمراہ ہوں گے۔ یاد رہے یہاں گمراہ سے مراد لغوی گمراہ ہے جو انکار

قرآن کی وجہ سے کافر ٹھہرے گا۔

غیر مسلموں پر رجم: (حنفیہ رعایت دیتے ہیں)

اس میں ہمیں اعتراض نہیں کہ غیر مسلموں کو رجم نہ کرایا جائے لیکن شافعیہ اور دیگر علماء کے نزدیک کفار پر حد نافذ ہوگی یعنی وہ محصن ہونے کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں مانتے مصنف اور اس کے ہم نوا جو ہمیشہ ملک کی عظیم اکثریت سنی حنفی مسلمانوں کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کرتے رہے انہیں لازم ہے کہ اس قانون سے منہ نہ پھیریں تا کہ حنفیہ کی مخالفت ہو سکے۔ تاہم حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن عظیم نے "فَاِنْ جَآءُوْکَ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ" (مائدہ آیت نمبر ۴۲) اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ کو اختیار ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں یا ان سے منہ پھیر لیں" فرما کر یہ شرط کر دیا کہ ان پر یہ حکم اس وقت لاگو ہوگا جب وہ مسلمانوں سے اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کی درخواست کریں۔ لہٰذا بے شک آرڈیننس میں غیر مسلم باشندوں کو ان کے آپس میں زنا کی صورت میں رجم سے مستثنیٰ کر دیا جائے لیکن یہ فیصلہ صرف اس صورت میں قبول ہوگا کہ دونوں ایک ہی دین کے ہوں۔ اس صورت میں کہ ایک مسلمان ہو اور ایک غیر مسلم ہو تو پھر یہ قانون بلا امتیاز دونوں پر جاری ہونا چاہئے۔

احادیث میں جرمِ زنا پر رجم حرابہ کی قسم سے نہیں:

حدود آرڈیننس کے مصنف نے مغالطہ آفرینی سے کام لیتے ہوئے یہ باطل نظریہ پیش کیا ہے کہ احادیث شریفہ میں جن مردوں اور عورتوں کے رجم کے واقعات

ہیں وہ زنا بالرضا کے واقعات نہیں بلکہ زنا بالجبر کے واقعات ہیں اسی وجہ سے انہیں رجم کیا گیا۔ لیکن یہ بات درست نہیں اس سلسلے میں یہودیہ عورت کے ماسوئی جن عورتوں کو رجم کیا گیا ان میں سے ایک عورت غامدیہ تھی جس کو رجم کیا گیا اور جس عورت نے اپنے ملازم سے زنا کیا تھا اسے رجم کیا گیا۔ جن دو عورتوں کو رجم کیا گیا انہوں نے کونسا جبر کیا تھا اگر ان پر جبر کیا ہوتا تو پھر ان پر نہ رجم تھا نہ کوڑے اور وہ جبر کر ہی نہیں سکتیں۔ پھر اسے جبر کے واقعات کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ مصنف نے سستی شہرت کے حصول کے لئے عقل وانصاف ایک طرف رکھ دیا ہے۔ لیکن کوئی بتائے کہ جب مصنف خود عورتوں پر رجم مان رہے ہیں تو عورت فاؤنڈیشن کو اس کتاب کے چھپوانے کا کیا فائدہ ہوا؟

اس کے علاوہ مصنف نے ماعز اسلمی کا واقعہ پیش کیا ہے۔ مصنف نے ماعز اسلمی پر جو الزام لگائے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ انہیں بدکاری کی لت پڑ گئی تھی انہوں نے کئی عورتوں سے بدکاری کا ارتکاب کیا۔ مصنف نے یہ الزامات اس دعویٰ کی دلیل بنائے ہیں جو انہوں نے ص ۱۳۱ پر کیا ہے کہ ''اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا بالجبر کی سزا موت ہے''۔

ہماری طرف سے یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آیت میں زنا بالجبر کا کوئی ذکر نہیں اگر کسی نے اس سے یہ سمجھا ہے تو یہ اس کا اپنا فہم ہے جس پر قرآن اس کی مساعدت نہیں کرتا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ آیت زنا بالجبر کے بارے میں اتری ہے تو پھر بھی اس میں کسی سزا کا نفاذ نہیں ہے بلکہ آئندہ سزا نافذ کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔

پھر اس سے بڑھ کر حیرت کی بات یہ ہے کہ مصنف ثابت تو یہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ آیت زنا بالجبر پر سزائے موت کا حکم لے کر نازل ہوئی۔ دلیل میں جو انہوں نے واقعات پیش کئے ہیں ان میں دو واقعات عورتوں کے ہیں۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ انہیں زنا بالجبر کہنا ہی مضحکہ خیز بات ہے اکیلی عورت کس پر جبر کر سکتی ہے۔ اور خصوصاً اس زمانے میں جب کلاشنکوفیں نہیں ہوتی تھیں۔

پھر حضرت ماعز کے واقعہ کو بھی دیکھیں اس میں مصنف نے کوئی ثبوت نہیں دیا کہ ماعز نے زنا بالجبر کا ارتکاب کیا اور کسی عورت نے چیخ چیخ کر لوگوں کو جمع کر لیا جو ماعز کو پکڑ کر لے آئے اور اس ثبوت کے بغیر یہ استدلال ریت کی دیوار ہے۔

اب آیئے اس بات پر بھی غور کرتے ہیں کہ کیا ماعز عادی مجرم تھے۔

کیا حضرت ماعز ؓ عادی مجرم تھے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ایمان اور تقویٰ کے انتہائی درجہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کو توبہ اور استغفار سکھانے کے لئے ان سے کچھ ایسے امور صادر کراتا ہے جو نہ کفر وشرک ہوتے ہیں نہ کسی طرح کی فحاشی نہ کبیرہ نہ صغیرہ۔ لیکن ان امور کو اس نبی کی نظر میں ناپسندیدہ امر قرار دیتا ہے تا کہ وہ نبی توبہ واستغفار کر کے اپنی امت اور اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے بہترین نمونہ بن سکے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت یہ تھی کہ قرآن عظیم کو یکبارگی نہیں بلکہ نجماً نجماً یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے اتارے اسی حکمت کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہوا کہ کچھ ایسے لوگ ہوں جن کی وجہ سے امت کو قرآن وسنت سے احکام کی ضرورت پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ

کرام کو جنت کا وعدہ فرما کر کفر و شرک سے مصئون اور محفوظ کر دیا تھا لیکن اہلسنت کے عقیدے کے مطابق ان میں سے کوئی بھی معصوم نہ تھا اس لئے انہیں سے حکمت کے پیش نظر ایسے کبائر اور صغائر میں سے کسی ایک آدھ کا ظہور کسی ایک آدھ شخص سے ہوتا تھا تا کہ حکمت الٰہیہ قرآن کے نزول کے لئے پوری ہو اور آئندہ آنے والی امت کے لئے اس طرح کے امور میں حکم شرعی قرآن وسنت کی شکل میں ظاہر ہو۔ یہی وجہ تھی کہ وہ حضرات فوراً نادم ہوتے تھے اور خود دربار رسالت میں حاضر ہو کر اپنے جرم کا نہ صرف اقرار بلکہ بار بار اعتراف کرتے تھے۔ حضرت ماعز بھی اسی طرح کے شخص تھے جن کو حکمت الٰہیہ نے اس امر کے لئے آگے کیا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خود جا کر اقرار کیا۔ وہ نہ تو معاذ اللہ منافق تھے اور نہ معاذ اللہ عادی مجرم۔

آج کل کے منافقین نے حدودِ الٰہیہ کو پس پشت پھینکنے کے لئے یہ حیلہ سوچا ہے کہ کبھی تو وہ ماعز کو منافق کہہ دیتے ہیں اور کبھی عادی مجرم۔

اور وہ موجودہ زمانے کے زانیوں کو پکا مومن اور اتفاقی مجرم قرار دے کر انہیں بچانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ حالانکہ حد زنا اللہ کا فریضہ ہے جس میں نہ مومن اور منافق کا فرق ہے نہ عادی اور اتفاقی کا۔

جہاں تک حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے منافق نہ ہونے کا بیان ہے ہمارے شیخ، غزالی عصر علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقالہ شریفہ میں اس کا جواب دیا ہے آپ کا وہ جواب ماعز کے عادی مجرم ہونے کے الزام کو بھی رفع کرتا ہے۔ لیکن اس کتاب میں مصنف نے صرف عادی مجرم کی بحث چلائی ہے اس لئے اسکی کتاب میں دیئے گئے دلائل پر غور کرنا ضروری ہے۔

حضرت ماعز کے متعلق مصنف کے ذکر کردہ دلائل پر ایک نظر:

اس بارے میں عرض ہے کہ مصنف نے اس سلسلے میں سب سے پہلا حوالہ جو دیا ہے وہ صحیح مسلم کی روایت ہے (جس کو مصنف نے ص ۱۳۱ تا ص ۱۳۲ پر ذکر کیا) اس روایت کے الفاظ کا پہلا حصہ اس شخص کا حلیہ بتا رہا ہے اس کے علاوہ وہ اس کی مفلسی بتا رہا ہے کہ بال بکھرے ہوئے تھے جسم پر ایک تہبند تھا حضور ﷺ نے اسے رجم کر دیا۔

اس کے بعد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے اور اس کے رجم سے فوت کے بعد خطاب عام فرمایا اور ایسے لوگوں کو دھمکایا جو کسی عورت کو دودھ پلا کر ورغلا لیتے ہیں اور فرمایا اگر ایسا شخص میرے ہتھے چڑھ گیا تو میں اسے عبرت ناک سزا دوں گا کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ دھمکی آپ فوت شدہ کو دے رہے تھے یہ تو ایسے اشخاص کو دھمکی ہے جو اس طرح کا کام کرنے کے بعد چھپ جاتے تھے قلبی نفاق کی وجہ سے ان کو اقرار کی توفیق نہیں ہوتی تھی۔

ظاہر بات ہے یہ دھمکی انہیں دی گئی ہے پھر اس دھمکی میں بھی یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ وہ زبردستی کرتا ہے بلکہ دودھ پلانے کا ذکر فرما کر یہ بتا دیا کہ ایسا شخص غریب عورتوں کو ورغلاتا ہے اور انہیں جبر نہیں کرتا بلکہ اس فعل بد پر راضی کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں آپ نے جن لوگوں کو ڈانٹا نہ تو ان پر جبر واکراہ کا الزام ہے اور نہ ہی عادی مجرم کا چہ جائے کہ حضرت ماعز پر جبر واکراہ کا الزام لگایا جائے جن کو ڈانٹ دی ہی نہیں۔ اور اس طرح سورۂ احزاب کی آیت "لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ" سے مصنف کے زعم باطل میں ثابت ہونے والے حکم کی زد میں

حضرت ماعز آئیں بلکہ حدیث شریف میں واضح موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کے رجم کے بعد اسے برا نہیں کہا بلکہ ایک اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ اسے برا کہنے والوں کو ڈانٹا۔

اب آیئے مذکورہ بالا حدیث کے تیسرے جزء میں غور کرتے ہیں جو مصنف نے اپنے ترجمے میں بیان کیا۔ سعید بن جبیر ایک تابعی نے بتایا کہ رسول اللہ نے اسے چار بار لوٹایا تھا اس روایت کے پہلے پیرے میں مصنف اپنے ترجمہ میں لکھ چکے ہیں کہ حضور نے اسے دوبار لوٹایا تھا پھر اس روایت کے یہ لفظ بھی نقل کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے جو ایک تابعی ہیں یہ کہا کہ چار بار لوٹایا تھا جب کہ اس روایت کی سند میں سعید بن جبیر نہیں ہیں۔ دوسرا یہ کہ روایت کے اول اور آخر میں تعارض ہو گیا تھا مصنف کو چاہیئے تھا کہ اس تعارض سے عہدہ برا ہو کر وہ آگے بڑھتا ورنہ اس روایت کا وہ حوالہ ہی نہ دیتا۔ اسی طرح کا متعارض حوالہ پہلے نمبر میں پیش کرنا مصنف کی علمی نااہلیت کو ظاہر کرتا ہے۔

قول سعید بن جبیر اور امام مسلم:

شاید کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ وضاحت تو امام مسلم کے ذمے تھی انہوں نے نہیں کی تو مصنف کیا کرتا۔ تو یہاں دو گزارشیں ہیں۔ ایک یہ کہ مصنف ایک روایت سے استدلال کر رہا ہے اور اسی روایت کا ایک حصہ دوسرے حصہ کے خلاف ہے اسی طرح اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکتا تو چاہیے تھا کہ مصنف اس کا کوئی معقول جواب دیتا یا پھر اس روایت سے استدلال نہ کرتا۔

دوسری گزارش امام مسلم کے بارے میں ہے کہ ان پر یہ الزام بے جا ہے

اس لئے کہ انہوں نے اس کے ساتھ ہی اگلی روایت میں ایک تو "فَـرَدَّهُ مَـرَّتَيْـنِ" اسے دوبارہ لوٹایا پر شک وارد کیا ہے اور یہ بتایا کہ شعبہ سے سننے والوں میں اختلاف ہے کچھ نے کہا ہے دوبار یا تین بار لوٹایا اور یہ صحیح ہے کہ تین بار لوٹایا اور حدیث کے فن کے ماہرین پر یہ بات مخفی نہیں کہ جب اعداد میں تعارض ہو تو سب سے اوپر کا عدد معتبر ہوتا ہے اور یہ روایت جابر بن سمرہ سے ہے جو صحابی ہیں اس لئے کہ اگر سعید بن جبیر کے قول کا اور کوئی جواب بھی نہ دیا جاتا تو صرف اتنا کافی تھا کہ صحابی تو تین بار روایت کر رہے ہیں اور تابعی جو صحابی سے دوسرے نمبر پر ہے وہ چار بار روایت کرتا ہے تو تابعی کی بات رد ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں امام مسلم نے سعید بن جبیر کے قول کا بھی جواب دیا ہے چنانچہ اسی حدیث کے راوی سماک بن حرب کے واسطے سے وہ ابو عوانہ سے روایت لائے ہیں جو سماک سے روایت کر رہے ہیں۔ سماک سعید بن جبیر سے روایت کر رہے ہیں سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کر رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ماعز بن مالک سے فرمایا کہ کیا وہ بات حق ہے جو میرے پاس تمہاری نسبت پہنچی ہے؟ تو ماعز نے کہا آپ کو میرے متعلق کیا پہنچا ہے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے یہ پہنچا ہے کہ تم فلاں قبیلے کی جاریہ کے ساتھ واقع ہوئے ہو۔ اس نے کہا ہاں راوی سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے (اپنے بارے میں) چار بار گواہی دی پھر آپ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اس کو رجم کیا گیا۔ (مسلم ص ٦٦ جلد ثانی) (42) اس روایت نے بتا دیا کہ اس کو چار بار نہیں لوٹایا گیا بلکہ تین بار لوٹایا گیا ہر بار وہ اپنے اوپر اقرار کرتا تھا اس اقرار کو گواہی سے تعبیر کیا گیا ہے اور چوتھی اس نے پھر اپنے اوپر گواہی

دی اور ہر کلام میں یہ تساہل ہوتا ہے کہ کبھی ایسے شخص کو جس نے چار بار حاضری دے کر اقرار کیا ہو اور پہلے ہر بار اسے لوٹایا گیا ہو اسے کبھی چار بار لوٹنے سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ مراد یہ ہوئی کہ اسے تین بار لوٹایا اور چوتھی بار اس کی بات مان لی۔ لہٰذا بات بے غبار ہوگئی کہ اس نے چار بار اقرار کیا تھا لیکن اس سے مصنف کا یہ قول کیسے ثابت ہوا کہ وہ بار بار پکڑا گیا تھا۔ کسی ایک کام کا بار بار اقرار کرنا اور کسی کام کا چار بار کرنا اس میں واضح فرق ہے۔ جو مصنف کی سمجھ میں نہیں آتا۔ بہرحال اس حدیث میں چار بار شہادت اور اقرار کا ذکر ہے۔ چار بار فعل زنا کا ذکر نہیں۔ مصنف نے اپنی بات پر اصرار کرنے کے لئے اس ایک واقعہ کے مختلف الفاظ بیان کئے ہیں۔ ان شاء اللہ ہم اس بحث کے آخر میں بیان کریں گے کہ مصنف کی بیان کردہ کسی روایت سے بھی حضرت ماعز سے ایک دفعہ سے زائد فعل زنا کا وقوع ثابت نہیں ہوسکتا۔

دوسری روایت امام مسلم کی ابو سعید خدری سے نقل کی ہے اس میں اسی طرح کے خطبے کا ذکر ہے کہ اس طرح کا کوئی شخص لایا گیا تو میں اسے عبرت ناک سزا دوں گا اور اسی میں تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ماعز کو رجم کرنے کے بعد یہ خطاب عام فرمایا تھا اور اس میں بھی ایسا کوئی لفظ نہیں جس میں اس فعل کے بار بار مرتکب ہونے کا ذکر ہو۔ مصنف کی عبارت پہلے پیش کی جا چکی ہے۔ مگر یہاں قابل ذکر جملہ وہ ہے جو اس حدیث سے ''کتابِ حدود آرڈیننس'' کے مصنف نے منسوب کیا کہ ''وہ اور ماعز کی قوم کے لوگوں نے یہ بیان دیا کہ اس کے دماغ میں تو کوئی خلل نظر نہیں آتا البتہ اسے ایک ایسی شئی کی لت پڑ گئی ہے کہ اسے چھوڑ نہیں سکتا اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اسے حد جاری کر دی جائے''۔

جھوٹا حوالہ:

مصنف نے اس قبیل کے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے یہ نعرہ لگایا کہ زنا پر رجم کی حد شادی شدہ کے لئے ثابت نہیں بلکہ رجم کی سزا درحقیقت دہشت گردی کی سزا ہے اور بس! لیکن مشکل یہ تھی کہ صحیح احادیث شریفہ رجم کے متعدد واقعات کی روایت کر رہی تھیں اس لئے مصنف نے ان میں غور کرنے کے باوجود کہ اس میں دہشت گردی کا کوئی واقعہ ثابت نہیں ہوتا تھا پھر بھی مصنف نے اس کو عادی جرم کا واقعہ قرار دے دیا تاکہ جو پھنس جائے وہ کہے کہ یہ میرا پہلا جرم ہے۔ لیکن یہ بات ثابت نہیں ہوسکتی تھی۔ تو اس مصنف نے آج کل کے وکیلوں کی طرح جھوٹ گھڑنے میں اپنی عافیت سمجھی۔

اس میں جو رکاوٹ تھی وہ اصل کتاب کے عربی الفاظ تھے۔ مصنف نے انہیں دانستہ نقل نہیں کیا۔ آیئے! پہلے مسلم شریف کی عربی عبارت ملاحظہ ہو۔ جیسا کہ مصنف نے کہا کہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ جو ابو سعید خدری ؓ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماعز کی قوم سے اس کے بارے میں پوچھا ''**قَالَ ثُمَّ سَأَلَ قَوْمَهٗ فَقَالُوْا مَانَعْلَمُ بِهٖ بَأْساً اِلَّا اَنَّهٗ اَصَابَ شَيْئاً نَرٰى اَنَّهٗ لَايُخْرِجُهٗ مِنْهُ اِلَّا اَنْ يُّقَامَ فِيْهِ الْحَدُّ**'' (مسلم ص ۶۷ ج ثانی) اور مسلم کے ایک نسخے میں یوں ہے ''**يُرٰى اَنَّهٗ لَايُخْرِجُهٗ مِنْهُ اِلَّا اَنْ يُّقَامَ فِيْهِ الْحَدُّ**'' حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کی قوم سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہم اس میں کوئی بیماری نہیں پاتے مگر بات یہ ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کا مرتکب ہوگیا ہم سمجھتے ہیں اور ایک نسخہ میں ہے کہ وہ خود سمجھتا ہے کہ اسے اس چیز (کے گناہ) سے نہیں نکالے گا مگر یہ

امر کہ اس گناہ کے بارے میں حد قائم کی جائے۔ (مسلم ص ۶۷ جلد ثانی) (43)

اس روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا معنٰی ہو کہ اسے بری عادت پڑ گئی ہے، لت پڑ گئی ہے، یہ مصنف نے اپنی طرف سے تراشا ہے اسی طرح یہ بھی نہیں کہ اس کی نجات اس وقت ہوگی جب اس شخص پر حد قائم کی جائے حدیث میں فِیْــہِ کے لفظ ہیں عَـلَـیْـہِ کے نہیں معنٰی یہ ہوگا کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب تک اس گناہ کے بارے میں حد قائم نہ کی جائے اسے اطمینان حاصل نہیں ہوگا۔

فرق یہ ہے کہ حدیث میں یہ تھا کہ اس گناہ پر حد قائم کی جائے۔ لیکن مصنف نے ترجمہ تبدیل کر کے کہ "اس پر حد قائم کی جائے"۔ یہ تأثر دیا کہ اسکی قوم کے لوگ اس شخص کے وجود سے اپنی جان چھڑانا چاہتے تھے، اس لئے یہ کہا۔ اس طرح مصنف نے دو جگہ غلط ترجمہ کر کے جھوٹا حوالہ دیا حالانکہ ایک جگہ ترجمہ غلط ہوتا تو بھی حوالہ جھوٹا تھا۔ اس طرح یہ دو جھوٹے حوالے قرار پائے۔

آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم نے اس بات پر کوئی تبصرہ کیا ہے؟ امام مسلم کی فراست ایمانی ہے کہ انہوں نے معترض کے پیدا ہونے سے پہلے اس وہم کا علاج پیش کر دیا کہ حضرت ماعز کو اگر کوئی دہشت گرد یا عادی مجرم سمجھے تو اس کا جواب یہ ہے۔ چنانچہ امام مسلم ایک دوسرے صحابی حضرت بریدہ سے ابو سعید خدری کی اس حدیث کے مختلف طرق بیان کرنے کے بعد حضرت بریدہ سے متعدد سندوں سے یہ حدیث لاتے ہیں۔ اس کی دوسری سند میں یہ الفاظ لاتے ہیں کہ حضرت بریدہ نے فرمایا "فَرَدَّهُ الثَّانِيَةَ فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى قَوْمِهِ فَقَالَ اَتَعْلَمُوْنَ بِعَقْلِهٖ بَأْسًا تُنْكِرُوْنَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالُوْا مَا نَعْلَمُهٗ إِلَّا وَفِيَّ الْعَقْلِ مِنْ صَالِحِيْنَا

فِیْمَا نُرٰی" یعنی رسول اللہ نے دوسری بار اس کو واپس کرنے کے بعد اس کی قوم کے پاس پیغام بھیجا (جب وہ آگئے) تو آپ نے فرمایا کیا تم لوگ ماعز کی عقل میں کوئی نقصان یا بیماری پاتے ہو تم اس کی کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہم اس کے متعلق صرف یہی جانتے ہیں کہ وہ صحیح عقل والا ہے اور ہماری قوم کے نیک لوگوں میں سے ہے جہاں تک ہم دیکھتے ہیں۔

(ص ۶۸ جلد ۲ مسلم شریف طبع اصح المطابع کراچی) (44)

اس روایت نے مصنف کے نظریئے کا کام تمام کر دیا کیونکہ صحابہ نے نہ صرف یہ کہ لت پڑنے کا لفظ نہیں بولا بلکہ صاف طور پر یہ کہا تھا کہ ہمارے دیکھنے میں وہ نیک آدمی ہے، ہم اس میں کوئی برائی نہیں پاتے اگر وہ اس طرح کا دہشت گرد ہوتا یا کئی بار پکڑا گیا ہوتا تو صحابہ یہ گواہی نہ دیتے۔ صرف اس پر بس نہیں بلکہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حضرت بریدہ اسلمی کی پہلی سند سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ رجم ہونے کے بعد ماعز کے بارے میں صحابہ کی رائے مختلف تھی اور اسی حال میں دو یا تین دن گزر گئے پھر اس کے بعد یعنی تیسرے یا چوتھے دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور صحابہ بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے سلام کیا پھر تشریف فرما ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ماعز بن مالک کے لئے مغفرت کی دعا کرو تو سب صحابہ نے کہا اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک کی مغفرت فرمائے۔ (شاید کوئی یہ سمجھے کہ جرم باقی تھا تو مغفرت کی دعا کی گئی تو آپ ﷺ نے اس شبہ کو یہ کہہ کر رد فرما دیا قسم بخدا) اس نے ایسی توبہ کی اگر کوئی پوری امت گناہ گار ہوتی اور اس توبہ کو ان میں تقسیم کر دیا جاتا تو وہ توبہ سب کو کافی ہو جاتی۔ مسلم نے اس حدیث سے ثابت کر دیا کہ ماعز کی قوم نے اسے نیک صالح قرار دے کر اس کے منافق

اور عادی مجرم ہونے کا رد کردیا۔ اس کے علاوہ خود رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں گواہی دی کہ اس کی توبہ مقبول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسی رحمت فرمائی کہ اگر اس کا تھوڑا سا حصہ ایک مجمع کثیر کو بانٹ دیا جائے تو ان کی معافی کے لئے کافی ہوگا۔ پھر خود رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعائے مغفرت فرما کر اپنی شفقت کا اظہار بھی فرمادیا۔ اب دو ہی باتیں ہیں یا تو یہ کہ ماعز پر حد نافذ کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اس سے راضی ہوگئے اور دھمکی کسی دوسرے کے لئے تھی یا یہ کہ دھمکی کا یہ بیان حضور ﷺ کی (ماعز کے رجم ہونے کے بعد) اس پر ناراضگی کے باقی ہونے پر دلالت کرتا تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وحی آئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی توبہ کی مقبولیت کا اعلان کیا اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائی تو اس صورت میں آپ کی ناراضگی منسوخ ہوگئی اور ہر دو صورتوں میں ماعز پر کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔ اس سلسلے میں مزید ایک روایت اور بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ (ماعز بن مالک) اسلمی نبی اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے چار بار اقرار اور بار بار وضاحت کے بعد اسے رجم کرادیا اس کے بعد حدیث کے الفاظ ہیں

"فَسَمِعَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِهٖ
يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اُنْظُرْ اِلٰى هٰذَا الَّذِیْ
سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَلَمْ تَدَعْهُ نَفْسُهٗ حَتّٰى رُجِمَ
رَجْمَ الْكَلْبِ فَسَكَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً
حَتّٰى مَرَّ بِجِيْفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اَيْنَ
فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَقَالَا نَحْنُ ذَانِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

فَقَالَ انْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيْفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ
فَقَالَا يَانَبِيَّ اللّٰهِ مَنْ يَّاْكُلُ مِنْ هٰذَا قَالَ فَمَا
نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ اَخِيْكُمْ اٰنِفًا اَشَدُّ مِنْ اَكْلٍ
مِنْهُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنَّهُ الْاٰنَ لَفِیْ اَنْهَارِ
الْجَنَّةِ يَنْغَمِسُ فِيْهَا"

(ابوداؤد ص ۲۵۲ ج ۲ طبع ایچ ایم سعید کراچی) (45)

تو نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے دو مردوں سے سنا ایک صاحب دوسرے صاحب سے کہہ رہے تھے دیکھو اس شخص (ماعز) کو جسے اللہ تعالیٰ نے پردہ میں رکھا تھا تو اس کے نفس نے اسے نہ چھوڑا یہاں تک کہ اسے کتے کی طرح رجم کیا گیا۔ آپ ﷺ ان کے بارے میں خاموش رہے کچھ دیر آپ سفر کرتے رہے (وہ بھی ساتھ تھے) یہاں تک کہ آپ ایک مرے ہوئے گدھے کے پاس سے گزرے جس کے پاؤں اوپر کی جانب کھڑے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟ تو ان دونوں نے عرض کی ہم یہ ہیں یارسول اللہ ﷺ تو آپ نے فرمایا (اپنی سواریوں سے) نیچے اترو اور مرے ہوئے گدھے میں سے کھاؤ! تو عرض کی اے اللہ کے نبی اس میں سے کون کھا سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے بھائی (ماعز) کی عزت پر جو زبان درازی کی وہ اس (مرے ہوئے گدھے) میں سے کھانے سے زیادہ سخت بات ہے۔ قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بے شک وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (ابوداؤد ص ۲۵۲ جلد ۲)

مرجوم کے جنازہ کی نماز:

رہا یہ امر کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے جنازہ کی نماز کیوں نہ پڑھی؟ تو حضور نبی کریم ﷺ کے اس کے لئے دعا کے بعد اور اس کے لئے جنت کی یقین دہانی کے بعد یہ سوال دو وجہ سے بے کار ہو جاتا ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جن کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی لیکن اس کے باوجود وہ مسلمان ہوتے ہیں جیسے خودکشی کرنے والا شخص، اپنے ماں باپ کا قاتل لیکن ان کو دوزخ کا عذاب بھگتنا ہوتا ہے جبکہ ماعز اسلمی کے لئے جنت کی واضح خوشخبری موجود ہے۔ دوسرا یہ کہ اہلسنت و جماعت نسخ احکام کے قائل ہیں حضور ﷺ کوئی کام وحی کے بغیر نہیں کرتے۔ آپ نے پہلے دن ماعز کا جنازہ نہیں پڑھا لیکن اس کے بعد آپ نے ماعز کی نماز جنازہ پڑھی چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ماعز پر حد نافذ ہوگئی اور وہ بذریعہ رجم قتل کر دیئے گئے تو نبی کریم ﷺ سے کہا گیا یا رسول اللہ کیا آپ اُس پر نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور پہلی دو رکعتوں کو لمبا کیا جیسا کہ انہیں گزشتہ شام لمبا کیا تھا یا کچھ اس کے قریب۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا فَصَلُّوا عَلٰی صَاحِبِکُمْ فَصَلّٰی عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ.

(مصنف عبدالرزاق جز سابع ص ۳۲۱ حدیث نمبر 13339 طبع بیروت) (46)

اس سلسلے میں حضرت جابر کی روایت بھی ہے۔ جس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ لیکن اس کے بالکل برعکس صحیح بخاری

(صفحہ ۱۰۰۷ جلد دوم) میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی۔ امام بخاری سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا معمر کی روایت میں اسی طرح ہے۔ اس لئے حضرت جابر ؓ کی روایت بھی نماز جنازہ پڑھنے کے ثبوت پر حجت ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ متضاد الفاظ کی وجہ سے حضرت جابر ؓ کی روایت ساقط ہوگئی مگر ابوامامہ کی روایت کے اندر مخالفت اور تضاد نہیں لہٰذا دوسرے دن جنازہ پڑھنا ثابت ہوا۔ اس امر کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ماعز کے بعد ایک حاملہ کو رجم کیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نماز جنازہ پڑھی۔ (مسلم ص ۶۸ ج ثانی طبع کراچی) (47)

اس سے ثابت ہوا کہ جنازہ نہ پڑھنے کا حکم منسوخ ہو گیا اس لئے ماعز کا جنازہ نہ پڑھنے سے اس شخص کی قباحت پر استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ نسخ کے بعد منسوخ سے استدلال باطل ہے۔

خلاصہ یہ کہ مصنف کا یہ حوالہ جھوٹ ہے کہ حضرت ماعز کو بقول صحابہ زنا کی بری عادت پڑ گئی تھی۔ مصنف نے جس کتاب کا حوالہ دیا نہ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے اور نہ کسی اور کتاب سے۔ یہ جھوٹا حوالہ مصنف کی ترجمہ میں خیانت کا گواہ ہے جس کا جواب اس سے قیامت میں لیا جائے گا۔

مصنف کا ایک اور سفید جھوٹ:

مصنف نے ایک اور حوالہ اس طرح سے دیا ہے۔

"مسند احمد کی روایت سے جو عبداللہ بن بریدہ نے اپنے والد کے توسط سے بیان کی معلوم ہوتا ہے کہ ماعز اس جرم میں بار بار پکڑے گئے اور ہر بار

اعتراف کیا۔(۱۱۱) (حدود آرڈیننس ص ۱۳۲)

مصنف نے آگے چل کر اپنے طریقے کے مطابق اس حوالہ کا صفحہ دینا تھا لیکن ص ۱۸۴ پر نمبر ۱۱۱ پر ایضاً حدیث نمبر 4428 کر کے جان چھڑا لی ہے۔ ایضاً سے اوپر نمبر 110 میں مسلم کا حوالہ ہے یعنی یہ بھی مسلم کا حوالہ ہے۔

مسلم میں حضرت عبداللہ بن بریدہ سے انکے والد بریدہ کی جو دو روایتیں آئی ہیں وہ اس سے قبل مصنف کے جھوٹے حوالے کے عنوان سے ہم نے بیان کی ہیں وہاں بھی یہ لفظ کہیں نہیں اس کے علاوہ مسند احمد میں اگرچہ مصنف نے صفحہ نہیں دیا۔ وہاں ہم نے حضرت بریدہ کی احادیث کے پورے عنوان کی تحت پورے مجموعہ احادیث کو پڑھا اس جیسے مضمون کی صرف ایک ہی حدیث ہے جو عبداللہ بن بریدہ نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہم اس کا پورا مضمون مع عربی عبارت پیش کر رہے ہیں۔ جو مصنف نے اپنے جھوٹ کو چھپانے کے لئے شاید دانستہ ترک کر دی۔

مسند امام احمد بن حنبل ص ۳۴۷ جلد ۵ طبع نشر السنہ ملتان میں ہے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا بَشِيْرُ بْنُ مُهَاجِرٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ جَالِساً عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ فَقَالَ يَانَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّي زَنَيْتُ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ تُطَهِّرَنِي فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ اِرْجِعْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَاهُ اَيْضاً فَاعْتَرَفَ عِنْدَهُ بِالزِّنَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ اِرْجِعْ ثُمَّ اَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى قَوْمِهِ فَسَاَلَهُمْ عَنْهُ فَقَالَ لَهُمْ مَاتَعْلَمُوْنَ مِنْ مَاعِزِبْنِ مَالِكٍ الْاَسْلَمِيِّ هَلْ تَرَوْنَ بِهِ بَاْساً اَوْتُنْكِرُوْنَ مِنْ عَقْلِهِ شَيْئاً قَالُوْا يَانَبِيَّ اللّٰهِ مَانَرٰى بِهِ بَاْساً وَمَانُنْكِرُ مِنْ

عَقْلِهِ شَيْئاً ثُمَّ عَادَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ الثَّالِثَةَ فَاعْتَرَفَ عِنْدَهُ بِالزِّنَا اَيْضاً فَقَالَ يَانَبِيَّ اللّٰهِ طَهِّرْنِي فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى قَوْمِهِ اَيْضاً فَسَاَلَهُمْ عَنْهُ فَقَالُوْا لَهُ كَمَا قَالُوْا لَهُ الْمَرَّةَ الْاُوْلٰى مَانَرٰى بِهِ بَاْساً وَمَانُنْكِرُ مِنْ عَقْلِهِ شَيْئاً ثُمَّ رَجَعَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ الرَّابِعَةَ فَاعْتَرَفَ عِنْدَهُ بِالزِّنَا فَاَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فَحُفِرَ حُفْرَةً فَجُعِلَ فِيْهَا اِلٰى صَدْرِهِ، ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ اَنْ يَّرْجُمُوْهُ وَقَالَ بُرَيْدَةُ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَنَا اَنَّ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ لَوْجَلَسَ فِيْ رِحْلِهِ بَعْدَ اِعْتِرَافِهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ لَمْ يَطْلُبْهُ وَاِنَّمَا رَجَمَهُ عِنْدَ الرَّابِعَةِ.

(مسند احمد بن حنبل ص ۳۴۷ ج ۵ طبع نشر السنہ ملتان) (48)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو نعیم نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی بشیر بن مہاجر نے انہوں نے کہا مجھے حدیث بیان کی عبداللہ بن بریدہ نے اپنے والد کی روایت سے کہ انہوں نے فرمایا میں نبی کریم ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا جب آپ کے سامنے ایک مرد آیا جسے ماعز بن مالک کہتے تھے اس نے عرض کی یا نبی اللہ! میں نے زنا کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کریں تو نبی ﷺ نے اس سے فرمایا واپس لوٹ جاؤ۔ جب دوسرا دن ہوا تو وہ پھر آ گیا اور آپ کے سامنے زنا کا اقرار کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوٹ جاؤ پھر نبی کریم ﷺ نے اس کی قوم کی جانب پیغام بھیجا آپ نے ان سے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تم ماعز بن مالک اسلمی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ کیا تم اس میں کوئی خرابی پاتے ہو یا اس کی عقل میں کچھ ناپسند کرتے ہو؟ (یعنی عقل میں خرابی پاتے ہو؟) انہوں نے عرض کی اے اللہ کے نبی ہم نہ اس میں کوئی خوف کی بات پاتے ہیں نہ ہم اس کی عقل میں کچھ

خرابی پاتے ہیں۔ تیسری بار وہ نبی کریم ﷺ کے پاس پھر لوٹا پھر اُس نے زنا کا اقرار کیا تو کہا اے اللہ کے نبی مجھے پاک کر دیں پھر نبی کریم ﷺ نے اس کی قوم کے پاس دوبارہ پیغام بھیجا تو اس کے بارے میں ان سے سوال کیا تو انہوں نے جس طرح پہلی بار عرض کی اسی طرح عرض کی کہ ہم اس میں نہ کوئی خوف کی بات دیکھتے ہیں نہ ہم کوئی اس کی عقل میں خرابی پاتے ہیں۔ پھر وہ چوتھی بار نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور زنا کا اقرار کیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے گڑھا کھودنے کا حکم دیا اور سینے تک اس کو اس گڑھے میں داخل کر دیا گیا پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اسے رجم کریں۔ (اس کے بعد حضرت بریدہ کا قول ہے) ہم نبی کریم ﷺ کے اصحاب آپس میں یہ کہتے تھے کہ ماعز بن مالک اگر اپنے گھر میں تین بار اقرار کے بعد بیٹھ جاتا تو نبی کریم ﷺ اسے نہ بلاتے۔ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ آپ نے اسے چوتھی بار اقرار کے بعد رجم کیا''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ماعز بن مالک نے ایک ہی بار زنا کیا اور اسی کا چار بار اقرار کیا اور چوتھی بار کے اقرار کے بعد اسے رجم کر دیا گیا اور کوئی آدمی انہیں کبھی پکڑ کر نہیں لایا۔ لہٰذا مصنف نے مسند احمد کا یہ حوالہ جھوٹا دیا کہ ماعز اس جرم میں بار بار پکڑے گئے اور ہر بار اعتراف کیا۔

مصنف:

ص ۱۳۳ کے نمبر ۵ پر مصنف نے پھر لکھا کہ انہوں نے کئی عورتوں سے بدکاری کے ارتکاب کا اعتراف کیا۔ یہاں کوئی حوالہ نہیں دیا ثابت ہوا یہ سفید جھوٹ ہے۔ مصنف نے اپنی بات کو بنانے کے لئے ایک اور عنوان ص ۱۳۲ پر لگایا۔ لکھتے ہیں ''ماعز کے واقعہ میں جن خواتین کا ذکر آتا ہے وہ تعداد میں کئی ہیں۔ مصنف عبدالرزاق

کے مطابق ماعز نے ایک آزاد خاتون سے بدکاری کا ارتکاب کیا، مسند احمد کی ایک روایت کے مطابق ماعز نے ہزال کی باندی فاطمہ سے بدکاری کا ارتکاب کیا طبقات ابن سعد کے مطابق ماعز نے مہیرہ نامی عورت سے زنا کاری کا اعتراف کیا''، مسلم کی روایت کے مطابق یہ واقعہ کسی اور عورت کے ساتھ بھی پیش آیا جسکی شہرت رسول اللہ ﷺ تک پہنچی اور آپ نے ماعز کو بلا کر اس کی تحقیق کی۔

(ص ۱۳۲، ۱۳۳ کتاب حدود آرڈیننس)

ان تمام روایات کے بارے میں عرض یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اگرچہ سب کے حافظے یکساں نہ تھے لیکن نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال بیان کرنے میں وہ حضرات انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے اور حس چیز کے بارے میں انہیں ذرا برابر شک ہو جاتا کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ سے قطعی طور پر ثابت نہیں وہ اسے روایت نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے جمہور محدثین اہلسنت کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرنے میں تمام صحابہ عدل یعنی قابل اعتماد ہیں۔ رہیں دوسری تفاصیل جو کسی دوسرے شخص سے متعلق ہوں اس میں ان سے بھول چوک کا احتمال ہے بشرطیکہ ان کی اس بھول چوک سے کسی شرعی حکم میں تبدیلی نہ ہوتی ہو اور نہ رسول کریم ﷺ کے اقوال اور احوال میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہو۔ یہاں بھی یہی صورت حال ہے۔

اصل بات صرف اتنی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ماعز کو کسی عورت سے بدکاری پر رجم فرمایا تھا اتنی بات پر سب صحابہ بیک زبان متفق ہیں۔ البتہ اس عورت کا نام کیا تھا کس خاندان کی تھی اسمیں زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ نسیان کا دخل ہوتا گیا تاہم ہر ایک صحابی نے ایک ہی عورت کا ذکر کیا ہے یہ کوئی نہیں کہتا کہ متعدد عورتیں

تھیں اور ہر صحابی یہ کہہ رہا ہے اس ایک عورت سے ماعز کا جرم ثابت ہونے کے بعد انہیں رجم کردیا گیا ہر شخص یہ بات آسانی سے سمجھ سکتا ہے جب ماعز کو ایک دفعہ رجم کر دیا گیا تو پھر وہ دوبارہ قبر سے اٹھ کر تو نہیں آ گئے تھے کہ ان پر دوبارہ سہ بارہ اور بار بار رجم کیا گیا۔ واضح ہوا کہ رجم صرف ایک ہی عورت سے جرم کی پاداش میں ایک ہی بار ہوا تھا کیونکہ رجم کے معنٰی پتھر پھینک کر اس وقت تک مارنے کے ہیں، جب تک مرجوم مر نہ جائے۔ جب کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ وہ کئی عورتوں سے پکڑا گیا تھا اور نہ کسی صحابی نے یہ کہا کہ اس کو کچھ عورتوں سے جرم ثابت ہونے کے بعد رجم نہیں کیا گیا بلکہ ہر کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ شکایت آئی تو رجم کر دیا گیا۔

تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ ماعز کا جرم صرف ایک ہی عورت سے تھا وہ عادی مجرم ہرگز نہیں تھا مگر اس مصنف کو جھوٹ بولنے کی لت پڑ گئی ہے اور یہ حضرت ماعز پر متعدد بار زنا کی جھوٹی تہمتیں لگائے جا رہے ہیں۔ حضرت ماعز کی شکایت اللہ ہی سننے والا ہے اور وہ ہی اس مصنف سے حساب لے گا اگرچہ ہم نے مصنف کے مفتریات کا جواب دے دیا ہے لیکن اس سلسلے میں مصنف نے جن کتابوں کا نام لیا ہے اور اپنے جھوٹ کو چھپانے کے لئے عبارات نقل نہیں کیں ہم مناسب سمجھتے ہوئے ان عبارات کی فوٹو سٹیٹس پیش کر رہے ہیں تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ ان میں سے کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ ماعز نے کئی عورتوں سے اس طرح کا ارتکاب کیا اور کچھ عورتوں سے ارتکاب ثابت ہونے کے باوجود رسول اللہ نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔ یہاں تک کہ جب تین چار یا دس بارہ عورتوں کے واقعات ہو گئے تو پھر اسے سزا دی گئی۔ ملاحظہ ہو عبارات کتب پر تبصرہ (جو آگے آ رہا ہے)

مصنف عبدالرزاق کی روایت کا جائزہ:

مصنف کتاب حدود آرڈیننس نے حضرت ماعز اسلمی کو زنا کا عادی مجرم ثابت کرنے کے لئے بہت زور لگایا ہے چنانچہ اس نے مزید لکھا ہے کہ "مصنف عبدالرزاق کے مطابق ماعز نے ایک آزاد عورت سے بدکاری کا ارتکاب کیا"

مصنف عبدالرزاق میں اس مضمون کو جس طرح بیان کیا گیا ہے ہم اسکے الفاظ مع سند یہاں لکھتے ہیں، مصنف عبدالرزاق ص ۳۲۲ ج ۷ (طبع بیروت) (49)

عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِی
اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الصَّامِتِ
عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ جَاءَ
الْاَسْلَمِیُّ نَبِیَّ اللهِ ﷺ فَشَهِدَ عَلٰی نَفْسِهٖ
اَنَّهٗ اَصَابَ حُرَّةً حَرَاماً اَرْبَعَ مَرَّاتٍ كُلُّ
ذٰلِکَ يُعْرِضُ عَنْهُ (الحدیث)

یعنی عبدالرزاق نے ابن جریج سے عَنْ کے ساتھ روایت کی وہ کہتے ہیں مجھے ابوزبیر نے خبر دی عبدالرحمٰن بن صامت سے عَنْ کے ساتھ انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اسلمی (ماعز) اللہ کے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو اپنے آپ پر گواہی دی کہ وہ ایک آزاد عورت سے حرام کا مرتکب ہوا چار بار اس نے یہ گواہی دی اور بار بار رسول اللہ ﷺ اس سے منہ پھیر لیتے تھے" اس روایت کو سنن ابی داوٗد سجستانی میں لفظ بہ لفظ اسی سند سے ابوہریرہ سے روایت کیا لیکن اس میں یہ ہے کہ ماعز اسلمی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو

اپنے آپ پر چار بار یہ گواہی دی کہ اس نے ایک عورت سے حرام کا ارتکاب کیا۔

ان دونوں روایتوں میں فرق یہ ہے کہ مصنف عبدالرزاق کے الفاظ کے مطابق اس نے ایک آزاد عورت سے حرام کے ارتکاب کا چار بار اقرار کیا جبکہ ابوداؤد میں وہی مصنف ابن عبدالرزاق کی روایت ہے اور اسمیں یہ ہے کہ اسلمی نے کسی عورت سے زنا کا چار بار اقرار کیا تو ابوداؤد کی روایت میں آزاد عورت کے لفظ نہیں ہیں جبکہ وہاں بھی مصنف عبدالرزاق ہی کی روایت ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ مصنف عبدالرزاق غیر متداول کتاب ہے اگر چہ وہ اب چھپ کر سامنے آگئی ہے لیکن وہ (محدثین کے ہاتھوں مسلسل پڑھی جانے والی) متداول کتاب نہیں ہے جبکہ سنن ابی داؤد متداول کتاب ہے اور علماء کا قاعدہ ہے کہ اصل اعتماد متداول پر ہوتا ہے غیر متداول پر نہیں۔ اب جب ایک ہی حدیث کے بارے میں متداول اور غیر متداول ٹکرا گئیں تو اعتماد اس متن پر نہیں ہوگا جو آج کل چھپا ہے بلکہ اس متن پر ہوگا جو سینکڑوں سال سے محدثین کے مطالعہ میں آرہا ہے جسکے کئی نسخے اطراف عالم میں مع متعدد شروح کے موجود ہیں جب اسمیں حرہ کا لفظ نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ یہاں لفظ حرہ کا پایا جانا باطل اور بے اصل ہے اصل میں بات صرف اتنی ہے کہ وہ صرف ایک عورت سے حرام کا مرتکب ہوا تھا وہ حرہ تھی یا کنیز تھی اسکا یہاں بیان نہیں ہے کسی نے بعد میں ملا دیا ہے غالباً نسخے کو کہیں سے دیمک چاٹ گئی ہوگی اور لفظ امراۃ سے (جو ابوداؤد کی روایت میں ہے) تھوڑا سا باقی رہا ہوگا جسے کسی مصحح نے حرہ لکھ دیا لہٰذا اسکا کوئی اعتبار نہیں۔

مسند احمد کی روایت کا جائزہ:

مصنف نے مسند احمد کا ایک اور حوالہ یہ دیا ہے کہ ماعز نے ہزال کی باندی

سے بدکاری کی جسکا نام فاطمہ تھا یہ روایت مصنف نے بجائے مسند احمد کے اسکی شرح سے نقل کی جسکا نام الفتح الربانی ہے جبکہ یہ روایت مسند امام احمد کے ص ۲۱۶، ۲۱۷ جلد خامس پر ہے جسکا حوالہ مصنف نے نہیں دیا شرح کے حوالے سے مصنف یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ باندی تھی۔

چلئے ہم مان لیتے ہیں کہ وہ باندی تھی کیونکہ اگر وہ آزاد ہوتی تو اسکو بھی حد لگائی جاتی لیکن اسکو حد لگایا جانا کہیں منقول نہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ اسکے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی ہو یا اسکے مالک نے اسے پچاس کوڑے مار دیئے ہوں اس لئے اسکا نام نہ لیا گیا ہو۔ اس روایت میں مصنف ایک اور اعتراض بھی کرنا چاہتا ہے کہ یہاں مزنیہ کا نام فاطمہ بتایا گیا ہے جبکہ طبقات ابن سعد کی روایت میں اسکا نام مہیرہ بتایا گیا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ ہم نے مسند کی مذکورہ بالا روایت پر اعتماد کرلیا ہے رہا ابن سعد کی روایت مہیرہ سے تو اسکی سند یوں ہے ''اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِیْ هِشَامُ بْنُ عَاصِمِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ هَزَالٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ'' اس میں محمد بن عمر واقد اسلمی مدنی الواقدی ہے۔ تقریب التہذیب میں ہے ''مَتْرُوْكٌ مَعَ سَعَةِ عِلْمِهٖ '' اپنی وسعت علم کے باوجود متروک ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۴۶۳ طبع فاروقی لاہور) (50) میزان الاعتدال میں ذہبی لکھتے ہیں ''اِسْتَقَرَّ الْاِجْمَاعُ عَلٰی وَهْنِ الْوَاقِدِیِّ'' واقدی کے کمزور ہونے پر اجماع قائم ہوگیا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۶۶۶ ج ۳ طبع بیروت) (51) پھر واقدی نے جس راوی سے روایت کی اسکا نام ھشام بن عاصم ہے۔ اس نام کا راوی اسماء رجال کی کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا یہ مجہول العین ہے اور مجہول العین کی روایت معتبر نہیں

ہوتی۔ نخبۃ الفکر میں ہے ''وَلَا یُقْبَلُ الْمُبْهَمُ وَلَوْ اُبْهِمَ بِلَفْظِ التَّعْدِیْلِ عَلَی الْاَصَحِّ فَاِنْ سُمِّیَ وَانْفَرَدَ وَاحِدٌ عَنْهُ فَمَجْهُوْلُ الْعَیْنِ''یعنی مبہم روای کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی (جب تک اسکا نام نہ بتایا جائے) اگر محدث نے نام لئے بغیر یہ کہا ہو کہ مجھے ایک ثقہ شخص نے خبر دی اصح قول پر (کہ محدث کے اپنی طرف سے مبہم کو ثقہ کہنے کے بارے میں یہی ہے کہ حدیث قبول نہ کی جائے) اسکے بعد شرح نخبہ میں اسی صفحہ پر مجہول العین کے متعلق لکھا۔

''فَاِنْ سُمِّیَ الرَّاوِیُ وَانْفَرَدَ رَاوٍ وَاحِدٌ بِالرِّوَایَةِ عَنْهُ'' فَهُوَ مَجْهُوْلُ الْعَیْنِ کَالْمُبْهَمِ اِلَّا اَنْ یُّوَثِّقَهٗ غَیْرُ مَنِ انْفَرَدَ عَنْهُ عَلَی الْاَصَحِّ وَکَذَا مَنِ انْفَرَدَ عَنْهُ اِذَا کَانَ مُتَاَهِّلًا لِذٰلِکَ۔

(شرح نخبۃ الفکر ص ۸۶ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان) (52)

اگر سند میں راوی کا نام لیا گیا ہو اور کوئی ایک اس سے روایت کرنے میں منفرد ہو تو وہ راوی جس سے فقط ایک نے روایت کی مجہول العین ہے اور اسکا حکم مبہم کا ہے۔ (یعنی اس کی حدیث کو بھی قبول نہ کیا جائے گا) مگر اس حالت میں کہ اس ایک راوی کے علاوہ کوئی دوسرا اس کو ثقہ کہہ دے یا وہی شخص جس نے روایت کی ہے اگر وہ جرح وتوثیق کا اہل ہو اور اسے ثقہ کہہ دے تو بھی وہ روایت مقبول ہوگی۔ (شرح نخبۃ الفکر ص ۸۶ طبع فاروقی ملتان) زیر بحث روایت میں کسی نے ہشام بن عصام کی توثیق نہیں کی اس لئے یہ روایت نا قابل اعتبار ہے۔

علاوہ ازیں اس میں لفظ مہیرہ نام نہیں بلکہ وصف ہے۔ مہیرہ مہر والی کو کہتے ہیں یعنی بڑے مہر والی تو یہ اسکا نام نہ ہوا۔ تاہم مہیرہ نام ہو یا وصف بہر حال ابن سعد کی

یہ روایت ضعیف ہے اور بخاری مسلم کی ان روایات کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو پہلے گزری ہیں لہٰذا اس مزنیہ کا باندی ہونا مسلم ہے اور اسمیں کوئی اختلاف نہیں اور اسکا ایک ہی نام ہے اور وہ فاطمہ ہے اور وہ ایک ہی عورت ہے۔ اسکے خلاف مصنف کچھ بھی ثابت نہیں کر سکے۔ لہٰذا یہ بات سفید جھوٹ ٹھہری کہ حضرت ماعز نے اس طرح کئی عورتوں سے کیا تھا اور وہ پکڑے گئے تھے، انصاف شرط ہے،

خلاصہ یہ کہ ماعز کے مقدمہ میں نہ تو کئی عورتوں کا ثبوت ہوتا ہے نہ پکڑے جانے کا اور نہ انکے عادی مجرم ہونے کا اس لئے سزائے رجم ہر اس شخص کو دی جائے گی جو محض جرم زنا کا مرتکب ہو۔ عادی ہو یا اتفاقی، فریقین کی خوشی سے ہو یا کسی ایک پر جبر کیا گیا ہو۔ البتہ جس عورت سے زنا بالجبر کا ارتکاب کیا گیا اس پر حدیث کی تصریح کے مطابق کوئی سزا نہیں اگر کسی مرد پر جبر کیا جائے تو یہ بات فیصلہ کن انداز میں کہیں بیان نہیں ہوئی۔ البتہ قابل غور ضرور ہے کیونکہ مصر کے وزیر کی اہلیہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس فعل کے ارتکاب پر جبر کیا تھا اگرچہ یوسف علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسکے جبر سے بچنے کے لئے دروازے کھول دیئے اور وہ اس جبر سے بچ نکلے۔

عادی اور اتفاقی جرم کی سزا:

یاد رہے کہ شریعت میں عادی اور اتفاقی زنا کا فرق نہ کیا جانا واضح ہے تاہم خود مصنف کو بھی یہ تسلیم ہے کہ عادی اور اتفاقی مجرموں کی سزا کا فرق انصاف کے بنیادی تقاضوں کے خلاف ہے اور غلط ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۵۶ عنوان نتائج بحث نمبر ۲۴) دفعہ نمبر ۹ عادی مجرموں کے لئے اتفاقی مجرموں کی بہ نسبت کم سزا تجویز کرتی

ہے جو انصاف کے بنیادی تقاضوں کے خلاف ہے اور غلط ہے۔

مصنف کے دیگر غلط حوالے:

اس سلسلے میں اس امر کا ذکر بھی ضروری ہے کہ مصنف نے ص ۱۳۰ پر سورۂ احزاب کی آیات نمبر 59 تا نمبر 62 یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ سے آخر تک چار آیات کے بارے میں دو غلط حوالے دیئے ہیں۔ پہلا حوالہ ابن جوزی کی زاد المسیر سے ہے مصنف لکھتے ہیں ''یہ ان زنا کاروں کے سلسلے میں اتری ہے جو مدینہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے تھے اور جب رات میں عورتیں قضائے حاجت کے لئے نکلتیں تو وہ ان کے پیچھے لگ جاتے کسی عورت کو دیکھ لیتے تو اسکے پاس جاتے اور اس سے چھیڑ خانی کرتے''

(ص ۱۳۰ کتاب حدود آرڈیننس)

دوسرا غلط حوالہ جار اللہ زمخشری معتزلی کی کتاب تفسیر کشاف کا ہے مصنف لکھتے ہیں ''ان زنا کاروں کے سلسلے میں اتری ہے جو عورتوں کی گھات میں رہتے تھے، ان کا پیچھا کرتے تھے، باوجودیکہ وہ اس سے متنفر ہوتی تھیں''

(ص ۱۳۱ کتاب حدود آرڈیننس)

ان کتابوں کی حیثیت کیا ہے اس سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی ہم نے جب اصل کتابوں کو دیکھا تو ان میں یہ عبارت ان آیات کے تحت موجود نہ تھیں بلکہ اس سے قبل کسی اور آیت کے تحت تھیں جو سزائے قتل کیلئے نہیں بلکہ پردہ کے حکم کیلئے ہیں۔ حالانکہ منقولہ عبارات ان ہی آیات کے تحت ہوتیں جو مصنف نے دعویٰ کیا تو پھر بھی اس سے سزائے قتل ثابت نہ ہوتی تھی کیونکہ ان آیات کا مطلب صرف اتنا ہے کہ اگر وہ باز نہ آئے۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ ہم آپ کو اے نبی ان کے خلاف مسلط کر دیں گے اور

اگر ہم نے ایسا کر دیا تو ان کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ مدینہ میں رہے تو ہلاک ہو جائیں گے باہر نکالنے کے بعد ہاتھ لگ جائیں تو قتل کر دیئے جائے گے۔

بہر حال ان آیات میں کوئی حکم جاری نہیں کیا گیا بلکہ حکم جاری کرنے کی دھمکی دی گئی اور بس۔ ان آیات کو جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے کسی حکم کے نافذ ہونے کی دلیل بنانا بالکل غلط ہے۔

اب آیئے ان تفسیری عبارات کی جانب جو مصنف نے ان آیات کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابن جوزی اور زمخشری معتزلی کے حوالے سے دی ہیں۔

ابن جوزی کا حوالہ جھوٹا نکلا:

مصنف نے جن آیات (صفحہ نمبر ۱۲۹ پر جنکا نمبر ۵۹ تا ۶۲ لکھا ہے) کے تحت ابن جوزی کی تفسیر کا حوالہ دیا ہے یہ تفسیر ان آیات کے تحت بالکل نہیں بلکہ اس سے پہلے آیت نمبر ۵۸ کے تحت پائی گئی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ مصنف نے مکمل تفصیل نقل نہیں کی لہٰذا بات کو واضح کرنے کے لئے پوری آیت اور پھر اسکے بعد ابن جوزی کی تفسیر کے الفاظ پیش کئے جاتے ہیں۔ (فوٹوسٹیٹ کا عکس آخر میں موجود ہے)

''وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا. (۵۸)

اور جو لوگ مومنین اور مومنات کو انکے کسی کام کی جزاء کے بغیر ایذاء پہنچاتے ہیں انہوں نے اپنے آپ پر بہتان اور کھلا گناہ لادلیا۔

ابوالفرج ابن جوزی اس کے تحت لکھتے ہیں فِیْ سَبَبِ نُزُوْلِھَا اَرْبَعَۃُ

"اَقْوَالٍ" اول انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا کہ وہ اپنے بدن کے بعض حصے کھولے ہوئے بن ٹھن کر باہر پھر رہی تھی تو آپ نے اس کے اس ظاہر ہونے والے ناقابل اظہار بدن کو کسی کپڑے وغیرہ سے چھپادیا تو اس لڑکی نے جا کر گھر والوں کو شکایت لگائی کہ حضرت عمر نے اسکے بدن کی زینت کے ظاہر ہونے میں رکاوٹ ڈال دی تو اسکے گھر والوں نے حضرت عمرؓ کو ایذا پہنچائی جس پر یہ آیت نازل ہوئی یہ تفسیر حضرت عطا نے حضرت ابن عباس سے روایت کی۔

دوسرا تفسیری قول یہ ہے کہ اِنَّهَا نَزَلَتْ فِی الزُّنَاةِ الَّذِیْنَ كَانُوْا یَمْشُوْنَ فِیْ طُرُقِ الْمَدِیْنَةِ یَتَّبِعُوْنَ النِّسَاءَ اِذَا بَرَزْنَ بِاللَّیْلِ لِقَضَاءِ حَوَائِجِهِنَّ فَیَرَوْنَ الْمَرْأَةَ فَیَدْنُوْنَ مِنْهَا فَیَغْمِزُوْنَهَا وَاِنَّهَا كَانُوْا یُؤْذُوْنَ الْاِمَاءَ غَیْرَ اَنَّهٗ لَمْ تَكُنِ الْاَمَةُ تُعْرَفُ مِنَ الْحُرَّةِ فَشَكَوْنَ ذٰلِكَ اِلٰی اَزْوَاجِهِنَّ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ قَالَهُ السُّدِّیُّ.

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت ان زانیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مدینہ کی گلیوں میں پھرتے رہتے تھے مدینہ کی عورتیں جب رات کو اپنی قضائے حاجت کے لئے (اس زمانے میں ابھی گھروں میں لیٹرین نہیں بنائے گئے تھے) باہر جاتی تھیں تو وہ لوگ ان خواتین کا پیچھا کرتے تھے جب وہ کسی عورت کو اکیلے دیکھتے تو اسے قریب جا کر ہاتھ لگاتے یا اسکے بدن پر چٹکی لے لیتے تھے۔ وہ ایذا تو صرف کنیزوں کو پہنچاتے۔ لیکن رات کے اندھیرے میں کنیز اور حرہ کا فرق

معلوم نہیں ہوتا تھا تو ان میں سے مسلمان عورتوں نے اپنے خاوندوں کو انکے اس سلوک کی شکایت کی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو گناہ گار بنایا ہے۔ یہ تفسیری قول سدی کا ہے۔ (لیکن یہاں ان پر رجم کا حکم آیت میں نہیں بلکہ کوئی بھی دنیا کی سزا حتّٰی کہ مستقبل میں نفاذ کی دھمکی کے طور پر بھی نہیں)۔

اس کے علاوہ دو اور تفسیری قول بھی ہیں کہ تیسرا قول تو یہ ہے کہ ام المومنین عائشہ پر بہتان باندھنے والے شخص کے خلاف نازل ہوئی۔ (آیت میں لفظ بہتان اسی قول کی تائید کرتا ہے) یہ تیسرا ضحاک کا قول ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ کچھ منافقوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچائی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی یہ قول مقاتل کا ہے۔

اس سے آگے ابن جوزی نے کہا "وَمَعْنَى الْاٰیَةِ یَرْمُوْنَهُمْ بِمَا لَیْسَ فِیْهِمْ" یعنی مفسرین کے مطابق یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں ہے جو مسلمانوں پر خلاف واقعہ الزام لگائیں۔ (زاد المسیر ص ۲۲۳، ۲۲۴ جز نمبر ۶ طبع حقانیہ پشاور) (53)

ابن جوزی کی تصریح سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آیت کی تفسیر میں صرف وہی اقوال معتبر ہیں جن میں کسی بہتان کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ قول ثانی میں خواتین کو ایذا پہنچانے کا ذکر تو ہے بہتان لگانے کا نہیں اسی طرح یہ قول ابن جوزی کے نزدیک رد ہو گیا دوسری وجہ اس قول کے رد ہونے کی یہ ہے کہ یہ قول سدی کا ہے جسکا نام محمد بن مروان ہے اور اسے سدی صغیر کہتے ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ محدثین نے اسے ترک کر دیا اور بعض محدثین نے اسے کذب سے متہم کیا ہے۔ بخاری نے کہا البتہ اس

سے حدیث نہیں لکھی جاتی (البتہ کا معنی قطعاً، یقیناً) ابن معین نے کہا ثقہ نہیں احمد نے کہا میں نے اسے چھوڑ دیا ابن عدی نے کہا اس کی روایت کا ضعیف ہونا واضح امر ہے" (میزان الاعتدال ص ۳۲، ۳۱ جز ۴ طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل) (54)۔ جبکہ اس سب کچھ کے باوجود اس آیت یا اسکی تفسیر میں کسی سزا کا کوئی ذکر نہیں۔

ابن جوزی اور کشاف سے مصنف کی پیش کردہ عبارت آیت نمبر ۵۸ کے تحت ہے آیت نمبر ۵۹ کے تحت نہیں۔ آیت نمبر ۵۹ اسکے بعد ہے اور اسکے تحت یہ عبارت نہیں لہٰذا مصنف کا دعوی اور حوالہ غلط ٹھہرا آیت نمبر ۵۹ یہ ہے "یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ الخ"
اے نبی آپ اپنی گھر والیوں، اپنی بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے فرمائیں کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) وہ اوپر اوڑھنے کی اپنی چادروں سے کچھ حصہ اپنے (سر سے نیچے چہرہ کے) اوپر جھکالیا کریں......

ابن جوزی لکھتے ہیں اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ رات کے وقت خواتین باہر نکلتیں تو فاسق لوگ انہیں ایذا پہنچاتے جب کسی عورت کا قناع (سر، منہ چھپا ہوا) دیکھتے تو اسے کچھ نہ کہتے اور کہتے یہ آزاد عورت ہے جب بغیر قناع (پردہ) کے دیکھتے تو کہتے کنیز ہے تو اسے ایذا پہنچاتے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کی تفسیر بھی سدی سے منقول ہے۔ (زادالمسیر ص ۲۲۴ ج ۶ طبع حقانیہ پشاور) (55)

یہ تفسیر ضعیف ہے جیسا کہ اوپر گزرا تاہم مصنف نے یہ آیت لکھی مگر اسکی تفسیر نہیں لکھی شاید اس لئے کہ اس سے پردہ کی راہ نکلے گی جو زیر غور کتاب کو چھاپنے والی وومن فاؤنڈیشن کو پسند نہیں۔ اس سے اگلی آیت نمبر ۶۰ یہ ہے کہ "اگر باز نہ آئے

منافقین اور وہ لوگ جن کے دل میں بیماری ہے اور جو مدینہ میں (افواہیں پھیلا کر) مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے کیلئے ان کے دل دہلاتے ہیں تو ہم ان پر آپ کو مسلط کر دیں گے پھر وہ آپ کے ساتھ (مدینہ کی) اس سرزمین میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑا (عرصہ) وہ اس حالت میں ہونگے کہ ان پر لعنت کی ہوئی ہوگی۔ جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور چن چن کر قتل کئے جائیں گے یہ اللہ کا دستور ہے ان سے پہلے لوگوں کے بارے میں اور تم اللہ کے اس دستور میں تبدیلی ہرگز نہ پاؤ گے"۔

اس آیت میں تین قسم کے مجرموں کا ذکر ہے پہلے نمبر پر منافقوں کا۔ ان کے بارے میں ابن جوزی لکھتے ہیں اگر منافق اپنے نفاق سے باز نہ آئے اور دوسرے نمبر پر ان لوگوں کا ذکر ہے جنکے دلوں میں بیماری ہے۔ ابن جوزی لکھتے ہیں بیماری سے مراد فسق و فجور ہے اور ان لوگوں سے مراد زانی ہیں۔ تیسرے نمبر پر ان لوگوں کا ذکر ہے جو مدینہ شریف میں افواہیں پھیلا کر مسلمانوں میں کافروں کا رعب بیٹھاتے تھے اور مسلمانوں کا دل دہلاتے تھے۔ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ان کا دل دہلانا جھوٹ اور باطل کلام کے سبب ہوتا تھا کہتے تھے دشمن تم پر پہنچ گیا کبھی کہتے تھے کہ حضور ﷺ کی قیادت کے بغیر جو افواج باہر گئی تھیں وہ قتل ہوگئیں اور انہیں شکست ہوگئی۔ آگے ابن جوزی لکھتے ہیں کہ "لَنُغْرِیَنَّکَ بِھِمْ" کا معنی ہے ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے بایں طور کہ آپ کو قتال کا حکم دے دیں گے (یعنی اگر وہ باز نہ آئے) آیت نمبر ۷۳ کے تحت ابن جوزی لکھتے ہیں مفسرین نے کہا کہ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ جو سورۃ توبہ (کی آیت نمبر ۷۳) اور سورۃ تحریم کی آیت (نمبر ۹) ہے نازل فرما کر اللہ نے اپنے نبی کو ان پر مسلط کر دیا تو آپ نے ایک جمعہ کے دن فرمایا اے فلاں مسجد سے نکل

جاؤ! اس لئے کہ تم منافق ہو اور اے فلاں تم بھی کھڑے ہو جاؤ کہ تم منافق ہو۔ (یاد رہے کہ سورۂ تحریم کا ترتیب نزول سے نمبر ۱۰۷ ہے جبکہ سورۂ احزاب کا ترتیب نزول نمبر ۹۰ ہے اور توبہ کا ترتیب نزول نمبر ۱۱۳ ہے)

ثابت ہوا کہ ان آیات کی تفسیر میں مصنف کے نقل کردہ الفاظ نہیں ہیں کہ ''یہ ان زنا کاروں کے سلسلے میں اتری ہے جو مدینہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے تھے اور جب رات میں عورتیں قضائے حاجت کے لئے نکلتیں تو وہ انکے پیچھے لگ جاتے کسی عورت کو دیکھ لیتے تو اس کے پاس جاتے اور اس سے چھیڑ خانی کرتے'' (ص ۱۳۰) لہٰذا مصنف کا یہ حوالہ بھی جھوٹا ثابت ہوا۔

زمخشری کا حوالہ جھوٹا نکلا:

زمخشری معتزلی المذھب نے بھی اپنی تفسیر کشاف میں مصنف کی پیش کردہ آیات کی تفسیر (ص ۵۵۰ ج ۲ طبع مصر ۱۹۴۸ء) (56) میں یہ جملہ (کہ یہ آیات ۵۹ تا ۶۲ ان زنا کاروں کے سلسلے میں اتری ہیں جو عورتوں کی گھات میں رہتے تھے اور ان کا پیچھا کرتے تھے باوجودیکہ وہ اس سے متنفر ہوتی تھیں) نہیں لکھا جسے مصنف نے ص ۱۳۰، ص ۱۳۱ پر زمخشری کے حوالے سے لکھا ہے بلکہ اس سے قبل کشاف کے ص ۵۴۹ پر آیت نمبر ۵۸ ''وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ الخ'' کے تحت دیا ہے اور وہ بھی اس طرح سے کہ اس سلسلے میں کئی قول نقل کئے اور اس میں آخری قول قِيْلَ کے ساتھ یہی دیا چنانچہ کلماتِ قرآنیہ ''بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا'' کے تحت لکھتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذا پہنچانے والے منافقین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت (ام المومنین)

عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر بہتان باندھنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسکے بعد ہے ''وَقِيْلَ فِي الزُّنَاةِ كَانُوْا يَتَّبِعُوْنَ النِّسَآءَ وَهُنَّ كَارِهَاتٌ'' یعنی یہ آیت ان زنا کاروں کے بارے میں اتری جو عورتوں (کی گھات میں رہتے تھے اور ان) کا پیچھا کرتے تھے باوجودیکہ وہ اس کام سے متنفر ہوتی تھیں۔ پھر زمخشری نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آیت نمبر ۶۰ ''اَلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ'' کی تفسیر مختار کے طور پر سب سے پہلے یہ لکھا کہ قَوْمٌ كَانَ فِيْهِمْ ضُعْفُ اِيْمَانٍ وَقِلَّةُ ثُبَاتٍ عَلَيْهِ ''یعنی یہ وہ قوم تھی جن میں ایمان کی کمزوری پائی جاتی تھی اور ایمان پر ان کا ٹھہراؤ کم تھا اور آگے لکھا قِيْلَ وَهُمُ الزُّنَاةُ وَاَهْلُ الْفُجُوْرِ'' اور کہا گیا کہ بیمار دل والوں سے مراد زانی اور فاسق وفاجر لوگ ہیں'' لیکن یہاں اس قول کو لفظ قِيْلَ سے نقل کیا اور پہلے قول کو قِيْلَ کے بغیر۔ جب اس طرح کی صورت حال ہو تو قِيْلَ ضعف کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی ابن جوزی کی طرح زمخشری کے نزدیک بھی آیت نمبر ۶۰ میں فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ سے زانیوں اور فاسقوں کو مراد لینا صحیح نہیں۔

یاد رہے کہ زاد المسیر اور کشاف کے حوالوں پر تنقید کی وجہ یہ نہیں کہ یہ عبارت اس کتاب میں نہیں ہے بلکہ یہ وجہ ہے کہ یہ عبارت کسی اور آیت کے تحت ہے اور جس آیت کے تحت ہے اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہیں ہوتا۔

اَلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کی تفسیر سے ایک شبہ کا ازالہ:

شاید کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ اگرچہ مصنف نے جو عبارت پیش کی وہ جس آیت کے تحت ہے اسکی بجائے دوسری آیت کا حوالہ پیش کر کے غلطی کی لیکن مصنف نے جو آیات پیش کی ہیں تو ان میں سے ایک آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اگر

منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینے والوں کے دل دہلانے کی افواہیں اڑاتے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے'' اس آیت کی تفسیر میں متعدد کتب تفاسیر میں یہ لکھا ہے کہ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ سے مراد اس جگہ زنا کار ہیں تو مصنف کی بات ثابت ہوگئی۔

اس شبہ کے حل میں ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ اس آیت میں کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی بلکہ یہ دھمکی دی گئی ہے کہ اگر وہ باز نہ آئے تو ہم انکی سزا کے بارے میں حکم شرعی نازل کریں گے۔ پھر بعد میں دوسری آیات میں ان کے خلاف سزائیں اتریں۔ چنانچہ زانیوں کے بارے میں پہلے یہ آیت اتری فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ''ان دو میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو'' پھر اسکے بعد سورۃ نساء کی آیت فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ نازل ہوئی اس آیت کی رو سے زانی غلاموں اور کنیزوں کو بھی سو کے آدھے یعنی پچاس کوڑوں کا مستحق قرار دیا گیا۔ پھر اسکے بعد فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ نازل ہوئی جس کے پیش نظر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو رجم کرایا تو مسلمانوں پر بھی وہ حکم نافذ کر دیا۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ سورۂ احزاب جسکے نازل ہونے کی ترتیب نمبر 90 اور اسکے بعد سورۂ نور جس کی نزولی ترتیب کا نمبر 102 ہے اسکے بعد سورۃ نساء اور اسکے بعد سورۃ مائدہ کی آیات ''فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ'' اور ''يَحْكُمُ بِهِ النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا'' نازل ہوئی۔

لہٰذا سورۂ احزاب کی آیات جن میں سزا مقرر نہیں تھی، سورۂ نور کی آیت حد زنا سے وہ منسوخ ہوگئیں اور اس میں آزاد اور مملوک کا جو واضح فرق نہیں تھا وہ منسوخ ہوگیا۔ سورۂ نساء کی مذکورہ آیت سے سورۂ نور کی آیت میں شادی شدہ اور

غیر شادی شدہ کا فرق نہیں سمجھا جاتا تھا وہ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ سے منسوخ ہوگیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور فعل سے مسلمانوں پر حد رجم کو نافذ کر کے فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ اور يَحْكُمُ بِهِ النَّبِيُّوْنَ کی تشریح مکمل فرمادی۔ اب آپ چاہیں تو اس منسوخ کے لفظ کی بجائے یہ کہہ دیں حد کا نافذ نہ ہونا ایک وقت تک تھا پھر اس کا وقت سورۂ نور کی آیت سے انتہاء کو پہنچا۔ پھر آزاد، غلام سب کے لئے سو کوڑوں کا حکم فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ سے انتہاء کو پہنچا اور غلاموں، کنیزوں کیلئے پچاس کوڑے قرار پائے۔ پھر شیب کیلئے سورۂ مائدہ کی آیات سے رجم کا حکم مسلمانوں پر نافذ ہونے کے بعد سورۂ نور سے کوڑوں کا حکم مخصوص عنہ ٹھہرا۔ یا یوں کہہ دیں کہ سورۂ نور کی آیت مجمل تھی اور سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ کی آیت نے اسکی تفصیل کر کے اس کا بیان کر دیا۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ لفظ نسخ پر ہمیں اصرار نہیں بلکہ مقصد اسکے معانی میں سے مذکورہ بالا معانی ہیں۔

غیر محصنہ کو رجم: (ایک اور جھوٹا دعویٰ)

مصنف نے یہ کہا کہ......

''بے شوہر خاتون کے اعتراف زنا پر اسے رجم کیا گیا'' (حدود آرڈیننس ص ۱۳۵)

تبصرہ:

مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ یہ واقعہ کہاں ہے کس کتاب میں ہے؟ حوالہ دیئے بغیر ایک ایسی بات کہنا جسکا فقہاء امت میں کوئی بھی قائل نہیں اسے جھوٹ کا نام نہ دیا جائے تو کیا کہا جائے؟ ہم نے اس صفحہ سے پہلے صفحات پر بھی دیکھا کہ شاید

مصنف اس طرح کے واقعہ کا پہلے حوالہ دے چکا ہو۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ مصنف نے اس سے قبل مسلمانوں پر حدزنا کے تین واقعات لکھے ہیں۔

۱- حضرت ماعز کا واقعہ جس پر ہم تنقید کر چکے ہیں۔

۲- ایک لڑکا ایک شخص کے ہاں اجرت پر کام کرتا تھا وہ اسکی بیوی سے زنا کا مرتکب ہوا تو یہ دوسرا واقعہ بھی باقاعدہ شوہر دار عورت کا ہوا۔

۳- مصنف لکھتے ہیں رجم کا تیسرا واقعہ غامدیہ کا ہے جس میں ایک عورت حمل ظاہر ہونے پر آکر دربار رسالت میں اعتراف گناہ کرتی ہے۔ اسے بار بار واپس بھیجا جاتا ہے آخر وضع حمل اور مدت رضاعت کے خاتمے پر اسکے اصرار پر اسے رجم کر دیا جاتا ہے۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۳۴)

اگرچہ مصنف نے یہاں یہ دعویٰ تو نہیں کیا لیکن ہوسکتا ہے کہ مصنف نے یہ تیسرا واقعہ غیر شادی شدہ عورت کا سمجھا ہو شاید اس لئے اس میں یہ نہیں بتایا کہ وہ عورت محصنہ یعنی شادی شدہ تھی۔ ہمارے باور کر لینے کی وجہ یہ بھی ہے کہ مذکورہ بالا حوالے سے اگلی سطر میں مصنف نے بزعم خویش یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں زنا کے جرم میں جن افراد کو رجم کیا گیا ان کی کل تعداد پانچ تھی ایک یہودی اور یہودیہ کو اُنکے مذہبی قانون کے مطابق رجم کیا گیا، ماعز اسلمی کو رجم کیا گیا، غامدیہ کو رجم کیا گیا، جس عورت نے اپنے ملازم سے زنا کیا تھا اسے رجم کیا گیا۔

(حدود آرڈیننس ص ۱۳۴)

لیکن یہ بات حقیقت کے خلاف ہے کہ غامدیہ غیر شادی شدہ تھی بلکہ ثابت ہے کہ وہ شوہر والی تھی دیکھئے سنن کبریٰ بیہقی (ص ۲۲۹ جلد ۸) (57) میں روایت ہے......

"قَالَتْ اِنَّهَا حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَثَيِّبٌ اَنْتِ؟ قَالَتْ نَعَمْ" یعنی غامدیہ نے آکر کہا کہ وہ زنا سے حاملہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو ثیبہ ہے؟ (یعنی شوہر والی ہو چکی ہے) وہ بولی ہاں! تو ثابت ہوا کہ مصنف کا یہ کہنا کہ "ایک بے شوہر والی عورت کو بھی رجم کیا گیا" جھوٹا حوالہ ہے۔

یہودی قاتل کو رجم کرنا ثابت نہیں:

اس سلسلے میں مصنف نے ص ۱۳۵ پر ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ "ایک یہودی کی طرف سے ایک مسلمان لڑکی کا پتھر سے سر پھوڑنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے رجم کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے" یہ بات بھی غلط ہے جسکا جواب ہم پہلے دے آئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلم شریف میں یہ واقعہ حضرت انس سے تین شخص روایت کر رہے ہیں سب سے پہلے امام مسلم نے جو روایت بیان کی وہ ہشام بن زید کی ہے اس میں یہ ہے کہ پتھر سے سر پھوڑنے کی سزا پتھر سے سر پھوڑنا تجویز فرمائی۔ بعد ازاں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک دوسرے شخص ابوقلابہ نے روایت کی اسمیں یہ لفظ ہیں کہ پتھر سے سر پھوڑنے کی سزا رجم فرما کر دی۔ اسکے بعد امام مسلم پھر ایک حدیث لائے جو حضرت انس سے قتادہ نے روایت کی اسمیں بھی یہ الفاظ ہیں کہ سر پھوڑنے کی سزا سر پھوڑنے سے دی گئی۔

اصول حدیث کے طریقہ پر دو ثقہ راویوں کی ایک ثقہ راوی مخالفت کرے تو دو ثقہ کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے لہٰذا رجم کا لفظ مرجوح ٹھہرے گا اور مرجوح رد کر دیا جاتا ہے۔ علم الاسناد کے طور پر جس حدیث میں رجم کا لفظ ہے اسکا راوی عبدالرزاق

بن ہمام ہے جو معمر سے یہ حدیث روایت کر رہا ہے۔ عبدالرزاق بہت اچھے آدمی ہیں، بہت بزرگ آدمی ہیں اور حضرت معمر بھی بہت اچھے اور بہت بزرگ آدمی ہیں تاہم دار قطنی کہتے ہیں کہ عبدالرزاق معمر سے احادیث کی روایت میں غیر ارادی طور پر خطا کر بیٹھتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ص ۶۱۰ جلد ثانی طبع دار الفکر بیروت) (58)

ہمارے اس حوالے سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ حضرت انس سے دیگر دو راویوں کی حدیث ہی دراصل ثابت ہے نہ کہ یہ حدیث جس میں رجم کا ذکر آیا ہے، یہ عبدالرزاق کی خطا ہے۔

درایۃً بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح یہودی نے قتل کیا تھا بطورِ قصاص اسی طرح اسے قتل کیا جائے اور ''وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ'' چونکہ تورات کا حکم تھا اور اس یہودی کے پتھر مارنے سے وہ لڑکی فوراً نہیں مری بلکہ اسے زندہ حالت میں سرکار کے پاس لایا گیا مختلف لوگوں کے نام پر اس نے سر کے اشارے سے ہاں یا نہ کی یہودی کو جب پکڑ کر اس سے اقرار کرایا گیا تو اس نے اقرار کیا کہ اس نے لڑکی کو ایک پتھر مار کر اسکا سر پھوڑ دیا اب اس نے تو پتھر سے سر پھوڑا تھا فوراً ختم نہیں کر دیا یہاں تک کہ وہ لڑکی آہستہ آہستہ خون نکلنے سے فوت ہوگئی۔ لہٰذا اقرین قیاس بھی یہی ہے کہ اسے بھی ایک پتھر مار کر سر پھوڑ دیا ہو اور وہ آہستہ آہستہ خون نکلنے سے بالآخر مر گیا ہو نہ یہ کہ اس وقت تک بے شمار پتھر مارتے رہیں جب تک کہ وہ مر نہ جائے۔ جیسا کہ رجم زانی میں ہوتا ہے۔

حد اور قصاص میں فرق ہے:

پھر بہر صورت کچھ بھی ہو یہ قصاص کا معاملہ ہے جو حق العبد میں سے ہوتا ہے۔ حد کا معاملہ نہیں جو حقوق اللہ میں سے ہوتا ہے اور نہ یہ ایسی تعزیر ہے جسکے معاف

کرنے کا حاکم کو حق ہو۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ زنا مِنَ الْمُحْصِنِ اَوِ الْمُحْصِنَةِ کے سوا کسی حد اور کسی تعزیر میں رجم کرانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں لہٰذا مصنف کا اس روایت کو پیش کرنا موضوع سے فرار کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

چوری کی حد میں رجم کا رد:

مصنف نے ایک شوشہ یہ چھوڑا ہے کہ چوری کے مجرم کو بھی رجم کیا گیا جیسا کہ وہ ص ۱۳۵ پر لکھتے ہیں۔

> ''ایک شخص چار بار چوری کے جرم میں سزایاب ہونے کے بعد پانچویں بار اسی جرم میں پکڑا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے قتل کر دو حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ ہم نے اسے پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا۔

حوالہ میں مصنف کی علمی خیانت:

مصنف نے جس کتاب کا حوالہ دیا یعنی نسائی شریف کا اسمیں امام نسائی نے خود لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ چنانچہ نسائی لکھتے ہیں قَالَ اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ (سنن نسائی ص ۲۶۱ جلد ثانی) (59) وَمُصْعَبُ بْنُ ثَابِتٍ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيْثِ ابو عبدالرحمٰن یعنی نسائی خود یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر (یعنی سند کے اعتبار سے ناپسندیدہ ہے یہ لفظ انتہائی درجہ کی ضعیف حدیث کے لئے بولا جاتا) ہے اور مصعب بن ثابت راوی جو اس حدیث کی سند میں ہے لَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيْثِ وہ حدیث میں ضعیف ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ حوالہ مصنف کی علمی خیانت ہے پھر یہ کہ اگر یہ حدیث ثابت ہے تو مصنف کو مطالبہ کرنا چاہئے کہ پانچویں بار چور کی سزا رجم کے ذریعے قتل ہونا چاہئے۔ کیا وہ یہ مطالبہ کرنا پسند کریں گے؟ جب کہ وہ اپنی اس کتاب میں چوروں کو چھڑانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔

مصنف کا بے ربط استدلال:

مصنف کا مقصد تو یہ تھا کہ رجم کی سزا بطور حد زنا بالجبر والے کے لئے ثابت ہے اور کسی کے لئے ثابت نہیں۔ حتی کہ زنا بالرضاء کے لئے بھی یہ سزا ثابت نہیں۔ لیکن مصنف اسکے ثبوت میں کوئی ایسی دلیل تو نہیں لا سکے جس سے یہ ثابت ہو کہ زنا بالرضاء میں محصن اور محصنہ پر رجم نہیں البتہ بزعم خود یہ ثبوت لا رہے ہیں کہ بعض دوسرے جرائم پر رجم کیا گیا۔ ایک چور کو رجم کیا گیا ایک قاتل کو رجم کیا گیا۔ لگتا ہے مصنف عقل واستدلال سے واقف نہیں، سیدھی بات ہے کہ ہمارے نزدیک تو چور اور قاتل پر رجم ثابت نہیں۔ تو بھائی اگر تمہارے نزدیک چور اور قاتل پر بھی رجم ثابت ہے تو اسے بھی رجم کر دو یہ تو رجم کا دائرہ اور بڑھ گیا ہے ختم تو نہیں ہوا۔ چور اور قاتل کو رجم کرانے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ زنا بالرضا والے فریقین پر جبکہ وہ محصن ہوں رجم لازم نہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ یہاں پہنچ کر مصنف عقل واستدلال کے راستے کو گم کر بیٹھے ہیں اور اپنی منزل سے دور کہیں بھٹک رہے ہیں۔

مصنف کا آخری وار اور جھوٹا حوالہ:

رجم کے بارے میں مصنف نے آخری وار یہ کیا ہے کہ ’’کئی ایک واقعات میں شادی شدہ زانی کو سزا نہیں دی گئی جسکی تفصیل پیچھے گزر چکی‘‘۔

جواب:

جوابا عرض ہے کہ ہم نے مصنف کی بیان کردہ سابقہ تفاصیل پڑھی ہیں ان میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ چار گواہوں کی زنا پر گواہی کے بعد حضور ﷺ نے کسی ایک محصن مرد یا عورت کو رجم نہ کیا ہو یا کسی چار بار اقرار کرنے والے شخص کو جبکہ وہ محصن بھی ہو آپ ﷺ نے رجم نہ کرایا ہو اگر ایسا ہوتا تو مصنف یہاں اپنی روایت کے مطابق اپنی کتاب کے سابقہ صفحات کے حوالہ جات ضرور دیتے جب کہ ایسا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ ثابت ہوا یہ بھی جھوٹ ہے۔

نتیجہ بحث:

ثابت ہو گیا کہ زنا بالرضا کا مرتکب خواہ مرد ہو یا عورت اگر محصن ہو تو چار مرد گواہوں کی گواہی سے جرم ثابت ہونے کے بعد اسے رجم کیا جائے گا۔ اور اگر وہ مرد یا عورت محصن نہیں تو اسے چار مرد گواہوں کی گواہی سے جرم ثابت ہونے پر کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ کیونکہ نصف سزا غلاموں اور کنیزوں کے لئے ہے جو کہ ہمارے علم کے مطابق ہمارے ملک میں نہیں پائے جاتے۔

اگر گواہ نہ ہوں اور مجرم خود چار بار اقرار کرے تو بھی مذکورہ بالا سزاؤں کا وہ اپنی حالت کے مطابق مستحق ہو گا۔ اور اگر زنا بالجبر ہوا اور وہ گواہوں یا مجرم کے چار بار اقرار سے ثابت ہو تو اسکی بھی اسی طرح سزا ہے کہ محصن یعنی شادی شدہ کو موت بذریعہ رجم اور غیر محصن کو کوڑوں کی سزا دی جائے۔ غیر عادی مجرم کو بھی وہی سزا دی جائے گی جو عادی مجرم کے لئے ہے قرآن وحدیث میں اسکا کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ خود مصنف نے بھی ص ۲۵۶ پر اس فرق کو انصاف کے بنیادی تقاضوں کے خلاف کہہ کر غلط قرار دیا

شاید انہیں یاد نہیں رہا کہ وہ ص ۲۴۸ پر کیا کہہ آئے ہیں؟

چار گواہ کیوں ضروری ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَاللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ. (النور ۱۳) (بہتان باندھنے والے) اپنے بہتان پر چار مرد گواہ کیوں نہیں لائے پس جب وہ گواہ نہ لاسکے تو (جان لو کہ) وہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ کچھ غنڈے مزاج کے نوجوان عورتوں کی عصمت سے کھیلیں گے وہ اگر چاہتا تو وہ ایک عورت کی گواہی کو ثبوت قرار دے دیتا یا باقی مالی جرائم اور قصاص کی طرح دو مردوں کی گواہی کو کافی قرار دیتا۔ اس نے خون ناحق میں تو دو مردوں کی گواہی کافی رکھی لیکن زنا میں چار مردوں کی گواہی رکھی اس لئے کہ وہ اپنی حکمت سے اس امر پر پردہ ڈالنا چاہتا تھا اس بناء پر دو مرد یا ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی یا سرے سے گواہی کو ختم کر دینا اللہ تعالیٰ کے منشأ کے خلاف اور تمام امت کے اجماع کے بھی خلاف ہے۔ حیرت ہے کہ ایک طرف تو مطالبہ ہے کہ حد زنا ختم ہو دوسری طرف گواہی کو ختم کرنے کا خیال ہے جو اس حد کے نفاذ پر خود اللہ تعالیٰ نے بند باندھا ہے۔

فقہاء کا اختلاف اور نفاذِ حد:

مصنف کے کلام کا اس مقام پر خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء کا اختلاف شک کا فائدہ دیتا ہے اور شک کی وجہ سے حدود ٹل جاتی ہیں لہٰذا ایسی حدود کو ختم ہو جانا چاہئے۔

تو اسکے جواب میں عرض ہے کہ فقہاء کا اختلاف سب حدود میں ثابت نہیں

اور جب بعض حدود میں انکا اختلاف ہے تو اس سلسلے میں بیشتر فقہاء کو اپنے زمانے میں اپنے ہم زمان فقیہ یا اپنے سے زماناً مقدم فقیہ کے اختلاف کا علم ہوتا تھا لیکن اسکے باوجود وہ جس مسئلے میں نفاذ حد کا قول کرتے تھے اس سے رجوع نہیں کرتے تھے ورنہ وہ یہ کہتے کہ دوسرے فقیہ کے اختلاف کی وجہ سے اب وہ حد نافذ نہیں ہوسکتی۔

چاروں متداول مذاہب کے ائمہ فقہاء نے حدود کے بارے میں جو اختلاف کئے وہ قرآن وحدیث سمجھنے کے بارے میں ہیں بغیر اسکے محض اپنی طرف سے کسی فقیہ نے کسی حد کا قول نہیں کیا۔ لیکن قرآن وحدیث کی تشریح میں اختلاف کے باوجود ہر فقیہ اپنے قول کو مانتا ہے اور اسکے متبعین فقہاء اسکو نافذ کرتے ہیں تو چاروں فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نفاذ حدود کے بارے میں نکاح کے ماسوا اختلاف شک کا فائدہ نہیں دیتا ایسا شک جس سے حد کو معاف کیا جاسکتا ہو۔ ہاں یہ کہا ہے کہ اگر کسی نے نکاح (ناجائز) کے بعد قربت کی اور اس کے جواز وعدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہو تو صرف ایسے نکاح پر حد ٹل جائے گی۔ اس لئے نکاح کے بغیر جماع کے بارے میں مصنف کا یہ قول باجماعِ فقہاء مردود ہے۔

کتاب وسنت معیار:

مصنف لکھتے ہیں "کسی ایک فقہی مذہب کو معیار قرار دینا درست نہیں جبکہ حدود آرڈیننس کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اقوالِ فقہاء سے بھی متعارض ہے جو پاکستانی دستور کے دفعہ ۲۲۷ کے قانون کے بھی خلاف ہے جس میں صرف کتاب وسنت کو معیار قرار دیا ہے۔"

پاکستان کی اکثریت کا مذہب اور جمہوریت کا تقاضا:

ہمارے دانشوروں کا قدم کہیں جمتا نہیں کبھی تو وہ کہتے ہیں کہ اسلام کو جمہوریت کے مقابل کھڑا نہ کرو بس جمہوریت چلنی چاہئے اور اسلام ختم لیکن کبھی جمہوریت سے بھی جواب دے دیتے ہیں جیسا کہ مصنف نے یہاں طریقہ اختیار کیا ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ پاکستان میں اسلام پر عمل کرنے والوں کی نوے فیصد اکثریت حنفی فقہ کی پیروکار ہے باقی تینوں فقہوں کے ماننے والے پاکستان میں شاید ایک لاکھ میں سے ایک ہوں اسی طرح فقہ جعفریہ والے حضرات جو ہیں ان کے تقریباً ۸۰ فیصد مسائل فقہ حنفی سے ملتے ہیں بالخصوص حدود کے بارے میں ایک دو مسائل کے سوا ان کا کوئی اختلاف نہیں۔ رہے وہ حضرات جو اہلحدیث کے نام سے اپنے آپ کو یاد کرتے ہیں ان کے متعلق یہ غلط فہمی نکال دی جائے کہ وہ شافعی یا حنبلی فقہ کے پیروکار ہیں بلکہ وہ کسی فقہ کے بعینہٖ پیروکار نہیں ہیں نہ ہی وہ اپنے ہم مسلک علماء میں سے کسی فقیہ کی کوئی فقہی تصانیف سامنے لاتے ہیں نہ کسی ایسی فقہی کتاب کو جو انکے کبھی کسی بڑے نے لکھی تھی لفظ بہ لفظ تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک آدمی قرآن واحادیث شریفہ سے خود ہی مسائل سمجھنے کا دعوے دار ہے۔ اس وقت ہمارا مقصد ان کے طریقہ کار پر تنقید ہرگز نہیں بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ انسانی عقلیں ہمیشہ سے مختلف چلی آرہی ہیں اور حدیث میں بھی بظاہر اختلاف پایا جاتا ہے اس وجہ سے ان کا ہر فرد تقریباً ہر دوسرے فرد سے کوئی نہ کوئی فقہی اختلاف رکھتا ہے تو اس طرح وہ ایک متعین مذہب نہ ہوا اور اسکے متعین مذہب ہونے کا دعویٰ کر بھی لیا جائے تو پھر بھی پاکستان کا جمہور حنفی ہیں جن میں صوفیاء کرام کے متبعین جنہیں کچھ طبقوں نے بریلوی کا

نام دے رکھا ہے اور دیگر حنفی حضرات مدرسہ دیوبند کی نسبت سے دیوبندی کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور انکے ساتھ شیعہ حضرات کو ملا لیا جائے تو باقی مذاہب ان کا پانچ فیصد بھی مشکل ہونگے پھر ان میں سے اسماعیلی اور بوہرہ حضرات کی اپنی کوئی فقہ نہیں۔ بوہرہ حضرات کا ایک حصہ اور اسماعیلی آغا خانی حضرات صرف باطن قرآن کو مانتے ہیں جو انکے امام کی شکل میں تبدیل ہوتا رہتا ہے اس لئے ان کا تعزیرات سے کیا تعلق ہے؟ اسماعیلی بوہروں کا ایک مقتدر فرقہ یہاں کے سنی علماء کی فقہ پر عمل کرتا ہے جو حنفی ہیں۔ لے دے کہ باقی اہلحدیث رہ جاتے ہیں حدود کے مسئلے میں اگر کچھ اختلاف ہے تو ان کا اور یہ نعرہ بھی ان کا ہے کہ کسی ایک فقہی مذہب کو معیار قرار نہ دیا جائے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف اہل حدیث کا مذہب نافذ کیا جائے۔ تو پچانوے فیصد کے مذہب کو مسترد کر کے پانچ فیصد عوام کے مذہب کو کیوں نافذ کیا جا سکتا ہے؟ حکومت ملک کے اہل اسلام کے اکثریتی طبقہ کو ان کے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دینے کی بجائے اپنا مذہب ٹھونستی ہے وہ چاہتی ہے کہ یہاں پر علی گڑھ کے پالتو لوگوں کا مذہب (پرویزیت) جاری کر دیا جائے ورنہ مذہب اہل حدیث ہی سہی۔ حکومت کا یہ طرز نہ صرف جمہوریت کے خلاف ہے بلکہ دستور پاکستان میں دی گئی مذہبی آزادی اور بنیادی انسانی حقوق کے بھی خلاف ہے۔

دستور کی دفعہ نمبر ۲۲۷ کو بھی تبدیل کیا جائے:

جب اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے نافذ کردہ حدود کے مسائل پر نظر ثانی کی جاسکتی ہے تو دفعہ ۲۲۷ پر بھی نظر ثانی کیوں نہیں کی جاسکتی۔ جسے اہل حدیث حضرات کی طرف سے ملک کی حنفی مسلمان اکثریت کے استیصال کا ذریعہ بنایا گیا اور

حنفی فقہ کو قانون سے نکال دیا گیا۔

معاشرے کے مسائل کو سلجھانے کے لئے اگر نرمی کی ضرورت ہے تو پھر امام ابوحنیفہ کی فقہ کو ہی اس ملک میں نافذ کیا جائے۔ لہٰذا دستور کی دفعہ نمبر ۲۲۷ میں ترمیم کر کے اسکو اس طرح لکھا جائے تا کہ اسلام کا دستور کتاب و سنت، اجماع اور فقہ حنفی کی روشنی میں مرتب کیا جائے ماسوائے ان امور کے جس میں پاکستان کے اندر بسنے والے کسی مسلمان مسلک کا وہ فرد جسکا حنفی مذہب سے اختلاف پہلے سے آرہا ہو کہ اس پر نفاذ اسکے مذہب کے مطابق ہوگا۔ ہاں اگر وہ پکڑے جانے کے بعد مذہب تبدیل کرے تو پھر اسے اکثریتی دستور کے مطابق ہی سزا دی جائے۔ اور اسی دستور ہی کے مطابق دیگر قوانین نافذ کئے جائیں۔ البتہ یہ بات قابل غور ہے کہ فریاد اور استغاثہ تو مدعی کرتا ہے اور انصاف کرنے والے عمل کریں مدعا علیہ کے مذہب پر تو مدعی کی دادرسی کیونکر ہوگی؟

گولی سے رجم جائز ہے:

مصنف:

مصنف نے ص ۱۷۵ سے ۱۷۷ تک یہ کہا ہے کہ رجم کی سزا میں گولی مار کر ہلاک کرنا غلط دفعہ ہے چنانچہ ص ۱۷۷ پر لکھا کہ مذکورہ دفعہ (یعنی دفعہ نمبر ۱۷) کی رو سے (کہ) سنگساری کے دوران گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے گا (جس) کے نتیجے میں جہاں ایک شخص کو جان بچانے کا شریعت نے جو موقعہ دیا ہے وہ اس سے چھین لینے کے مترادف ہے وہاں یہ دفعہ قرآن وسنت کے صریح اور واضح احکام کے خلاف ہے۔

سزائے موت کی صورت میں اسکا کوئی ایک طریقہ متعین ہونا چاہئے لہٰذا اسے تبدیل کر دیا جائے۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۷۷)

یہاں پر دو امر قابل غور ہیں کیا گولی مارنا رجم میں شامل نہیں ہو سکتا یعنی کیا رجم صرف پتھر مارنے کا نام ہے ڈھیلے، ٹھیکری، ڈنڈے، اینٹیں، ہڈیاں وغیرہ ماری جاسکتی ہیں یا نہیں؟ (۲) یہ کہ کیا گولی مارنا کتاب وسنت کے خلاف ہے؟ (۳) گولی اقراری جرم پر ماری جائے گی یا صرف گواہوں سے ثابت ہونے پر۔

اس سلسلے میں گزارش ہے سنن ابی داؤد (جلد دوم) (60) میں صفحہ ۲۵۰ پر ہے نعیم بن ہزال کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن انیس نے اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی ماعز کو کھینچ ماری تو اسے قتل کر دیا اسی طرح کی ایک حدیث مسند امام احمد جلد ۵ میں ص ۲۱۷ (61) پر بھی ہے۔

اور مسلم شریف جلد ثانی ص ۶۷ پر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت میں یہ مضمون ہے۔ قَالَ فَرَمَيْنَاهُ بِالْعِظَامِ وَالْمَدَرِ وَالْخَزَفِ قَالَ فَاشْتَدَّ وَاشْتَدَدْنَا خَلْفَهُ حَتّٰى اَتٰى عَرْضَ الْحَرَّةِ فَانْتَصَبَ لَنَا فَرَمَيْنَاهُ بِجَلَامِيْدِ الْحَرَّةِ يَعْنِى الْحِجَارَةَ "یعنی ہم نے اسے ہڈیوں سے اور مٹی کے ڈھیلوں اور ٹھیکریوں سے مارا تو وہ بھاگ نکلا تو ہم بھی اسکے پیچھے دوڑ پڑے یہاں تک کہ وہ حرہ کی وادی میں پہنچ گیا تو ہم نے اسے حرہ کے بڑے بڑے پتھر اٹھا کر مارے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ (مسلم شریف ص ۶۷ جلد ۲ نور محمد اصح المطابع طبع کراچی) (62)

علامہ نووی فرماتے ہیں هٰذَا دَلِيْلٌ لِمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ اَنَّ الرَّجْمَ يَحْصُلُ بِالْحَجَرِ اَوِ الْمَدَرِ اَوِ الْعِظَامِ اَوِ الْخَزَفِ اَوِ الْخَشَبِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

مِـمَّا يَحْصُلُ بِهِ الْقَتْلُ وَلَاتَتَعَيَّنُ الْاَحْجَارُ '' (نووی شرح مسلم ص ۶۷ جلد ثانی طبع نور محمد اصح المطابع کراچی) (62) '' یہ دلیل ہے اس مسئلہ کی جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ رجم کرنا پتھر، ڈھیلے، ہڈی، ٹھیکری، لکڑی اور اسکے علاوہ ہر اس چیز سے ہو سکتا ہے جس سے قتل واقع ہو جائے پتھروں سے مارنا متعین نہیں۔''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف پتھر مارنا ضروری نہیں جو چیز دور سے مار دی جائے اور وہ مرجائے رجم زنا کی سزا میں وہ کافی ہے۔ مزید یہ کہ آج کل کے دور میں کہ مسلمانوں کی حکومتیں اسلام کے بارے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر رہی ہیں یہ زیادہ بہتر ہے کہ کچھ چھوٹے پتھر مارنے کے بعد جسکی پہل وہ کریں گے جس پر پہل ضروری ہے پھر گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے تو کتاب اللہ کا بنیادی مقصد بھی پورا ہوگا اور غیر مسلموں کی طرف سے حکومت پر اعتراضات کی وہ شدت بھی نہ رہے گی۔

مصنف نے یہاں یہ بھی کہا ہے کہ گولی کا مارنا کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ گزارش ہے کہ مصنف نے ایسی کوئی دلیل نہیں دی جس میں یہ ہو کہ شادی شدہ زانی کو گولی نہ مارو۔ ہاں مصنف کی یہ بات قابل غور ہے کہ اقراری مجرم کو بھاگنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ ماعز اقراری مجرم تھے وہ جب بھاگے تو ایک صحابی نے جیسا کہ اوپر گزرا انہیں ہڈی مار کر اور بعض دوسرے صحابہ نے بڑے بڑے پتھر مار کر موت کی نیند سلا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ تم نے اسے کیوں نہ چھوڑ دیا اسکو حضرت ابوہریرہ نے روایت کیا۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۶۴ ج ۱) (63)

جبکہ ابوداؤد شریف میں نعیم بن ہزال سے یہ بھی روایت ہے اس میں یہ

ہے کہ '' هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ لَعَلَّهُ اَنْ يَّتُوْبَ فَيَتُوْبُ اللهُ عَلَيْهِ '' (سنن ابی داؤد ص ۲۵۰ ج ۲ (64) کیوں نہ تم نے اسے چھوڑ دیا وہ توبہ کرتا تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت سے رجوع فرماتا۔

لیکن اسی ابوداؤد میں ایک اور روایت حضرت جابر سے آئی ہے وہ '' لَعَلَّهُ اَنْ يَّتُوْبَ '' کو روایت نہیں کرتے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کیوں تم نے اسے چھوڑ دیا اور اسے میرے پاس لے آتے '' لِيَسْتَثْبِتَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنْهُ '' تو رسول اللہ ﷺ اس سے تفصیل پوچھتے۔ (ابوداؤد ص ۲۵۱ جلد ثانی) (65)

حدیثوں کے اختلاف کے پیش نظر فقہاء میں اختلاف ہے کہ اقرار کرنے والا اگر بھاگ نکلے تو اس کا اقرار ختم ہوگیا یا باقی ہے؟ حنفیہ کہتے ہیں اسے بھاگنے دیا جائے شافعیہ حنبلیہ کا بھی یہی قول ہے۔ جب کہ ابن ابی لیلیٰ اور ابوثور اور بتّی یہ کہتے ہیں کہ اقرار کے بعد رجوع قبول نہیں کیا جائے گا امام مالک سے ایک روایت یہی ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول اس طرح ہے۔ (نیل الاوطار ص ۱۱۶ ج ۷ طبع مصر) (66)

اگر آپ یہ مانتے ہیں کہ فقہاء کے اختلاف میں کوئی رائے نہیں دینی تو پھر یہاں اقرار سے بھاگنے والے کو مہلت نہیں ملنی چاہیے۔ خصوصاً کہ اسکے بھاگنے کے باوجود صحابہ نے اسے مار ڈالا تو رسول اللہ ﷺ نے اسکی دیت نہیں دلوائی اور اگر اختلاف کی کوئی بات نہیں تو پھر یہ مان لو کہ یہ حنفیوں کا قول ہے اور حنفی فقہ حجت ہے لہٰذا معترف کو گولی نہ ماری جائے تا کہ اگر وہ بھاگنا چاہے تو بھاگ نکلے۔

دفعہ ۲۲۷ میں ترمیم کی ضرورت:

تو دستور کی اس دفعہ میں جو گولی مارنے کے متعلق ہے یہ ترمیم کی جائے کہ

اگر مجرم کا جرم گواہوں سے ثابت ہوا ہے تو اسے گولی ماری جاسکتی ہے لیکن اس کے اپنے چار بار اقرار سے جرم ثابت ہوا ہے تو اسے گولی نہیں ماری جاسکتی لیکن اس کے ساتھ دفعہ نمبر ۲۲۷ میں ترمیم لازمی ہو جائے گی۔ اگر آپ ملک کی اکثریتی فقہ حنفیہ کو وضع دستور کا ذریعہ قرار نہیں دیتے تو پھر یہ ترمیم دفعہ ۲۲۷ سے ٹکرا کر باطل ہو جائے گی اس لئے پہلے اس دفعہ کو تبدیل کرنا ضروری ہے جیسا کہ ہم پہلے اس ترمیم کی عبارت بیان کر چکے۔

رجم میں گولی مارنے کو مکمل ختم کرنا خلاف اسلام ہے۔ یادر ہے کہ یہ رعایت صرف اقراری مجرم کے لئے ہے گواہی سے ثبوت کے بعد نہیں۔ لہٰذا مصنف کا یہ کہنا کہ اس دفعہ کو مکمل ختم کر دیا جائے خلاف اسلام ہے۔

نفاذِ حد ثمرات کی روشنی میں:

اس سلسلے میں یہ کہا جا رہا ہے کہ ہر سال حدود کے مقدمات بڑھ رہے ہیں اس لئے حدود کا کوئی فائدہ نہیں جواباً عرض ہے کہ

حدود کا نفاذ تورات سے شروع ہوا ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے قریباً دو ہزار برس پہلے لیکن وہ اتنی بڑھ گئیں کہ یہودیوں کو یہ ضرورت پیش ہوئی کہ اسمبلی کے زور پر توراۃ کے حکم میں ترمیم کر دیں اس لئے کہ روز بروز بڑے بڑے لوگ زنا میں زیادہ سے زیادہ مبتلا ہو رہے تھے لیکن رسول کریم ﷺ نے اس ترمیم کو اللہ کی طرف سے مسترد کر دیا اور محصنہ پر رجم نافذ کیا اور کوڑے بھی غیر شادی شدہ مرد کو لگوائے۔ ثابت ہوا کہ جرائم کی کثرت ہونے کے باوجود حد کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

دنیا بھر میں جرائم کی کچھ نہ کچھ سزائیں مقرر ہیں لیکن جرائم ختم ہونے کا نام نہیں لیتے۔ اب اگر جرائم بڑھتے ہیں تو ہر ملک سزا میں سختی کرتا ہے نرمی نہیں کرتا لہٰذا بین الاقوامی دستور کے مطابق ان سزاؤں میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔

مزید یہ کہ یہ تو بتایا گیا ہے کہ مقدمات کا اندراج زیادہ ہوا ہے یہ نہیں بتایا گیا کہ اس عرصے میں کتنے آدمیوں پر شرعی حدود نافذ کی گئیں؟ کتنے غیر محصن مردوں کو زنا بالرضا پر سو کوڑے لگائے گئے کتنے محصن مردوں کو زنا بالجبر پر رجم کیا گیا سو کوڑے ہی لگائے گئے۔ اسی طرح کتنی محصنہ عورتوں کو زنا بالرضا پر رجم کیا گیا اور کتنی غیر محصنہ عورتوں کو سو کوڑے لگائے گئے؟ اگر یہ سزائیں کسی کو نہیں دی گئیں جیسا کہ ظاہر ہے تو پھر اسکا نتیجہ واضح ہے جب مریض کو دوا ہی نہیں دی تو نتیجہ کا چارٹ کس لئے؟ علاوہ ازیں مقدمہ کے اندارج سے لیکر نفاذِ حد کے ذمہ داروں (ججز) تک کوئی بھی شخص شاید ہی ایک باخبر عالم ہو بلکہ شاید ہی کسی کو عربی آتی ہو جب کہ اصل اسلامی قانون کی کتابیں عربی زبان میں ہیں اسکا نفاذ انگلش زبان میں لکھا گیا جسے عربی دان حضرات کی اکثریت سمجھتی نہیں۔ اس طرح سے اسلامی قوانین کے نفاذ میں دوطرفہ رکاوٹ ڈالی گئی انگریزی میں کچھ باتیں اپنی طرف سے لکھ دی گئیں اور عربی جاننے والوں کے علم میں نہیں لائی گئیں دوسری طرف عملی نفاذ کے وقت جن لوگوں کے ہاتھ میں نفاذ دیا گیا وہ ذی علم نہیں تھے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج تک کسی ایک شخص کے متعلق بھی یہ معلوم نہیں کہ اسے رجم کیا گیا ہو یا اسے سو کوڑے لگائے گئے ہوں۔ تو قصور نظام چلانے والوں اور نافذ کرنے والوں کا ہوا اور ڈالا جا رہا ہے اسے اسلامی قانون پر یہ بات بالکل غلط ہے کسی ڈاکٹر کا علاج اس کے لکھے ہوئے نسخے کو چاٹ لینے سے نہیں ہوتا

بلکہ اسکے استعمال کرنے میں ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ حدود کے مقدمہ کا اندراج غلط طریقے سے کیا جاتا ہے اس لئے طریقہ اندراج میں ترمیم ہونی چاہیے۔

طریقہ اندراج میں ترمیم ہونی چاہئے:

اوروہ ترمیم اس طرح ہو کہ جب کوئی کسی پر زنا کا الزام لگائے تو اسے کہا جائے کہ وہ چار گواہ پیش کرے اگرچہ وہ خود بھی گواہوں میں شامل ہو اور وہ گواہی اس طرح ہونی چاہیے جس طرح قانون میں اسکی تفصیل دی گئی ہے اگر مقدمہ درج کرانے میں وہ چار گواہ پیش نہیں کرتا تو پھر مدعا علیہ کو نہ پکڑا جائے اور اگر وہ گواہ لاتا ہے تو پھر فوراً مدعا علیہ کو پکڑ کر جج کے روبرو پیش کیا جائے اور اگر وہاں پر چاروں گواہوں نے ایسی گواہی دی تو ملزم کو حد لگانے کے لئے بند کردیا جائے لیکن اگر چار میں سے کوئی ایک گواہ بھی شہادت کی حد کو پورا نہیں کرتا اور جس طرح کی تفصیل بتانا ضروری ہے نہیں بتاتا یا تین گواہ ہوں تو باقی سب کو حد قذف لگائی جائے اور الزام علیہ کو نہ پکڑا جائے۔اور اگر انکی تعداد پوری ہو مگر وہ فسق کی وجہ سے معیار شہادت پر پورے نہیں اترتے تو قاذف مقذوف اور گواہ کسی پر کوئی حد نہ لگے گی۔

جیسا کہ فقہاء حنفیہ نے فرمایا! وَاِنْ عَجَزَ عَنِ الْبَیِّنَةِ لِلْحَالِ وَاسْتَأْجَلَ لِاِحْضَارِ شُهُوْدِهٖ فِی الْمِصْرِ یُؤَجَّلُ اِلٰی قِیَامِ الْمَجْلِسِ فَاِنْ عَجَزَ حُدَّ وَلَایُکْفَلُ لِیَذْهَبَ لِطَلَبِهِمْ بَلْ یُحْبَسُ وَیُقَالُ اِبْعَثْ اِلَیْهِمْ مَنْ یُّحْضِرُهُمْ وَلَوْ اَقَامَ اَرْبَعَةً فُسَّاقًا اَنَّهٗ کَمَاقَالَ دُرِئَ الْحَدُّ عَنِ الْقَاذِفِ وَالْمَقْذُوْفِ وَالشُّهُوْدِ. (درمختار مع ردالمحتار ص۱۹۳۔۱۹۲ ج۳) (67)

حدود آرڈیننس میں توبہ:

مصنف ص۱۴۹ پر لکھتے ہیں کہ حدود آرڈیننس میں توبہ کو اسکا قانونی مقام دیا جائے۔

تبصرہ:

بدائع الصنائع ص۷/۹۶ میں ہے وَمِنْهَا تَوْبَةُ الْقَاطِعِ قَبْلَ اَنْ یُّقْدَرَ عَلَیْهِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِلَّاالَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اَیْ رَجَعُوْا عَمَّا فَعَلُوْا فَنَدِمُوْا عَلٰی ذٰلِکَ وَعَزَمُوْا عَلٰی اَنْ لَّا یَفْعَلُوْا مِثْلَهٗ فِی الْمُسْتَقْبِلِ فَدَلَّتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ الشَّرِیْفَةُ عَلٰی اَنَّ قَاطِعَ الطَّرِیْقِ اِذَا تَابَ قَبْلَ اَنْ یُّظْفَرَ بِهٖ یَسْقُطُ عَنْهُ الْحَدُّ وَتَوْبَتُهٗ بِرَدِّ الْمَالِ (باقی اصل عبارت کا عکس آخر میں ہے)

یعنی رہزن کی توبہ سے ساری حدیں معاف نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے راہزن پکڑے جانے سے پہلے اگر توبہ کرے تو اسکی توبہ قبول ہوجاتی ہے لیکن توبہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے مال چھینا ہو تو وہ مال اسکے مالک کو واپس کرے اور آئندہ کے لئے یہ ارادہ کرلے کہ وہ ایسا نہیں کریگا اور اللہ کے حضور میں توبہ کرنے کے علاوہ وہ اس توبہ کا اظہار بھی کرے تو اس سے ہاتھ پاؤں کاٹنے کی سزا اور قتل کی حد منقطع ہوجائے گی اور اگر اس نے مال چھینا اور قتل دونوں جرم کئے ہوں تو پھر بھی اس پر حد قطع یا قتل بعد التوبۃ نافذ نہیں ہوگی البتہ مقتول کے ورثاء کو از روئے قصاص اسکے قتل کرنے کا حق ہوگا اور اگر اس نے نہ مال چھینا نہ قتل کیا صرف ڈرایا پھر وہ اپنے فعل پر نادم ہوا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرے تو یہ توبہ ہے ایسا شخص حاکم اعلیٰ کے پاس راضی خوشی حاضر ہوکر اسکے سامنے توبہ کرے گا اور اسکی قید ساقط ہوجائے گی اس

طرح اگر محاربہ کے علاوہ وہ محض چوری کرے اور پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرے اور مال اسکے مالک کو واپس کردے تو اسکے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ بخلاف باقی حدود کے کہ وہ توبہ سے ساقط نہیں ہوتیں۔

(بدائع الصنائع ص ۹۶ جلد ۷ طبع ایچ ایم سعید کراچی) (68)

ردالمحتار میں ہے کہ محاربہ کی سزا میں توبہ سے حد صرف اس وقت معاف ہوگی جب مال حق داروں کو واپس کرے ورنہ اس کی توبہ اسی طرح قبول نہیں جسطرح باقی حدود میں توبہ قبول نہیں۔ اگرچہ ایک قول میں محاربہ کی سزا میں توبہ کے بعد بغیر ادائیگی مال بھی حد نہ لگے گی کہ یہ بات حد محاربہ کی خصوصیت ہے باقی حدود میں اسطرح نہیں۔ (ردالمحتار ۲۳۵/۲۳۴ ج ۳) (69)

لہٰذا یہ ترمیم ہونی چاہیے کہ رہزنی کے مجرم جو شہر سے باہر لوگوں کا سڑکوں پر سفر کرنا محال کردیتے ہیں۔ ایسے مجرم اگر پکڑے جانے سے پہلے توبہ کرلیں تو محاربہ کی حدود کے بارے میں انکی توبہ قبول ہوگی لیکن دوسرے جرائم ان سے معاف نہیں ہونگے۔ مال چھینا ہے تو مالکوں کو دینا ہوگا اور اگر قتل کیا ہے تو اسکا قصاص ورثہ کو دے گا یا وہ معاف کریں یا دیت لیں یہ وارثوں پر ہے ورنہ اگر وارث دیت لینے یا معاف کرنے پر نہیں آتے تو قصاص لازمی ہے۔ لیکن دیگر حدود [زنا، قذف وغیرہ] (سوائے چوری کے) توبہ سے معاف نہ ہونگے۔

مصنف کا ایک اور غلط حوالہ:

مصنف:

مصنف نے یہاں پر لکھا ہے کہ "بعض فقہاء کے نزدیک اگر گرفتاری سے

پہلے توبہ کرلی جائے تو حدود ساقط ہوجائیں گی لیکن گرفتاری اور عدالتی کاروائی کے آغاز کے بعد توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوگی جبکہ بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک توبہ اور اصلاح سے ہر صورت میں حدود ساقط ہوجاتی ہیں۔

تبصرہ:

مصنف نے ص ۵۰ پر اس عبارت کے حوالہ کے لئے ۹۷ نمبر دیا ہے وہاں پر جن کتابوں کا نام دیا ہے ان میں سے ایک بدائع الصنائع ہے جسکے صفحہ نمبر ۷/ ۹۶ کا مصنف نے حوالہ دیا وہاں پر ہم نے دیکھا تو مصنف کی دی ہوئی دونوں شقوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں بلکہ وہاں یہ ہے کہ محاربہ اور چوری کے ماسوا کوئی حد بھی توبہ سے معاف نہ ہوگی چاہے وہ گرفتاری سے پہلے بھی کرے اور یہاں عدالتی کاروائی کا ذکر ہی نہیں۔ یہ مصنف کی حوالے کیلئے دوسری غلط بیانی ہے۔ رہا یہ امر کہ مرتد کی توبہ قبول ہو جاتی ہے یہ ٹھیک ہے لیکن مرتد کا جرم محاربہ کے ذیل میں آتا ہے اس لئے اسکی توبہ قبول ہے۔ لیکن وہ اگر پکڑے جانے کے بعد توبہ کرے تو اسکی توبہ دوسرے دلائل سے قبول ہے اور وہ یہ کہ رسول کریم ﷺ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی توبہ اسکے قبضے میں آجانے کے بعد قبول کرلی۔ مرتد کی توبہ بعد اخذ بھی قبول ہوگی ماسوائے اس مرتد کے جو گستاخی رسالت کے سبب مرتد ہوا پکڑے جانے کے بعد اسکی توبہ کے قبول ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ محققین کا فتویٰ اس بات پر ہے کہ قاضی اس کی توبہ کی وجہ سے اس کا قتل معاف نہیں کرے گا۔

لہٰذا جن حدود میں توبہ کی گنجائش ہے پکڑے جانے سے قبل ان میں توبہ کا دروازہ کھلا رکھا جائے جن میں گنجائش نہیں ان میں توبہ کا بہانہ قبول نہ کیا جائے۔

رہی حد ارتداد جب وہ گستاخی رسالت کی وجہ سے نہ ہو تو اسکی کوئی سزا بھی پاکستان میں نافذ نہیں تو اسمیں ترمیم کی کوشش کرنا بے معنیٰ ہے اور گستاخی رسالت کے ارتداد میں توبہ قبول نہیں۔ ہمارے جمہور علماء کا یہی فیصلہ ہے یہاں تک کہ ہمارے علماء کے علاوہ اہلحدیث علماء کے پیشوا علامہ ابن تیمیہ نے بھی الصارم المسلول میں یہی لکھا ہے۔

حد زنا سے غیر مسلموں کا استثناء:

مصنف لکھتے ہیں کہ اس سے غیر مسلموں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

(حدود آرڈیننس ص ۲۴۹)

تبصرہ!

غیر مسلموں پر حد:

حد زنا چونکہ دو قسم پر ہے رجم اور محض کوڑے۔ حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ رجم سے غیر مسلم مستثنیٰ ہونگے کوڑوں سے نہیں۔ چنانچہ بدائع الصنائع ص ۳۸ ج ۷ میں ہے **اَلذِّمِّیُّ الْعَاقِلُ الْبَالِغُ الْحُرُّ الثَّیِّبُ اِذَا زَنٰی لَایُرْجَمُ فِی ظَاھِرِ الرِّوَایَۃِ بَلْ یُجْلَدُ** ”یعنی وہ غیر مسلم جو اسلامی ملک کی قومیت رکھتا ہے اور وہ عاقل بالغ آزاد شادی شدہ ہو جب وہ زنا کرے تو اسے رجم نہیں کیا جائے گا بلکہ کوڑے لگائے جائیں گے۔ مذہب حنفیہ کی معتمدہ کتب ظاہر الروایۃ میں یہ لکھا ہوا ہے آگے چل کر یہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دو یہودیوں کو رجم کیا تھا اور زنا ہر دین میں حرام ہے لہٰذا انہیں رجم کیا جائے گا۔ (بدائع الصنائع ص ۳۸ جلد ۷ طبع کراچی) (70)

دفعہ ۲۲۷ میں ترمیم کی جائے:

یاد رہے کہ رجم سے غیر مسلم کو مستثنیٰ اس وقت قرار دیا جا سکتا ہے کہ جب صرف کتاب وسنت یا اتفاقِ فقہاء کی قید سے ہٹ کر حنفی مذہب کو قانون کی اساس مان لیا جائے۔ لہٰذا پہلے دفعہ نمبر ۲۲۷ میں ترمیم کر کے اجماع اور فقہ حنفیہ کو شامل کریں پھر اسکے بعد غیر مسلم کو رجم سے مستثنیٰ کر سکتے ہیں ورنہ قانون میں ٹکراؤ پیدا ہو جائے گا۔

زنا میں کوڑوں کی سزا:

زنا میں کوڑوں کی سزا بطورِ حد قرآن عظیم سے ثابت ہے اسکو نہ ماننا کفر ہے بلکہ سو کی بجائے ننانوے کوڑے ماننا اور ایک کا انکار کرنا بھی کفر ہے تاہم کافروں کے بارے میں بھی یہ سزا نافذ ہے جس میں قدرے تفصیل ہے۔ ہدایہ میں ہے جب غیر مسلم ملک کا باشندہ ہمارے ملک میں امان سے داخل ہو پھر وہ ہمارے ملک کی قومیت رکھنے والی کافرہ (ذمیہ) سے زنا کرے یا کوئی غیر مسلم ملک کی باشندہ عورت ہمارے ملک میں آئی اور مسلم ملک کے ذمی نے اس سے زنا کیا تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں غیر مسلم ملک کے باشندے مرد اور عورت دونوں کو حد زنا کوڑے نہ لگائے جائیں اور مسلم ممالک کے غیر مسلم باشندوں کو مرد ہوں یا عورت حد زنا نافذ کی جائے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غیر مسلم ملک کا غیر مسلم باشندہ مسلم ملک کی غیر مسلمہ سے زنا کرے تو دونوں پر حد نہیں اور اگر مسلم ملک کا غیر مسلم باشندہ کسی حربیہ سے زنا کرے تو ذمی پر حد ہے اور حربیہ پر نہیں اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں ہر ایک پر حد ہے جس طرح ذمی نے ہمارے قوانین کو قبول کیا اسی طرح غیر مسلم ملک کے غیر مسلم

باشندے نے ہمارے قوانین کو قبول کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں قتل کی سزا قصاص اور قذف کی حد بالاتفاق اسے معاف نہیں ہوگی تو اسی طرح یہ بھی اسے معاف نہیں ہوگی۔ (ہدایہ اولین ص ۴۹۷ طبع مجتبائی دہلی) (71)

خلاصہ یہ کہ صرف حد زنا سے غیر مسلم غیر ملکی باشندوں کو مستثنیٰ قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اس کے لئے کسی نئے اجتہاد کی ضرورت نہیں بلکہ حنفی فقہ پر عمل کافی ہے جس کے لئے دفعہ ۲۲۷ میں ترمیم ضروری ہے۔

حدود کے لئے بلوغ کی عمر:

مصنف:

مصنف لکھتے ہیں کہ آرڈیننس میں بلوغ کا تعلق حد زنا سے ہے مالی تصرفات سے نہیں ہے۔ اس میں اتنی عمر کا تعین کرنا چاہیے جو تمام فقہاء کے نزدیک قطعی طور پر بلوغ کی عمر ہو اور وہ انیس سال ہے۔ (حدود آرڈیننس ص ۲۴۹)

تبصرہ!

فقہاء کرام نے اس میں تو اختلاف کیا ہے کہ بلوغت کی عمر کیا ہے پندرہ سال، اٹھارہ سال، یا انیس سال۔ لیکن اسمیں کسی کا اختلاف نہیں کہ بلوغت ثابت ہونے کے بعد وہ صرف مالی امور میں نہیں بلکہ نکاح، طلاق، بلکہ جنگ و جہاد، حدود و قصاص میں بھی بالغ قرار پائے گا۔ مصنف کا یہ فرق تمام فقہاء کے خلاف ہے کہ حدود آرڈیننس میں زیادہ عمر ہونی چاہئے اور مالی امور میں کم جیسا کہ مصنف کی عبارت سے ظاہر ہے اور اگر یہ قرار دیا جائے کہ ۱۹ سال سے کم میں کسی امر میں بھی اسے بالغ

نہ سمجھا جائے تو بڑی مشکل پیدا ہو جائے گی نوجوان لڑکے چوریاں کریں گے، ڈاکے ماریں گے، لوگوں کو قتل کریں گے، دہشت گردی کریں گے، لیکن انہیں اس لئے سزا نہیں دی جائے گی کہ ان کی عمر ۱۹ برس نہیں ہے۔ اس سلسلے میں پہلے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ بلوغ کی ماہیت عمر نہیں بلکہ اسکی ماہیت بچہ جننے کے قابل ہونا ہے اور اسکا پتا دراصل حمل ہو جانے سے لگتا ہے کہ وہ لڑکی بھی بالغہ ہے جسکو حمل ہو گیا اور وہ لڑکا بھی جو اسکے قریب گیا۔ اسی طرح عورت کو ماہواری آئی اور ہر مہینے مقررہ وقت پر آئی تو بھی اسکے بالغہ ہونے کا یقین ہو گیا۔ مرد اگر اپنے انزال یا احتلام کا اقرار کرتا ہے تو بھی اسکے بالغ ہونے کا یقین ہو گیا۔ ان مسائل پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ نہیں معلوم کہ مصنف نے اس سے چشم پوشی کس نیت سے کی ہے۔ جب کہ وہ اتفاق فقہاء کا بڑا نعرہ لگاتے ہیں۔

بلوغ کی کم سے کم عمر مرد میں بارہ سال اور عورت میں نو سال کے اختتام کے بعد شروع ہو سکتی ہے اگر کوئی علامت نہ پائی جائے اور اس عمر میں وہ اپنے بلوغ کا اقرار کریں تو بھی وہ بالغ قرار دیئے جائیں گے۔ اگر وہ اقرار بھی نہ کریں اور علامت بھی نہ ہو تو پھر کتنی مدت پر انہیں بالغ سمجھا جائے اس سلسلے میں حنفیہ کے دو قول ہیں۔ پندرہ سال اور اٹھارہ سال مرد کے لئے۔ عورت کے لئے سترہ سال اور ایک قول یہ ہے کہ لڑکا ہو یا لڑکی جب پندرہ برس کے ہو جائیں اگرچہ کوئی علامت اور اقرار نہ ہو وہ بالغ قرار پائیں گے۔ اس پر حنفیہ کا فتویٰ ہے یہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ سے ایک روایت اس طرح آئی ہے۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور یہ حدیث پاک کے مطابق ہے۔

(عالمگیری ص ۶۱ جلد ۵ طبع کوئٹہ، ہدایہ اخیرین ص ۳۵۸ طبع مجتبائی دہلی) (72)

صحیح بخاری ص ۵۸۸ جلد ثانی طبع کراچی (73) میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہوا اس وقت میری عمر چودہ برس تھی آپ نے مجھے جہاد میں شرکت کی اجازت نہ دی دوسرے سال ایک اور جنگ کے موقع پر جبکہ میری عمر پندرہ برس ہو چکی تھی آپ ﷺ نے مجھے جنگ کی اجازت دی۔

ثابت ہوا کہ اس سن میں لڑکا اپنی خوشی سے شہید ہونے اور جنگ کرنے کی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے لہٰذا حد کے لئے آخری عمر کے طور پر اسی کا اعتبار کیا جانا چاہیے لیکن اسکے ساتھ یہ بھی ہونا چاہیے کہ سابقہ علامات کو بھی حد عمر کی تعریف میں شامل کیا جائے جو اول عمر بلوغ کو ظاہر کرتی ہیں۔

تتمہ:

اسی طرح باقی امور پر بھی غور کیا جا سکتا ہے لیکن پہلے دفعہ ۲۲۷ میں ترمیم ضروری ہے۔ اسکے بغیر باقی چیزوں پر غور کرنا بے فائدہ کوشش ہوگی۔ اسی طرح زبانی طلاق پر طلاق کا نافذ ہونا تمام فقہاء کا متفقہ ہے اور تین طلاق کا تین واقع ہونا بھی اسلامی فقہ کے چاروں مکاتب کا متفقہ فیصلہ ہے۔ جب تک عائلی آرڈیننس میں ترمیم کر کے زبانی طلاق کو مؤثر قرار نہیں دیا جاتا اس وقت تک حدود آرڈیننس کی دفعہ ۴ میں زنا کی تعریف پر غور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مرد زبانی طلاقیں دینے کے بعد عورت کو دوسری جگہ شادی کے بعد زنا میں ملوث قرار دیتے ہیں۔

جلد بازی کیوں؟

جب یہ کہا جاتا ہے کہ حدود آرڈیننس جلدی میں نافذ کیا گیا تو اس میں ترمیم کرنے کے لئے (اگر نیت کی خرابی شامل نہیں تو) دوبارہ جلد بازی نہ کی جائے۔ بلکہ ایک حد کی دفعات کو پہلے طے کر لیا جائے۔ پھر دوسری پھر تیسری پھر چوتھی کل چار پانچ تو حدیں ہیں اگر ہم ہر ایک کے لئے دو دو مہینے دے دیں اور ہر مہینے جو کچھ تیار ہوا ہے اس پر غور کیا جائے تو تمام حدود پر نظر ثانی ہو سکتی ہے۔

حدِ قذف

حد قذف کا دائرہ کار:

یہاں مصنف نے سب سے پہلے جو بات کی ہے وہ یہ ہے کہ......

مصنف:

"حد قذف صرف حق اللہ نہیں بلکہ بندے کا حق بھی اس سے متعلق ہے" (حدود آرڈیننس ص ۱۹۴)

فقہاء کا اختلاف بیان کر لینے کے بعد آگے چل کر مصنف لکھتے ہیں کہ

"مذکورہ بالا اختلاف میں اس امر پر اتفاق ہے کہ قذف بندے کا حق بھی ہے خواہ خالص بندے کا حق ہو یا اللہ (تعالیٰ) اور بندے دونوں کے حقوق کا امتزاج ہو لیکن جب یہ امر ثابت ہے کہ قذف بندے کا حق بھی ہے تو اس سے غیر مسلموں کا

استثناء درست نہیں'' (حدود آرڈیننس ص ۱۹۵)

تبصرہ:

ہمیں مصنف کی اس بات سے اتفاق ہے کہ غیر مسلموں کا استثناء درست نہیں لیکن اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۴۷ کی عبارت کو ملانے سے مصنف کا کھلا تضاد سامنے آتا ہے۔

مصنف کی تضاد بیانی:

لکھتے ہیں......

''بالخصوص عیسائیوں کے قانون طلاق 1869 کی دفعہ نمبر 10 کے مطابق کوئی بھی مسیحی خاتون اگر طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اسے شوہر پر نہ صرف زنا کا الزام لگانا پڑتا ہے بلکہ اسے ثابت بھی کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں حدود کے قوانین کا غیر مسلموں پر اطلاق ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ عیسائیوں کے طلاق کے ہر مقدمہ میں ایک فریق کو حد زنا یا حد قذف کی سزا کا سامنا کرنا ہوگا'' (حدود آرڈیننس ص ۴۷)

تبصرہ:

ص ۱۹۴، ص ۱۹۵ کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غیر مسلموں پر حد قذف لگنی چاہیے اسمیں اس بات کا کوئی فرق نہیں کہ قذف مسلم پر کیا گیا ہے یا غیر مسلم پر

مرد پر کیا گیا ہے یا عورت پر جبکہ ص ۴۷ کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسیحیوں کے خلاف ایک زیادتی ہے۔

یہ تضاد بیانی شاید اس لئے کی گئی ہے کہ اگر آئندہ چل کر مسیحی مرد یہ کہیں کہ ہمیں اپنی بیوی کے جھوٹے الزام سے اسلام کا تحفظ مل رہا تھا تم اس کے خلاف کیوں بولے؟ تو مصنف ص ۱۹۴، ص ۱۹۵ کی عبارت سامنے لائیں گے کہ میں تو کہتا ہوں کہ ایسی خاتون پر حد قذف لگنی چاہیے۔ اور اگر کہیں پر مسیحی عورتوں سے مصنف کا سامنا ہو جائے اور وہ اعتراض کریں تم نے ہمیں سزا کیوں دلوائی؟ تو مصنف یہ فرمائیں گے میں تو ص ۴۷ پر کہہ آیا ہوں کہ یہ خواتین کی مجبوری ہے لہٰذا میں نے تو حد قذف کے قانون کی مخالفت کی تھی۔ اس طرح یہ مصنف دونوں طبقوں میں ہر دلعزیز ہوسکیں گے۔

جھوٹا الزام لگانا مسیحی مردوں پر بھی ظلم ہے:

ہمارا موقف یہ کہ 1869 کا یہ قانون مسیحی حکومت نے مسیحیوں کے لئے بنایا تھا۔ کیونکہ مسیحی مذہب میں طلاق دینا اور طلاق لینا دونوں مذہبی جرم ہیں اور تہمت لگانا کوئی جرم نہیں اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا جس کے مطابق اگر کوئی مسیحی عورت کسی دوسرے خاوند کے پاس بسنا چاہتی ہے یا اسے اپنے پیارے ڈاگ کے ساتھ خلوت کے اوقات میں خاوند کا در آنا تکلیف دیتا ہے (حالانکہ اسکی اصل تکلیف خاوند کو ہوتی ہے) تو اس عورت کو یہ حق دیا گیا کہ وہ خاوند پر کسی غیر عورت سے ان کے مذہب کے طور پر ناروا تعلقات کا الزام لگائے۔ اس سے عیسائی مردوں پر جو زیادتی ہوئی کہ بیوی بھی گئی اور جھوٹی تہمت بھی لگی اس زیادتی کا کوئی مداوا نہیں کیا گیا۔

اسلام اپنی ریاست کے باشندوں کو خواہ وہ مسیحی ہی کیوں نہ ہوں اس طرح کی زیادتی سے تحفظ دیتا ہے۔ واضح ہو گیا کہ قذف کا قانون بین الاقوامی انصاف کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا مسیحی حکومت کے بنائے ہوئے اس ظالمانہ قانون طلاق کی دفعہ نمبر 10 کو ختم کیا جائے نہ کہ اسلامی حد کو تاکہ تضاد باقی نہ رہے۔

آرڈیننس کے دفعہ نمبر 3 میں ترمیم:

مصنف نے قذف آرڈیننس کے دفعہ نمبر 3 کے بارے میں یہ کہا ہے کہ

مصنف:

> اس آرڈیننس میں دو امر مستثنیٰ کر دیئے گئے ہیں جبکہ ان کا استثناء درست نہیں۔
>
> ۱- حقیقت پر مبنی اتہام جس کے لگائے جانے یا شائع کئے جانے کا تقاضا مفاد عامہ کرتا ہو۔
>
> ۲- مجاز شخص کے سامنے نیک نیتی سے عائد کیا گیا الزام ماسوائے ان صورتوں کے جو بعد ازیں مذکور ہیں یہ ''قذف'' نہیں ہے۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۹۵، ص ۱۹۶)

آگے چل کر مصنف لکھتے ہیں

> ''قرآن وسنت اور فقہ اسلامی میں سے کسی نے بھی نیت کی شرط عائد نہیں کی اس لئے یہ شرط قرآن وسنت کے خلاف ہے''۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۹۷)

دونوں استثناء غلط ہیں:

ہمیں اس حد تک مصنف کی بات سے اتفاق ہے کہ دونوں استثنیٰ کو آرڈیننس سے نکال دینا لازم ہے کیونکہ یہ استثنیٰ کتاب وسنت کے برخلاف کسی خود ساختہ قانون یا نام نہاد اجتہاد کا نتیجہ ہیں جو کتاب وسنت کی ان نصوص کے خلاف ہیں جو مصنف نے یہاں پیش کی ہیں۔

لیکن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے اور اس سلسلے میں طاقت کے ذریعے سے بھی برائی کو روکا جا سکتا ہے بایں وجہ اگر کوئی شخص اپنی محرمات میں سے کسی کے ساتھ بلکہ غیر محرمہ کے ساتھ بھی کسی مرد کو زنا کرتے ہوئے پکڑے تو اسے قتل کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ عین مصروفیت کی حالت میں قتل کرے اور یہ کہ اگر عورت کے راضی ہونے کے آثار بھی پائے جاتے ہیں تو اسکو ساتھ ہی قتل کر دے۔ (ردالمحتار علے درمختار ص ۱۹۷ جلد ۳ طبع کوئٹہ، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۷ جلد ۲ طبع کوئٹہ، فتح القدیر ص ۱۱۳ جلد ۵ طبع بیروت) (74)

اس صورت میں اگر مقدمہ جج کے پاس جاتا ہے تو قاتل کو الزام لگائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ اس صورت میں واقعاتی ثبوت اور قرائن کافی ہونگے اگرچہ گواہ نہ ہوں۔

ہمارا مطلب یہ ہے کہ اگر شہادت کے علاوہ دیگر قرائن اور ثبوت کافی سمجھے جاتے ہیں تو اس مسئلہ میں جہاں فقہاء کی تصریحات ہیں انہیں ضرور کام میں لایا جائے اور آرڈیننس کے استثناء میں اسے شامل کیا جائے۔ اور اگر گواہ ہی ضروری ہیں تو پھر ہر جگہ واقعاتی ثبوت کی نفی کر دی جائے۔ اور صرف گواہوں کو ضروری قرار دیا جائے۔

مصنف:

"نیز اس استثناء کی رو سے عدالت کے سامنے اگر چار سے
کم تعداد میں افراد کسی کے خلاف ارتکاب زنا کی گواہی
دیں یا چار افراد گواہی دیں لیکن ان میں بعض قابل اعتماد نہ
ہوں تو گواہوں پر حد قذف جاری نہیں ہوگی جبکہ یہ قانون
درست نہیں" (حدود آرڈیننس ص ۲۰۰)

تبصرہ!

چار گواہوں میں سے ایک فاسق ہو تو حد جاری نہ ہوگی:

مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ یہ قانون کیوں درست نہیں لہٰذا مصنف کی بات بلا دلیل ہونے کی وجہ سے قابل رد ہو جاتی ہے۔ میں عرض کرونگا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لَوْلَا جَآءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ" اس آیت کی رو سے اگر چار مرد گواہ نہ ہوں بلکہ تین ہوں تو انہیں جھوٹی تہمت لگانے والا قرار دیا جائے گا اور اگر مقذوف مطالبہ کرے تو انہیں قذف کی حد لگے گی۔ البتہ چار ہوں اور ان میں سے ایک فاسق ہو اور وہ چاروں صریحاً زنا کی گواہی دیں تو پھر کسی پر حد نہیں لگے گی۔ مقذوف پر اس لئے کہ گواہوں کی اہلیت میں بوجہ فاسق ہونے کے نقصان پایا گیا۔ اور گواہوں پر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے چار گواہ فرمائے تھے وہ تعداد پوری ہوگئی اس لئے فقہ کی کتابوں میں ہے قاذف اور گواہوں کو اس صورت میں حد نہیں لگے گی۔

(رد المحتار و در مختار ص ۱۹۳ جلد ۳، فتاوی عالمگیری ص ۱۶۵ جلد ۲ طبع کوئٹہ) (75)

مصنف کا تضاد:

مصنف لکھتے ہیں!

"البتہ حنفیہ کے نزدیک اگر گواہ فاسق ہوں تو ان کی
گواہی تو قابل قبول نہیں ہوگی لیکن قذف کرنے والا
حد قذف سے بچ جائے گا۔ بہر حال یہ استثناء اسلامی
تعلیمات کی رو سے غلط ہے اسے تبدیل کر دیا جائے"
(حدود آرڈیننس ص ۲۰۰، ص ۲۰۱)

تبصرہ!

پہلے جملے میں مصنف یہ لکھتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک اگر گواہ فاسق ہوں تو ان کی گواہی تو قبول نہیں ہوگی لیکن قذف کرنے والا حد قذف سے بچ جائے گا۔ یعنی ملک میں اکثریتی اسلامی فقہ کا یہ فیصلہ ہے۔

دوسرے جملے میں یہ کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے یہ غلط ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ حنفیہ اسلام پر نہیں یا پھر یہ مقصد ہے کہ ان فقہائے اسلام (حنفیہ) کے نزدیک یہ استثناء صحیح ہے۔ جو پاکستان کے ہر صوبے میں رہنے والے سُنی مسلمانوں کی اکثریت کے مقتداء ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان، عراق، ترکی کے باشندوں کی سنی اکثریت کے مسلمہ مقتداء، باقی تمام اسلامی ممالک میں بھی انہیں اسلامی فقہاء کے مسلمہ عناصر کی حیثیت حاصل ہے۔ اس صورت میں اس حکم کو اسلامی تعلیمات کی رو سے غلط کہنا واضح تضاد کی نشاندہی کرتا ہے۔

علاوہ ازیں مصنف ایک طرف یہ کہتے ہیں کہ فقہائے اسلام کا جس حد پر

اتفاق نہ ہو وہ حد نافذ نہ کی جائے۔ مگر یہاں آ کر وہ ایک غیر متفق قول پر حد نافذ کرنے پر مصر ہیں جبکہ حد نافذ کرنے کا قول ملک کی اکثریت کے مسلمہ فقہی مذہب کے خلاف ہونا انہیں خود بھی تسلیم ہے۔

حنفیہ کے موقف کی وضاحت قرآن کی روشنی میں:

قرآن مجید میں ہے۔ "وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً" جولوگ محصنات کو تہمت لگاتے ہیں پھر نہ لائے وہ اس پر چار مرد گواہ تو انہیں اسی کوڑے مارو" (پ۱۸ سورۂ نور آیت نمبر۴)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اسی کوڑوں کی سزا اس وقت ارشاد فرمائی ہے جب چار گواہ پورے نہ ہوں۔ جب چار فاسقوں نے یا کچھ عادل اور کچھ فاسقوں نے گواہی دے دی تو اس صورت میں اسی کوڑوں کی سزا (حد قذف) کا موقع نہ رہا۔

اب رہا یہ امر کہ اگر چار گواہ پورے ہو گئے ہیں تو پھر اس شخص کو حد کیوں نہیں لگائی جاتی جس پر ان چار فاسق گواہوں نے گواہی دی ہے۔

تو گزارش ہے کہ یہ گواہی ناقص ہے اللہ تعالیٰ نے فاسق کی خبر کو غیر معتمد قرار دیا ہے اور بلا تحقیق اسکی خبر کے ماننے سے بھی منع فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ. الآیۃ" (پ۲۶ سورۃ الحجرات۲) "اے ایمان والو اگر تمہارے پاس فاسق کوئی اہم خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو بے علمی میں نقصان پہنچا بیٹھو"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فاسق کی اس خبر پر یقین نہ کرنے کو کہا ہے جبکہ اس خبر کو سچا ماننے سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ تو زیر غور مقام میں اگر

حد نافذ کی جائے تو اس سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے اس لئے اس امر میں فاسق کی شہادت غیر معتبر ٹھہرے گی۔ اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ چار کا عدد پورا نہ ہونے کی وجہ سے قاذف کو حد نہ لگائی جائے اور اس احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ چار گواہوں میں بعض یا کل کے فاسق ہونے کی وجہ سے اس شخص پر بھی حد نافذ نہ کی جائے جسکے خلاف گواہی دینے والے چار گواہوں میں کوئی ایک فاسق ہے۔ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فاسق کی خبر میں شک کا اثبات فرمایا ہے شہادت میں نہیں۔ اس لئے یا تو فاسق کی خبر کو شہادت نہ کہو پھر قاذف کو حد قذف لگاؤ یا پھر اسکو شہادت کہتے ہو تو مشہود علیہ (زانی) پر حد نافذ کرو کیونکہ ناقص شہادت کا قرآن وحدیث میں وجود نہیں پایا جاتا۔

اسکے جواب میں عرض ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ" (سورۃ المآئدہ ۱۰۷ پ۷)

پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں (گواہ) مرتکب ہوئے ہیں کسی گناہ کے تو دوسرے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے ہو جائیں ان لوگوں میں سے جن کا حق پہلے گواہوں نے ضائع کیا تو وہ اللہ کی قسم اٹھائیں کہ ان کی گواہی سے ہماری گواہی زیادہ ٹھیک ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا (اگر ہم ایسا کریں تو) اس وقت ہم ظالموں میں سے ہوں گے"۔

اس آیت کریمہ میں رد ہونے والی شہادت کو بھی اللہ نے شہادت قرار دیا۔

اسی طرح دوسری آیت میں ہے۔

"فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ" (سورۃ الانعام ۱۵۰ پ ۸) پھر اگر وہ (یہ جھوٹی) گواہی دیں تو (اے مخاطب) ان کے ساتھ تو گواہی نہ دینا اور ان کی نفسانی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

اس آیت میں کافروں اور مشرکوں کی مشرکانہ کافرانہ شہادت کو شہادت قرار دیا ہے۔ ثابت ہوا کہ جس طرح شہادت مقبولہ ہوتی ہے اسی طرح "شہادت مردودہ" بھی عربی زبان میں شہادت کہلاتی ہے لہذا فاسق کی شہادت مردود ہونے کے باوجود شہادت کہلائے گی۔ اس لئے خبر اور شہادت کے فرق کا اعتراض باطل قرار پایا۔

مصنف کا دوسرا تضاد:

شہادت کے ذیل میں ص ۲۰۵ پر مصنف نے کہا......

۲۔ تزکیۃ الشہود کے بارے میں جو شرائط ہیں کہ گواہ عادل ہوں اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والے ہوں" الخ (حدود آرڈیننس ص ۲۰۵)

اسمیں یہ کہا گیا ہے کہ زنا کے معاملے میں فاسق مردوں کی گواہی قبول کر لی جائے لیکن یہاں حنفیہ کے قول کا رد کر رہے ہیں کہ چار فاسق گواہوں سے اگر گواہی دلوائی گئی تو تہمت لگانے والے اور گواہوں میں سے کسی پر حد قذف نہیں لگے گی اور یہ کھلا تضاد ہے۔

قاذف کی گواہی:

اس سلسلے میں دفعہ نمبر 7 (2) میں ہے کوئی شخص قاذف مستوجب حد جرم کے لئے سزایاب ہو چکا ہو اسکی گواہی کسی عدالت میں قابل سماعت نہیں ہوگی۔

(حدود آرڈیننس ص ۲۰۵)

قاذف اور فاسق کی گواہی کا رد کیوں؟

قرآن مجید میں ہے کہ زنا کی تہمت لگانے والے اگر چار گواہ قائم نہ کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے مارو "وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ"

(سورۂ نور آیت نمبر ۴ پ ۱۸)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قاذف کی گواہی کبھی قبول نہیں ہوگی اور یہ کہ قاذف فاسق ہے ثابت ہوا کہ فاسق کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

اعتراضات کا خلاصہ:

گواہی کے لئے مسلمان مرد اور عورت کی شرط عائد کرنا آئین کے آرٹیکل 25 کے خلاف ہے جسمیں پاکستان کے شہریوں کو برابر حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔ (حدود آرڈیننس ص ۲۰۵)

تبصرہ!

زنا کی شہادت میں چار مسلمان مردوں کی گواہی قرآن مجید سے ثابت ہے "لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ" (سورۂ نور آیت نمبر ۱۳ پ ۱۸)

"(بہتان باندھنے والے) اپنے بہتان پر چار گواہ کیوں نہ لائے پس جب وہ گواہ نہ لا سکے تو (جان لو کہ) وہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں"

اس آیت میں چار گواہ پورے نہ کرنے کی شکل میں دعویٰ کرنے والوں اور گواہوں سب کو جھوٹا قرار دیا گیا۔ عربی زبان میں چار کے لئے اربع اور اربعۃ کے لفظ دونوں آتے ہیں جبکہ ہر ایک کا استعمال جدا ہے۔ جب معدود یعنی تمیز مؤنث ہو تو ممیز یعنی اسم عدد اربع آئے گا اور جب تمیز یعنی معدود مذکر ہو تو پھر اسکا ممیز اسم عدد مؤنث یعنی ۃ کے ساتھ اربعۃ آئے گا۔ (الفوائد الضیائیہ شرح کافیہ ص ۲۴۲ طبع حقانیہ ملتان) (76)

یہاں ۃ کے ساتھ ہے۔ تو ثابت ہوا کہ شہداء مؤنث نہیں بلکہ مذکر ہونے لازمی ہیں۔ یہاں مونث کی گواہی کی اجازت دینا عربی زبان اور اسکی گرائمر سے ناواقفی کی بناء پر ہے۔

گواہ کیلئے مسلمان ہونے کی شرط کیوں:

اب رہا یہ امر کہ اس آیت میں فقط چار مرد گواہوں کا ذکر ہے تو مسلمان کی شرط کہاں سے لگائی گئی؟ گزارش ہے کہ جب مقدمہ غیر مسلموں کا ہو تو اسمیں انہیں سے گواہ ہونا انصاف کا تقاضا ہے بلکہ اگر مسیحی کیتھولک مسیحی پروٹسنٹ کی گواہی رد کرتے ہیں یا ہندو لوگ سکھوں کی گواہی نہیں مانتے تو انہیں یہ رعایت حاصل ہونی چاہئے لیکن اگر مسلمان پر قابل حد جرم کی گواہی دینی ہو تو اس پر غیر مسلم کو گواہ مان لینا انصاف کے تقاضوں کے منافی ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ دستور پاکستان میں کہا گیا ہے تمام پاکستان کے باشندے

برابر ہیں تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ ہم یہ دیکھنے کے لئے نہیں بیٹھے کہ اسلام کے کون سے قانون کو بدل کر پاکستان کے دستور کے موافق کیا جائے بلکہ ہم اس پر غور کر رہے ہیں کہ پاکستان کے کون سے قانون کو بدل کر اسلام کے مطابق کرنا ہے لہٰذا ہر وہ قانون جو اسلامک لاء سے ٹکرائے اسے بدل دیا جائے۔

رہا مسلمانوں کے لئے مسلمان گواہ ہونے کی شرط تو وہ قرآن مجید کی ایک اور آیت سے معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تمہاری عورتوں میں سے اے مسلمانو! جو فاحشہ کی مرتکب ہوتی ہیں ان پر چار مرد گواہ اپنوں میں سے یعنی مسلمانوں میں سے حاصل کرو اگر وہ گواہی دے دیں تو انہیں گھر کے کمروں میں بند رکھو، حتی کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی اور راہ نکال دے"

(سورۂ نساء آیت نمبر ۱۵ پ ۴)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں پر ثبوتِ فاحشہ کی گواہی کے لئے مسلمان مرد گواہ ہونا ضروری ہیں۔

حدِ سرقہ

سب سے اہم اعتراض جو اس میں کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ صرف اس چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے جس نے بار بار چوری کی ہو اور اسکا عادی چور ہونا ثابت ہو دیکھئے مصنف لکھتے ہیں۔

مصنف:

چوری اور بدکاری کی سزا کے ذکر میں قرآنِ حکیم کا اسلوب دوسری سزاؤں

کے اسلوبِ بیان سے مختلف ہے ان دونوں سزاؤں میں اَلسَّارِقُ، اَلسَّارِقَۃُ، اَلزَّانِیُ اور اَلزَّانِیَۃُ کے الفاظ یعنی اسم فاعل کے صیغے استعمال کئے ہیں جب کہ باقی سزاؤں کا اسلوب بیان اس سے مختلف ہے کیا اس میں کوئی خاص حکمت پوشیدہ ہے؟

سارق اور زانی کس کو کہیں گے؟

مولانا انور شاہ کشمیری صحیح بخاری کی شرح فیض الباری میں فرماتے ہیں......

(عربی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

میں (شاہ صاحب) کہتا ہوں ایسے شخص کو (یعنی گناہ کبیرہ کے مرتکب کو) کافر نہیں کہتے کیوں کہ جس شخص سے ایک بار کسی فعل کا ارتکاب ہوا ہو اور اس نے بار بار وہ کام نہ کیا ہو تو عرف میں اس پر اسم فاعل کا اطلاق لسانی لطافت کے خلاف ہے اگرچہ عقلاً جائز ہے ہاں اگر کسی نے بار بار کوئی کام کیا حتّٰی کہ وہ اس کی صفت بن گیا تو اس پر اسم فاعل کا اطلاق لسانی لطافت کے مطابق درست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ فعل محض واقعہ کے اظہار کے لئے ہوتا ہے جس نے کسی شخص کو ایک بار مارا، اس کے بارے میں یہ کہنا تو درست ہے کہ اس نے مارا لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ فلاں ضارب (مارنے والا) ہے اسی طرح اگر کسی شخص نے بار بار فعل کا ارتکاب نہیں کیا تو

اسے سارق اور زانی نہیں کہا جائے گا"

شاہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص اگر سچ بولنے کی عادت بنالے تو اسے صادق کہتے ہیں ایک بار سچ بولنے والے کو یہ تو کہیں گے کہ اس نے سچ بولا لیکن اس پر صادق کا اطلاق نہیں ہوگا اسی طرح سارق اور زانی وہ افراد کہلائیں گے جو ان جرائم کے عادی مجرم ہوں۔ (حدود آرڈیننس ص ۱۶/۱۵)

انور شاہ کشمیری کی عبارت پر تبصرہ:

یہ دعویٰ ایسا ہے جس پر نہ قرآن مجید سے کوئی دلیل پیش کی گئی نہ حدیث شریف سے نہ فقہاء کے اتفاق سے یہاں تک کہ چاروں ائمہ فقہاء میں سے کسی ایک فقیہ کا اختلافی قول بھی پیش نہیں کیا گیا۔ لے دے کر ایک دیو بندی عالم مولوی انور علی کشمیری صاحب کی ایک عبارت پیش کی گئی ہے لیکن وہ بھی اس لئے حجت نہیں کہ

۱۔ "فیض الباری" کشمیری صاحب کی اپنی کتاب نہیں بلکہ ان کے ایک شاگرد "بدر عالم میرٹھی" نے ان کے ملفوظات جمع کئے ہیں الفاظ بدر عالم میرٹھی کے ہونگے کیونکہ اسمیں انکی یادداشت کا دخل ہے۔

۲۔ یہ کہ مذکورہ قول اگر ان سے ثابت مان بھی لیا جائے تو وہ حد سرقہ اور حد زنا کے بارے میں نہیں بلکہ کسی اور چیز کے بارے میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیو بندی مولانا انور علی شاہ صاحب نے بھی یہ کہیں نہیں کہا کہ پہلی دفعہ چوری یا زنا کے

مرتکب کو حد نہیں لگے گی۔

۳۔ یہ کہ گرائمر کی کسی کتاب میں یہ تحریر نہیں کہ فعل صرف ایک دفعہ کو ظاہر کرتا ہے اور اسم فاعل ہمیشہ عادت کو ظاہر کرتا ہے۔ بلکہ قرآن مجید اس بات کی تردید کر رہا ہے اور عربی گرائمر کی کتابیں بھی۔

دیکھئے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام بار بار مردوں کو جلاتے اور مٹی سے پرندے بناتے تھے لیکن قرآنِ مجید میں ان کے بارے میں فعل آیا ہے اسم فاعل نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ" (سورۃ المآئدہ آیت نمبر ۱۱۰ پ ۷)

"اور جب تم بناتے تھے مٹی سے پرندے کی سی صورت میرے حکم سے پھر اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی اور تم اچھا کرتے تھے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے اذن سے اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے (قبروں سے) نکالتے تھے"

جبکہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے "اِنِّيْ خَالِقٌ ۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ o فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ o (سورہ ص آیت نمبر ۷۱، ۷۲ پ ۲۳) "بیشک میں مٹی سے بشر بنانے والا ہوں تو جب میں اسے درست کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی (خاص) روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا" (القرآن)۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ میں گارے سے آدم علیہ السلام کو بنایا وہاں "خالق" اسم فاعل کا کلمہ

فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام نے کئی بار اللہ کے اذن سے پرندے بنائے اور اللہ کے اذن سے مردے زندہ کئے تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ "تَخْلُقُ اور تُحْيِيْ" کے کلمے فرمائے جو دونوں فعل ہیں۔

پتا چلا کہ فعل عادت کے لئے بھی آیا کرتا ہے اور اسم فاعل ایک بار کے لئے بھی آتا ہے لہٰذا قرآن مجید کی رو سے انور شاہ صاحب کی بات غلط ٹھہری۔

علاوہ ازیں عربی گرائمر کی رو سے اسم فاعل حدوث کے لئے آتا ہے اور صفت مشبہ دوام اور استمرار کے لئے۔ (کتب فن ملاحظہ ہوں۔ الفوائد الضیائیہ شرح کافیہ ص ۲۶۴/۲۶۹ طبع دار الحدیث ملتان) (77)

یعنی جب پرانی عادت ہو تو صفت مشبہ بروزن فعیل وغیرہ لائیں گے اور نئے سرے سے کام کیا ہو تو پہلی دفعہ سے اس کیلئے اسم فاعل بروزن فاعل آئے گا۔

پیش کردہ حدیث کا جواب:

علاوہ ازیں وہ حدیث کہ "زانی بوقت زنا مومن نہیں رہتا" اہل سنت کے نزدیک زجر کیلئے اور ایمان کامل کی نفی پر مؤول ہے۔ اہل سنت سے کوئی عالم اس کا قائل نہیں کہ دوسری تیسری بار زنا یا چوری کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے یا ایمان سے نکل جاتا ہے اگر کشمیری صاحب کو بھی سنی عقیدہ معلوم ہوگا تو وہ ایسا نہیں کہہ سکتے۔ کتب عقائد اہل سنت میں ہے۔ (یعنی شرح عقائد ص ۸۲ تا ص ۸۴) (78)

کہ "کفر کے ماسوا کوئی کبیرہ مومن کو ایمان سے نہیں نکالتا"

"نبی ﷺ نے قریش کی عورت کا غزوہ فتح مکہ کے بعد چوری پر ہاتھ کٹوایا یہ لوگ نئے مسلمان ہوئے تھے"۔ واضح ہے کہ چوری بھی پہلی بار ثابت ہوئی لیکن حد

معاف نہیں کی گئی۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری ص ۱۰۰۳ جلد دوم

.... عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّتْهُمُ الْمَرْاَةُ الْمَخْزُوْمِيَّةُ الَّتِىْ سَرَقَتْ قَالُوْا مَنْ يُّكَلِّمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَشْفَعُ فِىْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ فَقَالَ يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ الضَّعِيْفُ فِيْهِمْ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحُدُوْدَ وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ يَدَهَا،

اور بخاری کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں "فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةِ الْفَتْحِ"

(صحیح بخاری ص ۱۰۰۳ ج دوم حاشیہ نمبر ۸ طبع اصح المطابع کراچی) (79)

قرآن کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذمہ لگائی "وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" (سورۃ النحل آیت ۴۴ پ ۱۴) اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا کہ آپ لوگوں کو صاف صاف بتادیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا اور تاکہ وہ فکر سے کام لیں (النحل ۴۴)۔

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی تفسیر کے خلاف ہر تفسیر گمراہ کن اور دیوار پر مارنے کے قابل ہے۔ تو ثابت ہوا کہ کوئی ایک بار بھی چوری کرے تو حد نافذ کرنا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔

حدِ حرابہ

مصنف:

آرڈیننس میں حرابہ کی تعریف نامکمل ہے اور ڈاکے کے علاوہ فساد فی الارض کی دوسری صورتیں مثلاً بغاوت، دہشت گردی، آتش زنی، زنا بالجبر، پنچائیتوں کے ذریعے اجتماعی آبروریزی کے فیصلے، خواتین کو برہنہ کرکے بازاروں میں گھمانا، کاروکاری، اغوا اور بردہ فروشی وغیرہ تمام ایسے جرائم ہیں جو حرابہ میں شامل ہیں لیکن ان کو نظرانداز کردیا گیا ہے لہٰذا حرابہ کی ازسرنو مکمل اور جامع تعریف کی جائے"

(حدود آرڈیننس ص ۲۳۴)

مصنف کی تضاد بیانی:

مصنف نے اس جگہ بغاوت اور دہشت گردی کو زنا بالجبر کی طرح محاربہ میں شامل کردیا لیکن اس سے قبل مصنف یہ لکھ چکے ہیں کہ

"اس امر کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ حکومت کی بے اعتدالیوں پر معمولی تنقید کے نتیجے میں لوگوں کو تہہ تیغ کردیا جاتا تھا" (حدود آرڈیننس ص ۲۳۱)

یعنی مصنف ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ حکومت کی بے اعتدالیوں پر تنقید محاربہ نہیں اور ایسے لوگوں کا قتل جائز نہیں اور دوسری طرف وہ بغاوت اور دہشت گردی کو محاربہ میں شامل کررہے ہیں حالانکہ آج بھی حکومتیں اور خصوصاً ڈکٹیٹر حکمران تنقید کو برداشت نہیں کرتے۔ بغاوت اور دہشت گردی کے مقدمات قائم کردیتے ہیں لہٰذا

بغاوت کو محاربہ میں داخل کرنا یہ ظالم حکمرانوں کو کھل کھیلنے کی اجازت دینا ہے۔ لہٰذا یہ اسلام کے خلاف ہے۔ اسی طرح دہشت گردی کی کوئی تعریف بھی نہیں کی گئی حکمران جسکو چاہتے ہیں دہشت گرد قرار دے دیتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۱۔ مصنف:

لکھتے ہیں ”فقہاء نے ان تمام لوگوں کو محارب قرار دیا ہے جو طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قتل، ڈاکہ، زنا بالجبر کا ارتکاب کریں“ (حدود آرڈیننس ص ۲۳۱)

تبصرہ:

یہاں ہم نے جن امور پر غور کرنا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ زنا بالجبر کے حرابہ میں داخل ہونے سے اس کے ثبوت کیلئے گواہی کی نفی۔

۲۔ کتاب وسنت اور اجماعِ فقہاء سے اسکے حرابہ میں شمار ہونے کا ثبوت۔

۳۔ بالفرض اگر زنا بالجبر محاربہ ہو تو رجم ہو سکے گا۔

۱۔ جیسا کہ ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ مصنف نے حرابہ کے لئے گواہوں کی شرط کو ختم کر دیا اب اگر کوئی قتل ہو جائے تو گواہوں کی ضرورت نہیں جسکو مرضی آئے پکڑ کر قتل کر دیں۔ علاوہ ازیں قتل اور طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قتل، میں آخر کیا فرق ہے؟ قتل عمد طاقت کے مظاہرے کے بغیر کہاں ہوتا ہے۔ لہٰذا پھر تو ہر قتل کو محاربہ میں داخل کر دیا جائے۔ نیز جب پولیس سے قاتل نہیں پکڑے جائیں گے تو پھر بھی کسی نہ کسی کو ضرور قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ مصنف محاربہ میں گواہی کی ضرورت نہیں مانتے۔ اسی طرح جبر میں اگر زانی نہیں پکڑا جائیگا تو عورت جس کا چاہے گی نام لے کر اسے

رجم کرا دے گی ورنہ پولیس تو ہے ہی۔ جس کے گلے میں مرضی آئے رجم کا پھندا ڈال دے گی۔ کیوں کہ گواہ کی ضرورت جو ختم کر دی جائے گی۔

۲۔ ہم دلائل سے ثابت کر آئے ہیں کہ زنا بالجبر کو قرآن مجید، حدیث شریف، اقوال صحابہ اور اجماع فقہاء میں کہیں بھی محاربہ قرار نہیں دیا گیا۔ لہٰذا زنا بالجبر کو محاربہ قرار دینا یہ جھوٹ ہے۔ سوائے مالکیہ کے کہ انہوں نے طاقت کے ذریعے اغواء کو محاربہ شمار کیا لیکن یہ انکا انفرادی قول ہے اجماع نہیں۔ پھر کتاب وسنت ان کی مطابقت بھی نہیں کرتی اور فقہاء کی اکثریت بھی ان کے خلاف ہے۔

۳۔ یہ کہ انہوں نے یہ تصریح بھی نہیں کی کہ زنا بالجبر محاربہ ہونے کی وجہ سے شہادت کا محتاج نہیں رہتا اور نہ ہی انہوں نے یہ کہا کہ محاربہ کے کسی مجرم کو پانچویں سزا رجم دی جائے گی۔ لہٰذا یہ ان کے خلاف بھی جھوٹ ہوا۔ جبکہ مصنف زنا بالجبر پر رجم کی سزا تجویز کرتے ہیں۔

مصنف کی ایک اور تضاد بیانی:

مصنف لکھتے ہیں

فقہ کی تمام متداول کتابوں میں حرابہ کو ڈاکہ ڈالنے کے ساتھ مختص کر دیا گیا ہے اور دوسرے جرائم میں طاقت کے کھلم کھلا استعمال کو حرابہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ (حدود آرڈیننس ص ۲۳۱)

تبصرہ:

جبکہ اس سے پہلے پیرے میں مصنف اس سے قبل لکھ آئے ہیں کہ ”فقہاء

نے ان تمام لوگوں کو محارب قرار دیا ہے جو طاقت کا مظاہرہ کر کے قتل، ڈاکہ اور زنا بالجبر کا ارتکاب کریں" کیا یہ صریح تضاد نہیں۔ ان میں سے ایک ضرور جھوٹ ہے اور وہ ہے زنا بالجبر کو اس میں شامل کرنا۔

کیا فقہاء نے محاربہ صرف ڈاکے کو قرار دیا؟

اس سلسلے میں قابل غور امر یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ فرما کر محاربہ کی سزا متعین فرمائی "اِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْا" جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ چُن چُن کر قتل کئے جائیں" (سورۂ مائدہ آیت نمبر ۳۳)

یعنی وہ لوگ اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کرتے ہوں۔ اللہ اور اسکے رسول سے جنگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان نہ لانا ہے اس لئے ایمان لانے کے بعد مرتد ہونا اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے جنگ قرار پائی۔

ایک دوسری آیت میں ایسی مسجد تعمیر کرنے والوں کی مذمت کی گئی جو اس مسجد میں اس شخص کو چھپانا چاہتے تھے جو کافر تھا اور باہر سے جنگ کرنے والوں کا ایک دستہ لا کر مدینہ شریف میں چھپ کر رہنا چاہتا تھا کہ کسی وقت وہ رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر سکے۔ تو یہاں بھی کافر ہونا اللہ اور رسول سے جنگ قرار پائی۔ حالانکہ نہ ابھی وہ آیا تھا نہ اس نے جنگ کی تھی جبکہ قرآن مجید نے "مَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ" فرما کر یہ بیان کر دیا کہ وہ آئندہ محارب نہیں بلکہ گزشتہ زمانے میں محارب ہو چکا ہے۔

تو یہاں بھی کفر محاربت قرار پایا اس لئے تمام فقہاء نے یہ بات علیحدہ سے

بیان کی کہ جو شخص مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے اس کو قتل کر دیا جائے۔ فقہاء کو یہ امر آیت حرابہ سے معلوم ہوا اس لئے انہوں نے دو حکم بیان کئے۔ (۱) فساد فی الارض کہ ڈاکہ ہے۔ اور (۲) کفر، خصوصاً اسلام لانے کے بعد ہو۔ ان دونوں قوانین کو فقہاء نے بیان کیا ہے۔ اگر اکیلا آدمی کسی کو عمداً قتل کرتا ہے اور ہتھیار سے ہی کرتا ہے تو وہ بھی جبراً ہے لیکن اسے حرابہ قرار نہیں دیا گیا قتل قرار دیا گیا۔

اگر کوئی ایک یا دو شخص کلاشنکوف یا ریوالور لے کر کسی عورت سے زنا بالجبر کرتے ہیں تو وہ زنا بھی ہوگا اور جبر بھی ہوگا لیکن وہ محاربہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کسی فقیہ نے آج تک بغیر اجتماعی حملے کے محض جبری زنا کی شکل کو محاربہ قرار نہیں دیا اور قرآن و حدیث میں پائی جانے والی نصوص کے خلاف ہر اجتہاد شیطانی اجتہاد ہے جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے بغاوت ہے۔

جبر میں گواہوں کی ضرورت:

رہا یہ امر کہ جبر کی حالت میں گواہ کہاں سے لائے جائیں اسکو فقہاء نے علیحدہ سے بیان کیا ہے کہ ایسے شخص کو مصروف پا کر کوئی آدمی قتل کر دے تو اس پر قصاص نہیں یہ آدمی کوئی مرد بھی ہو سکتا ہے اور کوئی عورت بھی اور خود وہ بھی جس پر جبر کیا گیا۔ (ردالمحتار علی درمختار ص ۱۹۷ جلد ۳ طبع کوئٹہ، فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۷ جلد ۲ طبع رشیدیہ کوئٹہ، فتح القدیر ص ۱۱۳ جلد ۵ طبع بیروت) (80)

رہا گواہ نہ ملنے کا عذر تو اگر کسی آدمی کو اکیلے پا کر قتل کر دیا گیا ہو جب تک وہ اقرار نہ کرے اسکے قاتل کو بھی تو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ تو اسکا کیا حل ہے؟ کیا بغیر گواہوں کے کسی کو قتل کیا جا سکتا ہے کہ یہ قاتل ہے۔ ہمارے سابقہ قانون میں بیان

نزاعی کو جو مقتول مرنے سے قبل دیتا ہے اہمیت دی گئی لیکن یہ مالکی فقہ کا ایک حکم ہے جسے سابقین فقہاء نے قبول نہیں کیا۔(نیل الاوطار ص ۱۴۳ ج ۷ طبع مصر) (81) اور مالکیوں نے بھی اس سے ڈائریکٹ قصاص لازم نہیں کیا بلکہ قسامہ لازم کی ہے۔لہٰذا بیان نزاعی کا یہ قانون کتاب وسنت کے خلاف ٹھہرا'' تو پتا چلا کہ فقہاء کی اکثریت صرف مظلوم کے قول پر کسی شخص سے بغیر اسکے خلاف گواہی کے قصاص لینے کی حمایت نہیں کرتی۔ کیونکہ قتل بہت بڑا جرم ہے تو زنا بالجبر بھی اسی طرح ہوگا'' کہ گواہی ضروری ہوگی۔

حدِ سکر

مصنف:

فقہائے حجاز اور محدثین کا نقطہء نظر یہ ہے کہ شراب کسی بھی چیز سے بنائی جائے اگر اسکی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے تو کم مقدار کا استعمال بھی حرام ہے اس ضمن میں فقہائے حجاز اور محدثین کا نقطہء نظر زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے "مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهٗ فَقَلِيْلُهٗ حَرَامٌ" ''جس کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اسکی کم مقدار بھی حرام ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے''جس مشروب کا ایک پیالہ نشہ آور ہے اسکا ایک چلو بھی حرام ہے''۔ لہٰذا یہ رائے صائب معلوم ہوتی ہے کہ ہر نشہ آور شے کو حرام قرار دیا جائے خواہ اس میں خمر کا اطلاق ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو کیونکہ خمر کی حرمت کا مقصد عقل کا تحفظ ہے پس جس مشروب سے عقل انسانی مختل ہو جاتی ہو اسکو حرام قرار دینا مقاصد شریعت کے عین مطابق ہے۔ (حدود آرڈیننس ص ۲۴۰)

تبصرہ:

مصنف کی اس بات سے ہم اختلاف نہیں کرتے۔

استعمال خمر پر دی جانے والی سزا حد ہے یا تعزیر؟

مصنف:

امتناع منشیات آرڈیننس کی دفعہ ۲ (و) میں حد کی تعریف یہ کی گئی ہے ''حد سے مراد ایسی سزا ہے جسکا تعین قرآن پاک یا سنت میں ہوا ہو۔ (حدود آرڈیننس ۲۴۰)

تبصرہ:

یہ تعریف صحیح ہے مصنف نے جو اس پر اعتراضات کئے وہ باطل ہیں۔
مصنف نے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ قرآن مجید میں اسکی کوئی سزا مذکور نہیں۔
جواباً عرض ہے کہ تعریف میں قرآن یا سنت کہا گیا ہے اس لئے اعتراض میں قرآن مجید کا ذکر بے معنیٰ ہے۔

مصنف:

اس کے بعد مصنف نے یہ کہا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے شرابی کو مار پیٹ کرنے کا حکم دیا کسی نے جوتے مارے کسی نے تھپڑ کسی نے کھجور کی شاخیں وغیرہ کسی نے کیا'' (ملخصاً حدود آرڈیننس ۲۴۱)

تبصرہ:

اس سے بھی آرڈیننس کی تعریف پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ آرڈیننس میں

برائے تعریف یہ کہا گیا ہے کہ سزا کا تعین کتاب وسنت سے ہو اور یہاں مصنف
نے جو حدیث پیش کی ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ سرکار نے اس جرم کو لائق سزا
قرار دے دیا تو تعریف سچی ہو گی۔ کہ اس جرم پر مجملاً سزا کا تعین ہو گیا اگر چہ سزا
کی مقدار کا تعین باقی ہے۔

اب رہا یہ امر کہ کچھ لوگوں نے اسے تعزیر کہا ہے تو یہ ان کی اصطلاح کا فرق
ہے۔ ورنہ اس معنٰی میں تمام فقہاء متفق ہیں کہ شراب پینے والے کو سزا ضرور دی جائے
گی۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ حاکم کی مرضی ہے سزا دے یا نہ دے۔ لہٰذا اس اختلاف کے
باوجود تعزیر کے قائلین کی مراد یہ ہرگز نہیں کہ حکومت اسے معاف کر سکتی ہے۔ مصنف
نے یہاں پر یہ بھی کہا ہے کہ شربِ خمر کے مرتکب کو کوئی سزا نہیں دی۔

(حدود آرڈیننس ص ۲۴۱)

لیکن مصنف نے اسکا کوئی حوالہ نہیں دیا اس لئے اس بات کی کوئی حقیقت
نہیں۔ بفرضِ محال اگر کہیں یہ حوالہ نکل بھی آئے تو اس سے مراد نفاذ حد سے پہلے کا کوئی
واقعہ ہوگا۔ کیونکہ شربِ خمر پر سزا کا حکم نبی کریم ﷺ کی کئی قولی اور فعلی حدیثوں سے
ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں ہے "مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ" جس
نے شراب پی اسکو کوڑوں سے مارو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "الدرایة" میں فرمایا کہ حدیث میں ہے "مَنْ
شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوْهُ." "جو شخص شراب پئے اسکو کوڑے
لگاؤ دوبارہ ایسا کرے تو دوبارہ کوڑے لگاؤ"

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے

روایت کیا اور ابن حبان اور حاکم نے بھی حضرت ابوھریرہ سے روایت کیا لیکن نسائی،
ابن حبان اور حاکم نے حضرت معاویہ سے بھی روایت کیا۔ تاہم حضرت ابوھریرہ کی
روایت کے آخر میں یہ ہے کہ "اگر چوتھی بار شراب پیئے تو اسے قتل کر دو"

ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے امام بخاری سے روایت کیا کہ حضرت
معاویہ سے جو حضرت ابوصالح نے روایت کی وہ زیادہ صحیح ہے اس روایت سے جو اسی
ابوصالح نے حضرت ابوھریرہ سے روایت کی۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ "ابن حبان نے انہیں ابو صالح کے واسطے
حضرت ابوسعید خدری سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے یعنی جس میں چوتھی بار قتل کا
ذکر نہیں۔ اور حاکم اور امام احمد بن حنبل نے شہر بن حریث اور اسحاق کے واسطے سے
حضرت عبداللہ بن عمرو کا ایک قول نقل کیا ہے کہ میرے پاس ایسا شخص لاؤ جس نے
چار بار شراب پی ہو تو میں اسکی گردن اڑا دوں گا۔ اس بارے میں حاکم اور طبرانی نے
حضرت جریر سے بھی حدیث لی ہیں۔ علاوہ ازیں طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود
سے بھی روایت کی ہے اور شرجیل بن اوس سے بھی حاکم اور طبرانی نے روایت کی
ہے۔ نیز حاکم نے عمرو بن شرید سے انہوں نے اپنے باپ شرید سے بھی روایت کی
ہے۔ ابوداود میں بھی اسکی مانند آیا ہے لیکن اسمیں یہ ہے کہ پانچویں بار پئے تو اسے قتل
کر دو۔ یہ حدیث ابوغُطیف سے ہے اور اسے غُطیب بھی کہتے ہیں اور بزار نے مسند
بزار میں یہ حدیث بیان کی ہے۔ نسائی نے عبدالرحمٰن بن ابی نعیم کے واسطے سے
حضرت ابن عمر اور دیگر کئی اصحاب رسول ﷺ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے حضرت
معاویہ کی روایت کے ہم معنٰی حدیث بیان کی ہے یعنی اسمیں چوتھی یا پانچویں بار قتل کا

ذکر نہیں تاہم نسائی نے حضرت جابر سے بھی روایت لی ہے وہ بھی اسی کے مثل ہے۔
لیکن اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ پھر ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی آپ ﷺ نے اسے کوڑے لگائے اور قتل نہیں کیا تو اس سے مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ قتل کی حد اٹھالی گئی ہے۔ بزار نے بھی اس حدیث کو بیان کیا اور اس میں چوتھی بار کوڑے کھانے والے کا نام نعیمان ذکر کیا گیا۔ ابو داود نے قبیصہ بن ذویب سے روایت کی کہ ایک شخص کو لایا گیا اس نے چوتھی بار شراب پی تھی آپ ﷺ نے اسے کوڑے مارے تو قتل کا حکم اٹھالیا گیا تو اس کے بعد قتل کا حکم رخصت قرار پایا۔ (یعنی حاکم چاہے تو بطور تعزیر شرابی کو چوتھی بار قتل کی سزا دے سکتا ہے) سفیان نے فرمایا کہ زہری نے منصور بن معتمر اور مخول بن راشد سے کہا عراق والوں کے پاس اس حدیث کے پہنچانے کے لئے وفد بن کر چلے جاؤ“

"الدرایه لتخریج احادیث الهدایه"

"للعلامه الحافظ ابن حجر عسقلانی"

”ص ۵۲۷ جز دوم طبع شرکت علمیہ ملتان“ (82)

اس حدیث کے بعد یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کوڑے لگانا حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

اب رہی یہ بات کہ کتنے کوڑے لگائے جائیں؟ حنفیہ اسی (۸۰) کوڑوں کے قائل ہیں جبکہ شافعیہ چالیس (۴۰) کوڑے کہتے ہیں۔ حدیث میں رسول کریم ﷺ سے اسی (۸۰) کا عدد ثابت ہے۔

جیسا کہ صحیح مسلم ص ۷۱ جلد ثانی میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے
”اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَجَلَدَہٗ بِجَرِیْدَتَیْنِ نَحْوَ اَرْبَعِیْنَ قَالَ وَفَعَلَہٗ اَبُوْ بَکْرٍ فَلَمَّا کَانَ عُمَرُ اِسْتَشَارَ

النَّاسَ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَخَفَّ الْحُدُوْدِ ثَمَانِیْنَ فَاَمَرَ بِہٖ عُمَرُ“

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی تو آپ نے اسے دو شاخوں سے اندازاً چالیس بار مارا اور ابوبکر صدیق نے بھی ایسے ہی کیا جب حضرت عمر کا دور آیا تو آپ نے دوسرے لوگوں سے مشورہ فرمایا تو حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا اسے تمام حدوں سے کم تر حد جو اسی (۸۰) ہے اس کے مطابق بنادو تو حضرت عمر نے اُسی کا حکم دے دیا۔

(مسلم شریف ص ۷۱ جلد ۲ طبع اصح المطابع کراچی) (83)

ایک اور روایت میں حضرت انس بن مالک سے ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی تو آپ نے اسے دو شاخوں سے چالیس کی مقدار مارا پھر ابو بکر ؓ نے اسی کی مثل کیا۔ پھر حضرت عمر ؓ کا دور آیا تو انہوں نے اس میں مشورہ کیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے فرمایا سب سے ہلکی حد اسی (۸۰) ہے تو حضرت عمر نے اسی طرح کیا۔ (سنن کبریٰ ص ۳۱۹ جلد ۸ طبع نشر السنہ ملتان) (84)

اس دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر ؓ بھی اسی طرح دو شاخوں سے چالیس بار مروایا کرتے تھے۔

اس سلسلے میں صحابہ کرام کے اجماع کا بھی ذکر آئے گا۔ حضرت عمر ؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو سب نے فرمایا کہ اسے اسی کوڑے لگائے جائیں ان مشورہ دینے والے صحابہ میں حضرت علی ؓ بھی شامل تھے۔ (مؤطا امام مالک ص ۶۹۴ طبع میر محمد کراچی، سنن کبریٰ بیہقی ص ۳۲۱ جلد ۸ طبع نشر السنہ ملتان) (85)

یاد رہے کہ اجماع شریعت کے ظاہر کرنے والا ہے یعنی صحابہ نے جو اس حکم پر اتفاق کیا تو اس لئے کیا کہ ان کے نزدیک یہ امر حدیث شریف سے ثابت تھا اگرچہ

وہ حدیث اتنا زیادہ مشہور نہ تھی کہ عامہ امت میں سے اکثریت کو اسکی خبر ہو۔ لہٰذا اسی کوڑے رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق ؓ سے ثابت یعنی دو کوڑوں سے چالیس بار مارا تو اسی ہوئے اور اجماع بھی صحابہ کا اسی پر قرار پایا۔

حد شراب کا نفاذ اور سیدنا حضرت علی ؓ

مصنف:

حضرت علی ؓ کو جنہیں رسول ﷺ نے صحابہ کرام میں سب سے بڑا قانون دان اور قاضی قرار دیا تھا۔ شراب نوشی میں دی جانے والی سزا کے حد ہونے کے بارے میں اطمینان نہیں تھا چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"میں کسی پر بھی حد قائم کروں اور وہ مرجائے تو مجھے
اس کے بارے میں قلق نہیں ہوگا بجز شرابی کے اگر وہ
مرگیا تو مجھے دیت دینا ہوگی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ
نے اسے اپنی سنت قرار نہیں دیا"

حدیث کے الفاظ ہیں

"لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
لَمْ یَسُنَّہٗ" (حدود آرڈیننس ص ۲۴۲)

تبصرہ:

ہم عرض کرینگے کہ حضرت علی ؓ کے فرمان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شراب کی کوئی سزا نہیں بلکہ ان کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اسی (۸۰) کوڑے علیحدہ علیحدہ

ایک ایک کر کے مارنا یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ تھا اس فیصلے کی بنیاد میں اور میرے دیگر ساتھی صحابہ کرام ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے شراب پینے کی سزا کے بارے میں مشورہ فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ "اسے اسی کوڑے لگاؤ! کیونکہ جب وہ خمر پئے گا تو نشہ میں آئے گا۔ نشہ میں آئے گا تو بک بک کرے گا بکنے پہ آئے گا تو بہتان باندھے گا۔ (راوی کہتے ہیں بہتان کے لئے اَفْتَرٰی یا اس سے ملتا جلتا کوئی لفظ بولا تھا) تو حضرت عمر ؓ نے شراب پینے میں اسی کوڑوں کی حد لگائی"

(مؤطا امام مالک ص ۶۹۴ طبع میر محمد کراچی، سنن کبریٰ بیہقی ص ۳۲۱ ج ۸ طبع نشر السنہ ملتان)

اسی طرح حضرت علی ؓ سے روایت ہے "جَلَدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِی الْخَمْرِ وَاَبُوْبَکْرٍ اَرْبَعِیْنَ وَکَمَّلَهَا عُمَرُ ثَمَانِیْنَ وَکُلٌّ سُنَّةٌ" رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر ؓ نے چالیس کوڑے شراب پینے پر لگوائے تھے اور حضرت عمر ؓ نے اسے پورے اسی (۸۰) بنا دیا اور ان دونوں میں سے ہر ایک سنت ہے"

(ابوداؤد ص ۶۱۵ جز ثانی طبع دار الحدیث ملتان) (86)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علی ؓ نے فرمایا "جَلَدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِیْنَ" (یعنی شراب کی حد میں) نبی کریم ﷺ نے چالیس کوڑے لگوائے۔ (ابوداؤد جلد ثانی ص ۲۵۹) (87)

اسکی تائید حضرت انس ؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شراب کے بارے میں جوتوں اور کھجور کی شاخوں سے چالیس دفعہ مارا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم ص ۷۱ جلد دوم طبع کراچی)

حضرت علیؓ خود بھی شراب کی حد لگوایا کرتے تھے چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں یہ موجود ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت علی کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ ولید بن عقبہ کو کوڑے ماریں تو حضرت علی نے اسے اسی (۸۰) کوڑے مارے (صحیح بخاری ص ۵۲۲ ج اوّل) (89) بعض دوسری روایتوں میں چالیس کا لفظ بھی ہے لیکن وہ ہمارے خلاف نہیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی دو شاخوں سے چالیس بار مارا تھا۔
(صحیح مسلم ص ۷۱ جلد دوم) (90)

چنانچہ بیہقی کی روایت میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو شراب کی حد میں چالیس کوڑے لگوائے ایسے کوڑے کے ساتھ جسکی دو طرفیں تھیں تو اس روایت کا بھی یہی مطلب ہوگا۔ تو حضرت علیؓ نے جس طرح ولید بن عقبہ کو حد لگائی اسکو چالیس کہنا بھی صحیح ہے اور اسی (۸۰) بھی۔ چنانچہ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس نجاشی نام کے ایک شخص کو لایا گیا جس نے رمضان شریف میں شراب پی کر روزہ توڑ دیا آپ نے اسکو اسی کوڑے مارے (پھر اسے قید خانہ میں ڈال دیا) پھر اسے دوسرے دن نکال کر بیس کوڑے اور مارے اور فرمایا کہ یہ بیس میں نے تجھے اس لئے مارے ہیں کہ تم نے اللہ تعالیٰ پر جرأت کی اور رمضان کے مہینے میں روزہ توڑا۔ (بیہقی سنن کبریٰ ص ۳۲۱ جلد ۸ طبع ملتان) (91)

الغرض حضرت علی رضی اللہ عنہ شراب کی حد میں چالیس اور اسی دونوں کو حد کہہ رہے ہیں اور خود بھی اسی کوڑے مروا رہے ہیں اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ وہ اسے حد نہیں مانتے اور اسلام کے خلاف بغاوت سمجھتے ہیں۔ بات صرف اتنی لگتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو شاخوں یا دو کوڑوں کو ملا کر چالیس بار مارتے تھے ظاہر ہے وہ دو

شاخیں پتلی ہوتی تھیں جب اسی بار مارا گیا تو کوڑا ایک کر دیا گیا اور اسکی موٹائی میں کچھ اضافہ ہوگیا حضرت علیؓ اس اضافہ کو جائز سمجھتے تھے لیکن چونکہ انہوں نے یہ فیصلہ خود کیا تھا کہ اسی کوڑے لگنے چاہئیں اس لئے وہ تواضعاً ایسا کہتے تھے اگر نا جائز سمجھتے تو حد لگاتے ہی کیوں؟ حضرت علیؓ نے خود اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ حد انہوں نے مقرر کرائی ہے۔ فرمایا کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جو کسی حد کے نفاذ کے دوران فوت ہو جائے اور مجھے اپنے جی میں اسکی کچھ کھٹک محسوس ہو۔ سوائے اسکے جو حد خمر میں مرجائے " فَإِنَّهُ شَيْءٌ أَحْدَثْنَاهُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ مَّاتَ مِنْهُ فَدِيَتُهُ إِمَّا قَالَ فِي بَيْتِ الْمَالِ وَإِمَّا قَالَ عَلٰى عَاقِلَةِ الْإِمَامِ أَشُكُّ يَعْنِي الشَّافِعِيَّ " (بیہقی سنن کبریٰ ص ۳۲۲ جلد ۸ طبع ملتان) (92)

یعنی امام شافعی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کی حضرت علی بن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کوئی بھی شخص جو کسی حد کے دوران مرجائے تو مجھے اسکی طرف سے اپنے جی میں کوئی کھٹک محسوس نہ ہوگی سوائے اس کے جو شراب کی حد میں فوت ہو جائے کیونکہ یہ ایسی بات ہے جسے ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خود ایجاد کیا تو جو اس سے مرجائے اسکی دیت یا تو بیت المال سے ادا ہوگی یا حاکم اعلیٰ کی عاقلہ ادا کرے گی۔ (امام شافعی فرماتے ہیں ان دو میں سے کوئی سا کلمہ تھا) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اظہار سے واضح ہوگیا کہ یہ فیصلہ انہوں نے دیا ہے اور خود ہی وہ حد لگا رہے ہیں۔

حضرت علیؓ پر ممکنہ اعتراض کا جواب:

شاید کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرے کہ پھر وہ کیوں ایسا کام

کرتے تھے جس سے ان پر دیت لازم آتی ؟ تو گذارش ہے کہ اس وقت کے کوڑے اس قدر خوفناک نہیں تھے کہ سو کوڑے کھانے کی وجہ سے کسی کی موت واقع ہو جاتی اس لئے بفرض محال یہ فرمایا۔

ایک اور اعتراض کا جواب:

مصنف:

ابن عباس کی روایت ہے کہ ایک شخص شراب کے نشے میں مدہوش لڑکھڑا رہا تھا کہ لوگوں نے اسے پکڑ لیا کہ رسول ﷺ کے پاس لے چلیں۔ جب وہ حضرت عباس ؓ کے گھر کے سامنے پہنچا تو بھاگ کر اندر چلا گیا اور حضرت عباس ؓ سے لپٹ گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا اچھا اس نے ایسا کیا ہے؟ پھر آپ نے اسے کچھ نہیں کہا۔ (حدود آرڈیننس ص ۲۴۱)

تبصرہ:

مصنف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شرابی پر حد نہ لگوائی تو حد لگانا ضروری نہیں۔ میں عرض کروں گا کہ مصنف اگر واقعی یہ سمجھتے ہیں تو وہ علمی دنیا سے کہیں دور رہتے ہیں۔ حد کے نفاذ کیلئے ضروری ہے کہ دو آدمی اسے شراب پیتے دیکھیں یا پھر وہ نشے میں پایا جائے اور نشہ کی تعریف کیا ہے امام ابو حنیفہ نے فرمایا موجب حد نشے کی تعریف یہ ہے کہ جو شخص بالکل کوئی بات نہ سمجھ سکتا ہو نہ تھوڑی نہ زیادہ نہ اسے معلوم ہو کہ یہ مرد ہے یا عورت اور امام یوسف اور امام محمد نے فرمایا جو اول فول بکتا ہو اور اسکے کلام میں ادھر ادھر کی باتیں مل جائیں اور ان میں سے کوئی کیفیت

اس میں نہیں پائی گئی وہ ٹھیک ٹھاک بول رہا تھا۔ اس لئے اس پر نشے کا حکم نہیں لگتا تھا تو رسول اللہ ﷺ اس پر کیسے حد نافذ فرماتے؟ ہاں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر نشے کا اثر اسکے چلنے میں اور اسکے ہاتھ پاؤں کی حرکات میں ظاہر ہو تو حد لگے گی۔ لیکن انکے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی چیز پیتا ثابت ہو جائے پھر اسکے بعد اسکی حرکات وسکنات میں خلل آجائے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے جو پیا وہ نشہ تھا لیکن یہ صرف اس وقت ہو گا جبکہ کوئی مشروب بلا جبر واکراہ پینے پر گواہ موجود ہوں ورنہ چال ڈھال میں توازن کا برقرار نہ رکھنا بخار مرگی اور کئی چیزوں سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس پر حد نہیں لگتی۔ یہ بات ہم نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب کی تشریح میں کہی ہے ورنہ یہاں ملک میں حنفی مذہب کی اکثریت ہے ان پر کسی غیر حنفی کے قانون کو نافذ کرنا ظلم عظیم ہے۔

(1) عکس صفحہ نمبر 86 ”نظام ربوبیت“ ناشر ادارہ طلوع اسلام کراچی

(۱) رب - خدا کا قانون ربوبیت جو تمام کائنات میں جاری و ساری ہے۔

(۲) ربوبیت - کسی شے کا کامل نشو و نما پا کر اپنی تکمیل تک پہنچ جانا - یعنی اس کی مضمر صلاحیتوں کا پورے طور پر نشو و نما پا جانا

(Fullest Development of its latent faculties

(2) عکس صفحہ نمبر 1004 ”بخاری شریف جلد ثانی“ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

یحیی عن عبید الله قال حدثنی نافع عن عبد الله قال قطع النبی صلی الله علیه وسلم فی مجن قیمته ثلثة دراهم حدثنا
ابراهیم بن المنذر قال حدثنا ابو ضمرة قال حدثنا موسى بن عقبة عن نافع ان عبد الله بن عمر قال قطع
النبی صلی الله علیه وسلم ید السارق فی مجن ثمنه ثلاثة دراهم حدثنا موسى بن اسمعیل قال حدثنا عبد الواحد

(3) عکس صفحہ نمبر 247 ”سنن ابی داؤد جلد دوم“ طبع کراچی

جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم باب فیمن سرق من حرز حدثنا محمد بن یحیی بن فارس حدثنا
عمرو بن حماد بن طلحة نا اسباط عن سماك بن حرب عن حمید بن اخت صفوان عن صفوان بن امیة
قال كنت نائما فی المسجد علی خمیصة لی ثمن ثلاثین درهما فجاء رجل فاختلسها منی فاخذ الرجل فاتی
به النبی صلی الله علیه وسلم فامر به لیقطع قال فاتیته فقلت اتقطعه من اجل ثلاثین درهما انا ابیعه
وانسیه ثمنها قال فهلا كان هذا قبل ان تاتینی به قال ابو داؤد ورواه زائدة عن سماك عن جعید بن
حجیر قال نام صفوان ورواه طاؤس ومجاهد انه كان نائما فجاء سارق فسرق خمیصة من تحت راسه ورواه
ابو سلمة بن عبد الرحمن قال فاستله من تحت راسه فاستیقظ فصاح به فاخذ ورواه الزهری عن صفوان
ابن عبد الله قال فنام فی المسجد وتوسد رداءه فجاء سارق فاخذ رداءه فاخذ السارق
فجیء به الی النبی صلی الله علیه وسلم باب فی القطع فی العاریة اذا جحدت حدثنا

(4) عکس صفحہ نمبر 33 ”بدائع الصنائع جلد ۷“ طبع کراچی

اجتمعت وفی بیان حکم المحدود (اما) الاول فالحد فی اللغة عبارة عن المنع ومنه سمی البواب حدادا لمنعه الناس عن
الدخول وفی الشرع عبارة عن عقوبة مقدرة واجبة حقا لله تعالی عز شانه بخلاف التعزیر فانه لیس بمقدر قد یکون
بالضرب وقد یکون بالحبس وقد یکون بغیرهما وبخلاف القصاص فانه وان كان عقوبة مقدرة لكنه یجب حقا للعبد

(5) عکس صفحہ نمبر 205 ”رد المحتار علیٰ در مختار جلد ۳“ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

أجنبیة وحضور مجلس فسق (قوله فلا عفو فیه) كذا قاله فی فتح القدیر لكن فی القنیة عن مشكل الآثار أن
اقامة التعزیر الی الامام عند أئمتنا الثلاثة والشافعی والعفو الیه أیضا قال الطحاوی وعندی أن العفو للمجنی
علیه لا للامام قال صاحب القنیة ولعل ما قالوه فی التعزیر الواجب حقا لله تعالی وما قاله الطحاوی فیما اذا جنی
علی انسان اه فهذا مخالف لما فی الفتح كما فی البحر والنهر قلت لكن ذكر فی الفتح أول الباب أن ما نص
علیه من التعزیر كما فی وطء جاریة امرأته أو المشتركة وجب امتثال الأمر فیه وما لم ینص علیه اذا رأى الامام
المصلحة أو علم أنه لا ینزجر الا به وجب لانه زاجر مشروع لحقه تعالی كالحد وما علم أنه انزجر بدونه لا یجب اه

(6) عکس صفحہ نمبر 409 ”رد المحتار علیٰ در مختار جلد ۳“ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

قال فی الدرر من كتاب القضاء عند الكلام علی قضاء القاضی بخلاف مذهبه ان المراد به خلاف أصل المذهب
كالحنفی اذا حكم علی مذهب الشافعی وأما اذا حكم الحنفی بما ذهب الیه أبو یوسف أو محمد أو نحوهما من أصحاب
الامام فلیس حكما بخلاف رأیه اه فقد أفاد أن أقوال أصحاب الامام غیر خارجة عن مذهبه فقد نقلوا عنه

(7) عکس صفحہ نمبر 42 جلد ۵ ”فتح القدیر“ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

باطل علی ظاهره وهو أقرب الی التأویل لندرة تسمع ولی بسبب عدم كفاءة من زوجت المرأة نفسها منه وقد
حكم فیه بالمهر ان دخل لكن فی الخلاصة قال الفتوی علی قولهما ولعل وجهه أن تحقق الشبهة یقتضی
تحقق الحل من وجه لان الشبهة لا محالة شبهة الحل لكن حلها لیس ثابتا من وجه والا وجبت العدة وثبت

(8) عکس صفحہ نمبر 168 ''درمختار جلد ۳'' طبع رشیدیہ کوئٹہ

بالدعوة بحر) لفظ بالدعوة الخ يوجد فى بعض النسخ وهو غير لازم لان أصل الكلام فيه (قوله بشبهة العقد)
أى ما وجد فيه العقد صورة لا حقيقة لان الشبهة كما مر ما يشبه الثابت وليس بثابت فخرج ما وجد فيه العقد
حقيقة ولذا قال فى التاترخانية واذا كان الوطء بملك النكاح أو بملك يمين والحرمة بعارض آخر فذلك لا يوجب
الحد نحو الحائض والنفساء والصائمة صوم الفرض والمحرمة والموطوأة بشبهة والتى ظاهر منها أو آلى منها فوطئها
فى العدة لا حد عليه وكذا الامة المملوكة اذا كانت محرمة عليه برضاع أو مصاهرة أو لكون أختها مثلا فى نكاحه
أوهى مجوسية أو مرتدة فلا حد عليه وان علم الحرمة اه (قوله كوطء محرم نكحها) أى عقد عليها أطلق

(9) عکس صفحہ نمبر 169 ''هامش ردالمحتار جلد ۳'' طبع کوئٹہ

ه فى الردة بحر (قوله لكن فى القهستانى الخ)
وح وفيه أن القهستانى ذكر عن المضمرات أنه
د عندهما وعليه الفتوى اه على أن ما فى عامة

لكن فى القهستانى عن
المضمرات على قولهما
الفتوى وحرر فى الفتح

(10) عکس صفحہ نمبر 380 ''ردالمحتار جلد ثانی'' طبع کوئٹہ

منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة ان علم أنها للغير لانه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا
قال فعلى هذا يفرق بين فاسده و باطله فى العدة ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنا كما فى القنية وغيرها اه
والحاصل انه لا فرق بينهما فى غير العدة أما فيها فالفرق ثابت وعلى هذا فيقيد قول البحر هنا ونكاح المعتدة بما

(11) عکس صفحہ نمبر 156 ''ردالمحتار علی درمختار جلد ۳'' طبع کوئٹہ

الآتى بان الزنا حرام فى جميع الاديان والملل فالحربى اذا دخل دار الاسلام فاسلم فزنى وقال ظننت أنه حلال يحد ولا
يلتفت اليه وان كان فعله أول يوم دخوله فكيف يقال اذا ادعى مسلم أصلى أنه لا يعلم حرمة الزنا لا يحد لانتفاء شرط
الحد اه وأقره فى البحر والنهر والمنح والمقدسى والشرنبلالى ونازع فيه ط بما مر عن عمر و بان الحرمة الثابتة

(12) عکس صفحہ نمبر 205 ''ردالمحتار جلد ۳'' طبع رشیدیہ کوئٹہ

على انسان اه فهذا مخالف لما فى الفتح كما فى البحر والنهر قلت لكن ذكر فى الفتح أول الباب أن ما نص
عليه من التعزير كما فى وطء جارية امرأته أو المشتركة وجب امتثال الامر فيه وما لم ينص عليه اذا رأى الامام
المصلحة أو علم أنه لا ينزجر الا به وجب لانه زاجر مشروع لحقه تعالى كالحد وما علم أنه انزجر بدونه لا يجب اه

(13) عکس صفحہ نمبر 200 ''ردالمحتار علی درمختار جلد ۳'' طبع کوئٹہ

لو كان جهرا لانه اظهار للفاحشة أما لو كان سرا فانه يقبل وكذا ما صرحوا به أيضا من أنه لا يقبل اذا كان بعد
التعديل كما اعتمده المصنف ومشى عليه هناك فلو كان قبله قبل والظاهر أن علة قبوله قبله أنه يكون خبرا
بفسق الشهود لئلا يقبل القاضى شهادتهم ولذا يقبل الجرح سرا من واحد ولو كان شهادة لم يقبل ولهذا
لو عدلوا بعد الجرح تثبت عدالتهم وتقبل شهادتهم ولو كان الجرح سرا شهادة مقبولة لسقطوا عن حيز
الشهادة ولم يبق لهم مجال التعديل فثبت أنه أخبار لا شهادة ونظيره سؤال القاضى المزكين عن الشهود فصار
الحاصل أن الجرح المجرد لا يقبل فى باب الشهادة اذا كان على وجه الشهادة جهرا بعد التعديل والا قبل وأما فى
باب التعزير فانه يقبل بعد بيان سببه ويخرج بذلك عن كونه مجردا ﴿تنبيه﴾ سيأتى أن التعزير يثبت
بشهادة المدعى مع آخر وبشهادة عدل اذا كان فى حقوقه تعالى لانه من باب الاخبار وظاهر كلامه هنا أنه

(14) عکس صفحہ نمبر 194 ''ردالمحتار جلد ۳'' طبع رشیدیہ کوئٹہ

الحد) الفرق بين الحد والتعزير أن الحد مقدر والتعزير مفوض الى رأى الامام وأن الحد يندرئ بالشبهات
والتعزير يجب معها وأن الحد لا يجب على الصبى والتعزير شرع عليه والرابع أن الحد يطلق على الذمى
والتعزير يسمى عقوبة له لان التعزير شرع للتطهير تاترخانية وزاد بعض المتأخرين أن الحد مختص بالامام
والتعزير يفعله الزوج والمولى وكل من رأى أحدا يباشر المعصية وأن الرجوع يعمل فى الحد لا فى التعزير وأنه
يحبس المشهود عليه حتى يسأل عن الشهود فى الحد لا فى التعزير وأن الحد لا تجوز الشفاعة فيه وأنه لا يجوز للامام
تركه وأنه قد يسقط بالتقادم بخلاف التعزير فهى عشرة قلت وسيجىء غيرها عند قوله وهو حق العبد (قوله
أكثره تسعة وثلاثون سوطا) لحديث من بلغ حدا فى غير حد فهو من المعتدين وحد الرقيق أربعون فنقص

(15) عکس صفحہ نمبر 1027 ''بخاری شریف جلد دوم'' قدیمی کتب خانہ کراچی

ابوالحسن السّوائی ولا اظنّہ الا ذکرہ عن ابن عباس یاایّہا الذین امنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء

کرہا الآیۃ قال کانوا اذا مات الرجل کان اولیاؤہ احقّ بامرأتہ ان شاء بعضہم تزوّجہا وان شاؤا زوجوہا

وان شاؤا لم یزوجوہا فہم احق بہا من اہلہا فنزلت ہذہ الآیۃ فی ذلک باب اذا استکرہت المرأۃ علی الزنی

فلا حدّ علیہا لقولہ ومن یکرہہنّ فان اللہ من بعد اکراہہن غفور رحیم وقال اللیث حدثنی نافع ان

صفیۃ بنت ابی عبید اخبرتہ ان عبدا من رقیق الامارۃ وقع علی ولیدۃ من الخمس فاستکرہہا حتی

(15) عکس صفحہ نمبر 1028 ''بخاری شریف جلد دوم'' قدیمی کتب خانہ کراچی

اقتضّہا فجلدہ عمر الحدّ ونفاہ ولم یجلد الولیدۃ من اجل انّہ استکرہہا وقال الزہری فی الامۃ البکر یفترعہا

الحرّ یقیم ذلک الحکم من الامۃ العذراء بقدر ثمنہا ویجلد ولیس فی الامۃ الثیّب فی قضاء الائمۃ غرم ولکن

علیہ الحدّ حدثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعیب قال حدثنا ابوالزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاجر ابراہیم بسارۃ ودخل بہا قریۃ فیہا ملک من الملوک او جبّار من الجبابرۃ فارسل الیہ

ان ارسل الیّ بہا فارسل بہا فقام الیہا فقامت توضّأ وتصلّی فقالت اللّہم ان کنت اٰمنت بک وبرسولک

(15) عکس صفحہ نمبر 687 ''موطاء امام مالک'' طبع میر محمد کراچی

اذا زنت ولم تحصن فقال ان زنت فاجلدوہا ثم ان زنت فاجلدوہا ثم ان زنت فاجلدوہا ثم

بیعوہا ولو بضفیر قال مالک قال ابن شہاب لا ادری ابعد الثالثۃ او الرابعۃ قال مالک و

الضفیر الحبل مالک عن نافع ان عبدا کان یقوم علی رقیق الخمس وانہ استکرہ جاریۃ من

تلک الرقیق فوقع بہا فجلدہ عمر بن الخطاب ونفاہ ولم یجلد الولیدۃ لانہ استکرہہا مالک عن

(15) عکس صفحہ نمبر 236 ''السنن الکبری مع الجوہر النقی، ج ۸'' طبع نشر السنہ ملتان

(اخبرنا) ابواحمد المہرجانی انبا ابوبکر بن احمد (ح) المزکی ثنا محمد بن ابراہیم ثنا ابن بکیر ثنا مالک عن نافع ان عبدا کان یقوم علی رقیق الخمس وانہ استکرہ جاریۃ من ذلک الرقیق فوقع بہا فجلدہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ونفاہ ولم یجلد الولیدۃ لانہ استکرہہا (ورواہ) اللیث بن سعد عن نافع عن صفیۃ بنت ابی عبید ۔

(16) عکس صفحہ نمبر 427،428 ''مسند امام احمد بن حنبل'' طبع نشر السنہ ملتان

۲۷۳۰۷ ـ حدثنا عبد الله، حدثني أبي، حدثنا محمد بن عبد الله بن الزبير قال: حدثنا إسرائيل، عن سماك، عن علقمة بن وائل، عن أبيه قال: خرجت امرأة إلى الصلاة، فلقيها رجل فتجللها بثيابه، فقضى حاجته منها، وذهب، وانتهى إليها رجل فقالت له: إن الرجل فعل بي كذا وكذا، فذهب الرجل في طلبه فانتهى إليها قوم من الأنصار فوقفوا عليها، فقالت لهم: إن رجلاً فعل بي كذا وكذا، فذهبوا في طلبه فجاؤوا بالرجل الذي ذهب في طلب الرجل الذي وقع عليها، فذهبوا به إلى النبيّ ﷺ فقالت: هو هذا، فلما أمر النبيّ ﷺ برجمه قال الذي وقع عليها: يا رسول الله: أنا هو، فقال للمرأة: «اذهبي فقد غفر الله لكِ» وقال للرجل قولاً حسناً، فقيل: يا نبيّ الله ألا ترجمه؟ فقال: «لقد تاب توبةً لو تابها أهل المدينة لقُبِل منهم».

(16) عکس صفحہ نمبر 269 ''ترمذی جلد اول'' طبع کراچی

بالمشہور والعمل علی ہذا الحدیث عند اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم ان لیس علی المستکرہ حد حدثنا

محمد بن یحیی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل ثنا سماک بن حرب عن علقمۃ بن وائل الکندی عن ابیہ ان امرأۃ خرجت علی

عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترید الصلوۃ فتلقاہا رجل فتجللہا فقضی حاجتہ منہا فصاحت فانطلق ومر بہا رجل فقالت ان ذلک

الرجل فعل بی کذا وکذا ومرت بعصابۃ من المہاجرین فقالت ان ذاک الرجل فعل بی کذا وکذا فانطلقوا فاخذوا الرجل الذی ظنت

انہ وقع علیہا فاتوہا فقالت نعم ہو ہذا فاتوا بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما امر بہ لیرجم قام صاحبہا الذی وقع علیہا فقال

یا رسول اللہ انا صاحبہا فقال لہا اذہبی فقد غفر اللہ لک وقال للرجل قولا حسنا وقال للرجل الذی وقع علیہا ارجموہ وقال لقد

تاب توبۃ لو تابہا اہل المدینۃ لقبل منہم ہذا حدیث حسن غریب صحیح وعلقمۃ بن وائل بن حجر سمع من ابیہ وہو اکبر من

عبد الجبار بن وائل وعبد الجبار بن وائل لم یسمع من ابیہ باب ما جاء فیمن یقع علی البہیمۃ حدثنا محمد بن عمرو السواق ثنا

(16) عکس صفحہ نمبر 447،446 "سنن ابی داود جلد ثانی" طبع مصر

حدثنا محمد بن يحيى بن فارس، ثنا الفريابى، ثنا إسرائيل، ثنا سماك بن حرب، عن علقمة ابن وائل، عن أبيه أن امرأة خرجت على عهد النبى صلى الله عليه وسلم تريد الصلاة فتلقاها رجل فتجللها[1]، فقضى حاجته منها فصاحت وانطلق، فمر عليها رجل فقالت: إن ذاك فعل بى كذا وكذا، ومرت عصابة من المهاجرين فقالت: إن ذلك الرجل فعل بى كذا وكذا، فانطلقوا فأخذوا الرجل الذى ظنت أنه وقع عليها فأتوها به فقالت: نعم هو هذا، فأتوا به النبى صلى الله عليه وسلم، فلما أمر به قام صاحبها الذى وقع عليها فقال: يا رسول الله، أنا صاحبها، فقال لها: «اذهبى فقد غفر الله لك»، وقال للرجل قولا حسناً [قال أبو داود: يعنى الرجل المأخوذ] وقال للرجل الذى وقع عليها «ارجموه» فقال: «لقد تاب توبة لو تابها أهل المدينة لقبل منهم».

قال أبو داود: رواه أسباط بن نصر أيضاً عن سماك.

(17) عکس صفحہ نمبر 367 "تقریب التہذیب" طبع نولکشور لکھنؤ

علقمة (ع٤) بن وائل بن حجر بضم المهملة وسكون الجيم الحضرمى الكوفى صدوق إلا أنه لم يسمع من أبيه

(17) عکس صفحہ نمبر 247 "تہذیب التہذیب جلد ۷" طبع ملتان

علقمة بن وائل بن حجر[1] الحضرمى الكندي الكوفي.

روى عن أبيه والمغيرة بن شعبة وطارق بن سويد على خلاف فيه. وعنه أخوه عبد الجبار وابن أخيه سعيد بن عبد الجبار وعبد الملك بن عمير وعمرو بن مرة وسماك ابن حرب واسماعيل بن سالم وجامع بن مطر وسلمة بن كهيل وموسى بن عمير العنبري وقيس بن سليم العنبري وأبو عمر العائذي. ذكره ابن حبان في الثقات. قلت: ذكره ابن سعد في الطبقة الثالثة من أهل الكوفة وقال كان ثقة قليل الحديث وحكى العسكري عن ابن معين أنه قال علقمة بن وائل عن أبيه مرسل.

(17) عکس صفحہ نمبر 108 "میزان الاعتدال، جلد ۳" طبع بیروت

٥٧٦١ — علقمة بن وائل [م، عو] بن حجر. صدوق، إلّا أنّ يحيى بن معين يقول فيه: روايته عن أبيه مرسلة.

(18) عکس صفحہ نمبر 204 "تہذیب التہذیب، جلد ۴" طبع نشر السنۃ لاہور

سماك[1] بن حرب بن أوس بن خالد بن نزار بن معاوية بن حارثة الذهلي البكري أبو المغيرة الكوفي.

روى عن جابر بن سمرة والنعمان بن بشير وأنس بن مالك والضحاك بن قيس وثعلبة ابن الحكم وعبد الله بن الزبير وطارق بن شهاب وإبراهيم النخعي وتميم بن طرفة وجعفر ابن أبي ثور وسعيد بن جبير والشعبي وعكرمة وعلقمة بن وائل وأخيه محمد بن حرب ومصعب بن سعد ومعاوية بن قرة وموسى بن طلحة بن عبيد الله وجماعة وعنه ابنه سعيد وإسماعيل بن أبي خالد والأعمش وداود بن أبي هند وحماد بن سلمة وشعبة والثوري وشريك وأبو الاحوص وحسن بن صالح وزائدة وزهير بن معاوية وإسرائيل وإبراهيم ابن طهمان وشيبان بن عبد الرحمن النحوي ومالك بن مغول وأبو عوانة وغيرهم.

قال حماد بن سلمة عنه أدركت ثمانين من الصحابة وقال عبد الرزاق عن الثوري ما سقط لسماك حديث وقال صالح بن أحمد عن أبيه سماك أصح حديثا من عبد الملك بن عمير وقال أبو طالب عن أحمد مضطرب الحديث وقال ابن أبي مريم عن ابن معين ثقة قال وكان شعبة يضعفه وكان يقول في التفسير عكرمة ولو شئت أن أقول له ابن عباس لقاله وقال ابن أبي خيثمة سمعت ابن معين سئل عنه ما الذي عابه قال أسند أحاديث لم يسندها غيره وهو ثقة وقال ابن عمار يقولون أنه كان يغلط ويختلفون في حديثه وقال العجلي بكري جائز الحديث إلا أنه كان في حديث عكرمة ربما وصل الشيء وكان الثوري يضعفه بعض الضعف ولم يرغب عنه احد وكان فصيحاً عالماً بالشعر وأيام الناس وقال أبو حاتم صدوق ثقة وهو كما قال أحمد.

وقال يعقوب بن شيبة قلت لابن المديني رواية سماك عن عكرمة فقال مضطربة وقال
زكرياء بن عدي عن ابن المبارك سماك ضعيف في الحديث قال يعقوب وروايته عن عكرمة

(18) عکس صفحہ نمبر 205 ''تہذیب التہذیب، جلد ۴'' طبع نشر السنۃ لاہور

خاصة مضطربة وهو في غير عكرمة صالح وليس من المتثبتين ومن سمع منه قديماً مثل
شعبة وسفيان فحديثهم عنه صحيح مستقيم والذي قاله ابن المبارك إنما نرى أنه فيمن سمع منه
بآخره وقال النسائي ليس به بأس وفي حديثه شيء وقال صالح جزرة يضعف وقال ابن
خراش في حديثه لين وقال ابن قانع مات سنة (١٢٣) . قلت : الذي حكاه المؤلف من عبد
الرزاق عن الثوري إنما قاله الثوري في سماك بن الفضل اليماني والسماك بن حرب فالمعروف
عن الثوري أنه ضعفه وقال ابن حبان في الثقات يخطىء كثيراً . مات في آخر ولاية هشام
ابن عبد الملك حين ولي يوسف بن عمر على العراق .
وقال ابن أبي حاتم في المراسيل سئل أبو زرعة هل سمع سماك من مسروق شيئاً فقال لا
وقال النسائي كان ربما لقن فاذا انفرد بأصل لم يكن حجة لأنه كان يلقن فيتلقن وقال
البزار في مسنده كان رجلاً مشهوراً لا أعلم أحداً تركه وكان قد تغير قبل موته وقال جرير
ابن عبد الحميد أتيته فرأيته يبول قائماً فرجعت ولم أسأله عن شيء . قلت : قد خرف وقال
ابن عدي ولسماك حديث كثير مستقيم إن شاء الله وهو من كبار تابعي أهل الكوفة
وأحاديثه حسان وهو صدوق لا بأس به .

(19) عکس صفحہ نمبر 447 ''سنن ابی داود ، جلد ۲'' طبع مصر

قال أبو داود : رواه أسباط بن نصر أيضاً عن سماك

(20) عکس صفحہ نمبر 186 ''تہذیب التہذیب، جلد اول'' طبع ملتان

ویونس بن بكير وعبدالله بن صالح العجلي وغيرهم. قال حرب قلت لاحمد كيف حديثه
قال ما ادري وكانه ضعفه وقال ابو حاتم سمعت ابا نعيم يضعفه وقال
أحاديثه عامية سقط مقلوب الاسانيد . وقال النسائي ليس بالقوى . قلت .علق له
البخاري حديثا في الاستسقاء وقد وصله الامام احمد والبيهقي في السنن الكبير وهو حديث
منكر اوضحته في التعليق وقال البخاري في تاريخه الاوسط صدوق وذكره ابن حبان

في الثقات وسياتي في ترجمة مسلم بن الحجاج انكار ابي زرعة عليه اخراجه لحديث
اسباط هذا وقال الساجي في الضعفاء روى احاديث لا يتابع عليها عن سماك بن حرب

(21) عکس صفحہ نمبر 367 ''تقریب التہذیب'' طبع نولکشور لکھنؤ

علقمة (ع) بن وائل بن حجر بضم المهملة وسكون الجيم الحضرمي الكوفي صدوق الا انه لم يسمع من ابيه

(21) عکس صفحہ نمبر 247 ''تہذیب التہذیب جلد ۷'' طبع ملتان

روى عن أبيه والمغيرة بن شعبة وطارق بن سويد على خلاف فيه . وعنه أخوه عبد
الجبار وابن أخيه سعيد بن عبد الجبار وعبد الملك بن عمير وعمرو بن مرة وسماك ابن
حرب واسماعيل بن سالم وجامع بن مطر وسلمة بن كهيل وموسى بن عمير العنبري
وقيس بن سليم العنبري وأبو عمر العائذي . ذكره ابن حبان في الثقات . قلت : ذكره
ابن سعد في الطبقة الثالثة من أهل الكوفة وقال كان ثقة قليل الحديث وحكى
العسكري عن ابن معين أنه قال علقمة بن وائل عن أبيه مرسل .

(21) عکس صفحہ نمبر 108 ''میزان الاعتدال، جلد ۳'' طبع بیروت

٥٧٦١ — علقمة بن وائل [م ، عو] بن حجر . صدوق، إلّا أنّ يحيى بن معين
يقول فيه : روايته عن أبيه مرسلة

(22) عکس صفحہ نمبر 60 تا 64 ''نزهة النظر'' طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

الراهنة ، مع احتمال أن يظهر لغيره ما خفي عليه ، والله أعلم (ثم المردود) وموجب الرد (إما أن يكون لسقط) من إسناد (أو طعن) في راو . على اختلاف وجوه الطعن أعم من أن يكون لأمر يرجع إلى ديانة الراوي ، أو إلى ضبطه (فالسقط إما أن يكون من مبادي السند من) تصرف (مصنف ، أو من آخره) أي الإسناد (بعد التابعي أو غير ذلك ،

فالأول : المعلق) سواء كان الساقط واحدا ، أم أكثر . وبينه وبين المعضل الآتي ذكره ، عموم وخصوص من وجه ، فمن حيث تعريف المعضل بأنه سقط منه اثنان فصاعدا ، يجتمع مع بعض صور المعلق ، ومن حيث تقييد المعلق بأنه من تصرف المصنف من مبادي السند ، يفترق عنه ، إذ هو أعم من ذلك . ومن صور المعلق أن يحذف جميع السند ، ويقال مثلا قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم . ومنها أن يحذف إلا الصحابي ، أو إلا التابعي والصحابي معا . ومنها أن يحذف من حدثه ويضيفه إلى من فوقه ، فإن كان من فوقه شيخا لذلك المصنف ، فقد اختلف فيه ، هل يسمى تعليقا أو لا ؟ والصحيح في هذا التفصيل ، فإن عرف بالنص ، أو الاستقراء أن فاعل ذلك مدلس قضي به ، وإلا فتعليق .

وإنما ذكر التعليق في قسم المردود للجهل بحال المحذوف ، وقد يحكم بصحته إن عرف بأن يجيء مسمى من وجه آخر ، فإن قال : جميع من أحذفه ثقات . جاءت مسألة التعديل على الإبهام ، وعند الجمهور لا يقبل حتى يسمى ، لكن قال ابن الصلاح هنا : إن وقع الحذف في كتاب التزمت صحته ، كالبخاري ومسلم ، فما أتى فيه بالجزم ، دل على أنه ثبت إسناده عنده وإنما حذف لغرض من الأغراض ، وما أتى فيه

بغير الجزم ، ففيه مقال . وقد أوضحت أمثلة ذلك في «النكت على ابن الصلاح» (والثاني :) وهو ما سقط عن آخره من بعد التابعي (هو المرسل) وصورته أن يقول التابعي سواء كان كبيرا ، أو صغيرا : قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم كذا ، أو فعل كذا ، أو فعل بحضرته كذا ، أو نحو ذلك . وإنما ذكر في قسم المردود للجهل بحال المحذوف ، لأنه يحتمل أن يكون صحابيا ، ويحتمل أن يكون تابعيا ، وعلى الثاني يحتمل أن يكون ضعيفا ، ويحتمل أن يكون ثقة ، وعلى الثاني يحتمل أن يكون حمل عن صحابي ، ويحتمل أن يكون حمل عن تابعي آخر ، وعلى الثاني فيعود الاحتمال السابق ويتعدد ، أما بالتجويز العقلي فإلى ما لا نهاية له ، وأما بالاستقراء فإلى ستة أو سبعة ، وهو أكثر ما وجد من رواية بعض التابعين عن بعض .

فإن عرف من عادة التابعي أنه لا يرسل إلا عن ثقة ، فذهب جمهور المحدثين إلى التوقف لبقاء الاحتمال ، وهو أحد قولي أحمد ، وثانيهما وهو قول المالكيين والكوفيين : يقبل مطلقا . وقال الشافعي : يقبل إن اعتضد بمجيئه من وجه آخر يباين الطريق الأولى مسندا كان أو مرسلا ، ليترجح احتمال كون المحذوف ثقة في نفس الأمر . ونقل أبو بكر الرازي من الحنفية ، وأبو الوليد الباجي من المالكية أن الراوي إذا كان يرسل عن الثقات وغيرهم ، لا يقبل مرسله اتفاقا (و) القسم (الثالث :) من أقسام السقط من الإسناد (إن كان باثنين فصاعدا مع التوالي فهو المعضل ، وإلا) بأن كان السقط اثنين غير متواليين في موضعين مثلا (ف)هو (المنقطع) وكذا إن سقط واحد فقط ، أو أكثر من اثنين لكن بشرط عدم التوالي (ثم) إن السقط من الإسناد (قد يكون واضحا) يحصل الاشتراك في معرفته ،

لكون الراوى مثلا لم يعاصر من روى عنه (أو) يكون (خفيا) فلا يدركه، إلا الأئمة الحذاق المطلعون على طرق الحديث، وعلل الأسانيد (فالأول) وهو الواضح (يدرك بعدم التلاقى) بين الراوى وشيخه بكونه لم يدرك عصره، أو أدركه لكن لم يجتمعا وليست له منه إجازة، ولا وجادة (ومن ثم احتيج إلى التاريخ) لتضمنه تحرير مواليد الرواة، ووفياتهم، وأوقات طلبهم، وارتحالهم، وقد افتضح أقوام ادعوا الرواية عن شيوخ، ظهر بالتاريخ كذب دعواهم (و) القسم (الثانى) وهو الخفى (المدلس) بفتح اللام، سمى بذلك لكون الراوى لم يسم من حدثه، وأوهم سماعه للحديث ممن لم يحدثه به،

(23) عکس صفحہ نمبر 30،31 ''نزهة النظر شرح نخبة الفکر'' فاروقی کتب خانہ ملتان

على السكنة فى ذلك، والله أعلم (وخبر الآحاد بنقل عدل، تام الضبط متصل السند، غير معلل، ولا شاذ، هو الصحيح لذاته) وهذا أول تقسيم المقبول

(23) عکس صفحہ نمبر 40 ''نزهة النظر شرح نخبة الفکر'' فاروقی کتب خانہ ملتان

أحدهما، مثلا. لا سيما إذا كان فى إسناده من فيه مقال (فإن خف الضبط) أى: قل، يقال: خف القوم خفوفاً: قلوا. والمراد مع بقية الشروط المتقدمة فى حد الصحيح

(23) عکس صفحہ نمبر 41 ''نزهة النظر شرح نخبة الفکر'' فاروقی کتب خانہ ملتان

(ف)هو (الحسن لذاته) لا لشئ خارج: وهو الذى يكون حسنه بسبب الاعتضاد، نحو حديث المستور إذا تعددت طرقه. وخرج باشتراط باقى الأوصاف الضعيف. وهذا القسم من الحسن مشارك للصحيح فى الاحتجاج به، وإن كان دونه. ومشابه له فى انقسامه إلى مراتب بعضها فوق بعض (وبكثرة طرقه يصحح) وإنما يحكم له بالصحة عند

(24) عکس صفحہ نمبر 74،75 ''نزهة النظر شرح نخبة الفکر'' فاروقی کتب خانہ ملتان

وإنما أفصح به لطول الفصل (إن اطلع عليه) أى على الوهم (بالقرائن) الدالة على وهم راويه، من وصل مرسل أو منقطع، أو إدخال حديث فى حديث، أو نحو ذلك من الأشياء القادحة، ويحصل معرفة ذلك بكثرة التتبع،

(وجمع الطرق. فـ) هذا هو (المعلل) وهو من أغمض أنواع علوم الحديث وأدقها، ولا يقوم به إلا من رزقه الله تعالى فهما ثاقبا، وحفظا واسعا، ومعرفة تامة بمراتب الرواة، وملكة قوية بالأسانيد والمتون، ولهذا لم يتكلم فيه إلا قليل من أهل هذا الشأن، كعلى بن المدينى، وأحمد بن حنبل، والبخارى، ويعقوب بن أبى شيبة، وأبى حاتم، وأبى زرعة، والدارقطنى. وقد يقصر عبارة المعلل عن إقامة الحجة على دعواه، كالصيرفى فى نقد الدينار والدرهم (ثم المخالفة) وهو القسم السابع (إن كانت) واقعة (بـ)سبب (تغيير السياق)-

(25) عکس صفحہ نمبر 184 ''نور الانوار شرح منار'' مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان

المعاملات هكذا قيل والتقسيم الثانى فى الانقطاع اى عدم اتصال الحديث بنا من رسول الله صلعم وهو نوعان ظاهر وباطن اما الظاهر فالمرسل من الاخبار بان لا يذكر الراوى الوسائط التى بينه وبين رسول الله صلعم بل يقول قال الرسول صلعم كذا وهو اربعة اقسام لانه اما ان يرسله الصحابى او يرسله القرن الثانى والثالث او يرسله من دونهم او هو مرسل من وجه دون وجه وهو ان كان من الصحابى فمقبول بالاجماع لان غالب

(26) عکس صفحہ نمبر 1012 بخاری شریف جلد 2 طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

فلان قتلك فخفضت راسها فدعا به رسول الله صلى الله عليه وسلم فقتله بين الحجرين باب قول الله ان النفس
بالنفس الآية حدثنا عمر بن حفص قال حدثنا ابى قال حدثنا الاعمش عن عبد الله بن مرة عن
مسروق عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله وانى رسول
الله الا باحدى ثلث النفس بالنفس والثيب الزانى والمفارق لدينه التارك الجماعة باب من اقاد بحجر

(27) عکس صفحہ نمبر 1016 بخاری شریف جلد 2 طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

رضّ راس جارية بين حجرين فقيل لها من فعل بك هذا فلان او فلان حتى سُمّى اليهودى فاتى به
النبى صلى الله عليه وسلم فلم يزل به حتى اقرّ به فرضّ راسه بالحجارة باب اذا قتل بحجر او بعصا حدثنا محمد

(28) عکس صفحہ نمبر 58 مسلم شریف جلد 2 طبع کراچی

برأسها ان لا ثم سألها الثالثة فقالت نعم واشارت برأسها فقتله رسول الله صلى الله عليه وسلم بين حجرين حدثنى يحيى بن حبيب الحارثى قال نا خالد يعنى
ابن الحارث ح قال وحدثنا ابو كريب قال نا ابن ادريس كلاهما عن شعبة بهذا الاسناد نحوه وفى حديث ابن ادريس فرضخ راسه بين حجرين وحدثنا

(29) عکس صفحہ نمبر 46 نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

يندفع كثير من الإيرادات التى طال البحث فيها ولم يستفر وجه توجيهها، ولله الحمد على
ما ألهم، وعلم (وزيادة راويهما) أى الحسن والصحيح (مقبولة، ما لم تقع منافية لما)
لرواية من (هو أوثق) ممن لم يذكر تلك الزيادة. لأن الزيادة إما أن تكون لا تنافى
بينها وبين رواية من لم يذكرها، فهذه تقبل مطلقا، لأنها فى حكم الحديث المستقل الذى
يتفرد به الثقة ولا يرويه عن شيخه غيره، وإما أن تكون منافية بحيث يلزم من قبولها
رد الرواية الأخرى، فهذه هى التى يقع الترجيح بينها وبين معارضها، فيقبل الراجح
ويرد المرجوح. واشتهر عن جمع من العلماء القول بقبول الزيادة مطلقا من غير تفصيل،

(29) عکس صفحہ نمبر 47 نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

ولا يتأتى ذلك على طريق المحدثين الذين يشترطون فى الصحيح أن لا يكون شاذا، ثم
يفسرون الشذوذ بمخالفة الثقة من هو أوثق منه. والعجب ممن غفل عن ذلك. منهم
مع اعترافه باشتراط انتفاء الشذوذ فى حد الحديث الصحيح وكذلك الحسن. والمنقول
عن أئمة الحديث المتقدمين، كعبد الرحمن بن مهدى، ويحى القطان، وأحمد بن حنبل،
ويحى بن معين، وعلى بن المدينى، والبخارى، وأبى زرعة الرازى، وأبى حاتم، والنسائى،
والدارقطنى، وغيرهم، اعتبار الترجيح فيما يتعلق بالزيادة وغيرها، ولا يعرف عن أحد منهم
إطلاق قبول الزيادة. وأعجب من ذلك إطلاق كثير من الشافعية القول بقبول زيادة
الثقة مع أن نص الشافعى يدل على غير ذلك، فإنه قال فى أثناء كلامه على ما يعتبر
به حال الراوى فى الضبط ما نصه: ويكون إذا شرك أحدا من الحفاظ لم يخالفه، فإن
خالفه فوجد حديثه أنقص كان فى ذلك دليل على صحة مخرج حديثه، ومتى خالف ما
وصف أضر ذلك بحديثه. انتهى كلامه.

(29) عکس صفحہ نمبر 48 نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

ومقتضاه أنه إذا خالف فوجد حديثه أزيد أضر ذلك بحديثه، فدل على أن زيادة العدل
عنده لا يلزم قبولها مطلقا وإنما يقبل من الحافظ، فإنه اعتبر أن يكون حديث هذا
المخالف أنقص من حديث من خالفه من الحفاظ، وجعل نقصان هذا الراوى من الحديث
دليلا على صحته،

(29) عکس صفحہ نمبر 49 نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

لأنه يدل على تحريه، وجعل ما عدا ذلك مضرا بحديثه، فدخلت فيه الزيادة، فلو
كانت عنده مقبولة مطلقا لم تكن مضرة بحديث صاحبها، والله أعلم (فإن خولف بأرجح)
منه لمزيد ضبط، أو كثرة عدد، أو غير ذلك من وجوه الترجيحات (فالراجح) يقال له
(المحفوظ. ومقابله) وهو المرجوح يقال له (الشاذ) مثال ذلك ما رواه الترمذى
والنسائى وابن ماجه، من طريق ابن عيينة، عن عمرو بن دينار، عن عوسجة. عن ابن
عباس: أن رجلا توفى على عهد رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم، ولم
يدع وارثا إلا مولى هو

(30) عکس صفحہ نمبر 63 "السنن الکبری مع الجوهر النقی جلد ۸" طبع ملتان

(أخبرنا) أبو سعد المالينى أنبأ أبو أحمد بن عدى أنبأ أبو عمرو (۲) بن سنان ثنا ابن مصفى ثنا بقية حدثنى سليمان عن الزهرى عن أبى سلمة عن أبى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا قود الا بالسيف۔ كذا قال عن أبى سلمة (ورواه) غيره عن بقية فقال عن سعيد بن المسيب۔

(30) عکس صفحہ نمبر 47 "ابن ماجہ" طبع کراچی

بالسيف حدثنا ابراهيم بن المستمر [illegible] عن الحسن عن ابى بكرة قال قال رسول الله [illegible]

[illegible] حدثنا ابو بكر بن ابى شيبة ثنا ابو الاحوص [illegible]

(31) عکس صفحہ نمبر 85 "التفسیر المظہری" طبع بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

يفسدون فى الارض فسادًا واختلفوا فى نزول هذه الآية أخرج ابن جرير عن يزيد بن أبى حبيب أن عبد الملك بن مروان كتب الى انس يسأله عن هذه الآية فكتب اليه انس ان هذه الآية نزلت فى العرنيين ارتدوا عن الاسلام وقتلوا الراعى واستاقوا الابل الحديث ثم اخرج عن جرير مثله وأخرج عبد الرزاق نحوه عن ابى هريرة وكذا ذكر البغوى

(31) عکس صفحہ نمبر 49 "تفسیر القرآن العظیم" طبع بدار احیاء الکتب العربیة

وقال ابن أبى حاتم حدثنا على بن حرب الموصلى حدثنا أبو مسعود يعنى عبد الرحمن بن الحسن الزجاج حدثنا أبو سعيد يعنى البقال عن أنس بن مالك قال كان رهط من عرينة أتوا رسول الله ﷺ وبهم جهد مصفرة ألوانهم ،عظيمة[1] بطونهم فأمرهم أن يلحقوا بالابل فيشربوا من أبوالها وألبانها ففعلوا فصفت ألوانهم وخمصت بطونهم وسمنوا فقتلوا الراعى واستاقوا الابل فبعث النبى ﷺ فى طلبهم فأتى بهم فقتل بعضهم وسمر أعين بعضهم وقطع أيدى بعضهم وأرجلهم ونزلت (إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله) إلى آخر الآية ، وقال أبو جعفر بن جرير حدثنا أبو على بن سهل حدثنا الوليد بن مسلم حدثنا ابن لهيعة عن يزيد بن أبى حبيب أن عبد الملك بن مروان كتب إلى

(31) عکس صفحہ نمبر 133 "جامع البیان فی تفسیر القرآن العظیم" طبع بیروت

ابن عباس قوله انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله و يسعون فى الارض فسادا قال كان قوم من أهل الكتاب بينهم و بين النبى صلى الله عليه وسلم عهد وميثاق فنقضوا العهد وأفسدوا فى الارض فخير الله رسوله ان شاء أن يقتل وان شاء أن يقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف حدثنى المثنى قال ثنا عمرو بن عون قال أخبرنا هشيم عن جويبر عن الضحاك قال كان قوم بينهم و بين رسول الله صلى الله عليه وسلم ميثاق فنقضوا العهد وقطعوا السبيل وأفسدوا فى الارض فخير الله جل وعز نبيه صلى الله عليه وسلم فيهم فان شاء قتل وان شاء صلب وان شاء قطع أيديهم وأرجلهم من خلاف حدثت عن الحسين قال سمعت أبا معاذ قال ثنى عبيد بن سليمن قال سمعت الضحاك يقول فذكر نحوه * وقال آخرون نزلت فى قوم من المشركين ذكر من قال ذلك حدثنا ابن حميد قال ثنا يحيى بن واضح قال ثنا الحسين بن واقد عن يزيد عن عكرمة والحسن البصرى قالا قال انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله الى أن الله غفور رحيم نزلت هذه الآية فى المشركين فمن تاب منهم من قبل أن تقدروا عليه لم يكن عليه سبيل وليست تحرز هذه الآية الرجل المسلم من الحد إن قتل أو أفسد فى الارض أو حارب الله ورسوله ثم لحق بالكفار قبل أن يقدر عليه لم يمنعه ذلك أن يقام فيه الحد الذى أصاب حدثنا ابن وكيع قال ثنا يحيى بن سعيد عن أشعث عن الحسن انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله قال نزلت فى أهل الشرك * وقال آخرون بل نزلت فى قوم من عرينة وعكل ارتدوا عن الاسلام وحاربوا الله ورسوله حدثنا ابن بشار قال ثنا روح بن عبادة قال ثنا سعيد بن أبى عروبة عن قتادة عن أنس أن رهطا من عكل وعرينة أتوا النبى صلى الله عليه وسلم

(32) عکس صفحہ نمبر 63 "السنن الکبری مع الجوهر النقی" طبع ملتان

(أخبرناه) أبو بكر بن الحارث أنبأ أبو محمد بن حيان ثنا عبد الغفار الحمصى ثنا المسيب بن واضح ثنا بقية عن أبى معاذ۔ فذكره وكذلك رواه عامر بن سيار (۳) عن أبى معاذ سليمان بن ارقم (وروى) عن سليمان عن عبد الكريم بن أبى المخارق عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله مرفوعا (وروى) ذلك عن معلى بن هلال عن ابى اسحاق (٤) عن عاصم عن على رضى الله عنه مرفوعا وهذا الحديث لم يثبت له اسناد معلى بن هلال الطحان متروك وسليمان بن ارقم ضعيف ومبارك بن فضالة لا يحتج

(32) عکس صفحہ نمبر 63 "السنن الکبری مع الجوهر النقی" طبع ملتان

وهذا اللفظ مخالف لحديث هذا الباب فى اللفظ والمعنى فكيف يقول البيهقى (ورواه الثورى) ولو ذكر اللفظ الذى ذكره ابن ماجه من رواية الثورى عن جابر لكان هو الوجه۔ وقال ابن ماجه ايضا ثنا ابراهيم بن المستمر ثنا الحر بن مالك العنبرى ثنا مبارك بن فضالة عن الحسن عن أبى بكرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا قود الا بالسيف ۔ وهذا شاهد لحديث النعمان وسنده جيد ابن المستمر صدوق كذا قال النسائى والحر قال ابن أبى حاتم فى كتابه سألت أبى عنه فقال صدوق لا بأس والمبارك وان تكلم فيه فقد اخرج له البخارى فى المتابعات فى باب قول النبى صلى الله عليه وسلم يخوف الله عباده بالكسوف واخرج له ابن حبان فى صحيحه والحاكم فى المستدرك ووثقه وقال عفان كان ثقة وكان وكان ووثقه ابن معين مرة وضعفه اخرى وكان يحيى القطان يحسن الثناء عليه۔ فهذا الحديث قد روى من وجوه كثيرة تشهد بعضها لبعض

(33) عکس صفحہ نمبر 113 "کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ" طبع انار کلی لاہور

کی گردن پر ہوگا ۞ اور جو شخص دُوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے
ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور
جان سے مار ڈالے جائیں ۞ اور جو شخص اپنی سوتیلی ماں سے

(33) عکس صفحہ نمبر 187 "کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ" طبع انار کلی لاہور

اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے
تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اُس
عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی۔ یوں تو اسرائیل میں
سے ایسی بُرائی کو دفع کرنا ۞
اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی ہو اور
کوئی دوسرا آدمی اُسے شہر میں پا کر اُس سے صحبت کرے ۞
تو تم اُن دونوں کو اُس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور اُنکو
تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں۔ لڑکی کو اِسلئے کہ وہ شہر میں
ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اِسلئے کہ اُس نے اپنے ہمسایہ
کی بیوی کو بے حرمت کیا۔ یوں تو ایسی بُرائی کو اپنے درمیان
سے دفع کرنا ۞

(34) عکس صفحہ نمبر 1007 "بخاری شریف جلد۲" طبع نور محمد کراچی

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر باب الرجم بالبلاط حدثنی محمد بن عثمن
قال حدثنا خالد بن مخلد عن سلیمن قال حدثنی عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر قال اُتی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیھودی ویھودیۃ قد احدثا جمیعا فقال لھم ما تجدون فی کتابکم قالوا ان احبارنا
احدثوا تحمیم الوجہ والتجبیۃ قال عبد اللہ بن سلام ادعھم یا رسول اللہ بالتوراۃ فاُتی بھا فوضع احدھم
یدہ علی اٰیۃ الرجم وجعل یقرأ ما قبلھا وما بعدھا فقال لہ ابن سلام ارفع یدك فاذا اٰیۃ الرجم تحت
یدہ فامر بھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرجما قال ابن عمر فرجما عند البلاط فرایت الیھودی اجنا علیھا باب الرجم

(35) عکس صفحہ نمبر 65 "نیل الاوطار جلد ۷" طبع مصر

جْلِ الواحِدَةِ نِصْفَ الدِّيَةِ ، وفي المَأمُومَةِ ثُلُثَ الدِّيَةِ ، وفي الجائِفَةِ ثُلُثَ
يَةِ ، وفي المُنَقِّلَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ مِنَ الإِبِلِ ، وفي كُلِّ أُصْبُعٍ مِنْ أَصابِعِ
يَدِ والرِّجْلِ عَشْرٌ مِنَ الإِبِلِ ، وفي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الإِبِلِ ، وفي المُوضِحَةِ
سٌ مِنَ الإِبِلِ ؛ وَإِنَّ الرَّجُلَ يُقْتَلُ بالمَرْأَةِ ، وَعلى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفُ دِينارٍ
وَاهُ النَّسائيُّ وَقالَ : وَقَدْ رَوَى هَذا الحَديثَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ مُرْسَلاً) ٤٧

(36) عکس صفحہ نمبر 5 "جمل جلد اول" طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

وأما ما نزل بالمدينة فإحدى وثلاثون سورة، فأول ما نزل بالمدينة سورة البقرة، ثم الأنفال، ثم آل عمران، ثم الأحزاب، ثم الممتحنة، ثم النساء، ثم ﴿إذا زلزلت الأرض﴾، ثم الحديد، ثم سورة محمد ﷺ، ثم الرعد، ثم سورة الرحمن، ثم ﴿هل أتى على الإنسان﴾، ثم الطلاق، ثم ﴿لم يكن﴾، ثم الحشر، ثم الفلق، ثم الناس، ثم ﴿إذا جاء نصر الله والفتح﴾ ثم النور، ثم الحج، ثم المنافقون، ثم المجادلة، ثم الحجرات، ثم التحريم، ثم الصف، ثم الجمعة، ثم التغابن، ثم الفتح، ثم التوبة، ثم المائدة. ومنهم من يقدم المائدة، على التوبة، فهذا ترتيب ما نزل من القرآن بالمدينة.

(36) عکس صفحہ نمبر 14 "الاتقان للسیوطی جلد اول" طبع لاہور

انشقت ثم الروم ثم العنكبوت ثم ويل للمطففين فهذا ما أنزل الله بمكة . ثم أنزل بالمدينة سورة البقرة ثم الأنفال
ثم آل عمران ثم الأحزاب ثم الممتحنة ثم النساء ثم إذا زلزلت ثم الحديد ثم القتال ثم الرعد ثم الرحمن ثم الإنسان
ثم الطلاق ثم لم يكن ثم الحشر ثم إذا جاء نصر الله ثم النور ثم الحج ثم المنافقون ثم المجادلة ثم الحجرات ثم التحريم
ثم الجمعة ثم التغابن ثم الصف ثم الفتح ثم المائدة ثم براءة . وقال أبو عبيد في فضائل القرآن : حدثنا عبد الله بن
صالح عن معاوية بن صالح عن علي بن أبي طلحة قال : نزلت بالمدينة سورة البقرة وآل عمران والنساء والمائدة

(37) عکس صفحہ نمبر 1016 "بخاری شریف جلد۲" طبع لاہور

بالنفس الاٰیۃ حدثنا عمر بن حفص قال حدثنا ابی قال حدثنا الاعمش عن عبد اللہ بن مرۃ عن
مسروق عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امرئ مسلم یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول
اللہ الا باحدی ثلث النفس بالنفس والثیب الزانی والمفارق لدینہ التارک للجماعۃ باب من اقاد بحجر

(37) عکس صفحہ نمبر 59 "مسلم شریف جلد ۲" طبع نور محمد کراچی

اقل فما زالت حتی قبلوا الدیة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال نا
حفص بن غیاث وابو معاویۃ ووکیع عن الاعمش عن عبد اللہ بن مرۃ عن مسروق عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم
امرئ مسلم یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینہ المفارق للجماعۃ حدثنا ابن نمیر

(38) عکس صفحہ نمبر 253 "ابوداؤد جلد ۲" طبع ایچ ایم سعید کراچی

خالد بن اللجلاج عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ببعض ھذا الحدیث حدثنا قتیبۃ بن سعید قال
حدثنا ح ونا ابن السرح المعنی نا عبد اللہ بن وھب عن ابن جریج عن ابی الزبیر عن جابر ان رجلا زنی بامرأۃ
فامر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجلد الحد ثم اخبر انہ محصن فامر بہ فرجم حدثنا محمد بن

(39) عکس صفحہ نمبر 1009 "بخاری شریف جلد ۲" طبع نور محمد کراچی

وعقلناھا فالحدیث بما حیث اتھمت بہ احلتہ ومن خشی او لا یعقلھا فلا احل لاحد ان یکذب علی ان اللہ بعث
محمدا صلی اللہ علیہ وسلم بالحق وانزل علیہ الکتاب فکان مما انزل اللہ آیۃ الرجم فقرأناھا وعقلناھا ووعیناھا رجم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعدہ فاخشی ان طال بالناس زمان ان یقول قائل واللہ ما نجد آیۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک
فریضۃ انزلھا اللہ والرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البینۃ او کان الحبل او الاعتراف ثم

(40) عکس صفحہ نمبر 116 "مسند احمد بن حنبل جلد اول" طبع نشر السنہ ملتان

٧١٩ ـ حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا حسين بن محمد حدثنا شعبة عن سلمة والمجالد عن الشعبي انهما اسمعاه يحدث ان عليا رضي الله عنه حين رجم المرأة من أهل الكوفة ضربها يوم الخميس ورجمها يوم الجمعة وقال أجلدها بكتاب الله وأرجمها بسنة نبي الله ﷺ.

(41) عکس صفحہ نمبر 657 "بخاری شریف تفسیر سورہ نساء جلد ۲" طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

سورۃ النساء قال ابن عباس یستنکف یستکبر قواما قوامکم من معایشکم لھن سبیلا یعنی الرجم
للثیب والجلد للبکر وقال غیرہ مثنی وثلاث ورباع یعنی اثنتین وثلاث واربع ولا تجاوز العرب رباع

(42) عکس صفحہ نمبر 66 "مسلم شریف جلد ۲" طبع اصح المطابع کراچی

نفرنا فی سبیل اللہ خلف احدھم لہ نبیب کنبیب التیس یمنح احدھم الکثبۃ اما واللہ ان یمکنی من احدھم لانکلنہ عنہ وحدثنا محمد بن مثنی وابن بشار
واللفظ لابن مثنی قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبۃ عن سماک بن حرب قال سمعت جابر بن سمرۃ قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برجل قصیر
اشعث ذی عضلات علیہ ازار وقد زنی فردہ مرتین ثم امر بہ فرجم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما نفرنا غازین فی سبیل اللہ تخلف احدکم
ینب نبیب التیس یمنح احدھم الکثبۃ ان اللہ لا یمکنی من احد منھم الا جعلتہ نکالا او نکلتہ قال فحدثتہ سعید بن جبیر فقال انہ [illegible]

(43) عکس صفحہ نمبر 67 "مسلم شریف جلد ۲" طبع اصح المطابع کراچی

وحدثنی محمد بن مثنی قال حدثنی عبد الاعلی [illegible] ماعز بن مالک اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible]
[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

(44) عکس صفحہ نمبر 68 "مسلم شریف جلد ۲" طبع اصح المطابع کراچی

بن عبد اللہ بن نمیر وتقاربا فی لفظ الحدیث قال نا ابی قال نا بشیر بن المھاجر قال نا عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ ان ماعز بن مالک الاسلمی اتی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی قد ظلمت نفسی وزنیت وانی ارید ان تطھرنی فردہ فلما کان من الغد اتاہ فقال یا رسول اللہ انی قد زنیت فردہ الثانیۃ
فارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قومہ فقال اتعلمون بعقلہ باسا تنکرون منہ شیئا فقالوا ما نعلمہ الا وفی العقل من صالحینا فیما نری فاتاہ
الثالثۃ فارسل الیھم ایضا فسال عنہ فاخبروہ انہ لا باس بہ ولا بعقلہ فلما کان الرابعۃ حفر لہ حفرۃ ثم امر بہ فرجم قال فجاءت الغامدیۃ فقالت یا رسول

(45) عکس صفحہ نمبر 256 "ابوداؤد جلد ۲" طبع ایچ ایم سعید کراچی

المکحلۃ والرشاء فی البئر قال نعم قال ھل تدری ما الزنا قال نعم اتیت منھا حراما ما یاتی الرجل من امرأتہ
حلالا قال فما ترید بھذا القول قال ارید ان تطھرنی فامر بہ فرجم فسمع نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رجلین من اصحابہ یقول احدھما لصاحبہ انظر الی ھذا الذی ستر اللہ علیہ فلم تدعہ نفسہ حتی رجم رجم
الکلب فسکت عنھما ثم سار ساعۃ حتی مر بجیفۃ حمار شائل برجلہ فقال این فلان وفلان فقالا نحن ذان
یا رسول اللہ فقال انزلا فکلا من جیفۃ ھذا الحمار فقالا یا نبی اللہ من یاکل من ھذا قال فما نلتما من
عرض اخیکما انفا اشد من اکل منہ والذی نفسی بیدہ انہ الان لفی انھار الجنۃ ینغمس فیھا حدثنا

(46) عکس صفحہ نمبر 321 ''مصنف عبدالرزاق جزء ۷''طبع بیروت

١٣٣٣٩ – أخبرنا عبد الرزاق قال : أخبرنا ابن جريج قال : أخبرني عبد الله بن أبي بكر قال : أخبرني أيوب عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف الأنصاري أن النبي ﷺ صلّى الظهر يوم ضرب ماعز ، وطوّل الأُوليين من الظهر حتى كاد الناس يعجزوا عنها من طول القيام ، فلما انصرف أمر به أن يرجم ، فرجم ، فلم يُقتل حتى رماه عمر بن الخطاب بلحيي بعير، فأصاب رأسه فقتله، فقال : فاظ حين لماعز نفست(٤) فقيل للنبي ﷺ : يا رسول الله ! تصلي عليه ؟ قال : لا ، فلما كان الغد صلّى الظهر ، فطوّل الركعتين الأُوليين كما طوّلهما بالأمس، أو أدنى شيئاً ، فلما انصرف قال : فصلّوا على صاحبكم ، فصلّى عليه النبي ﷺ والناس .

(47) عکس صفحہ نمبر 68 ''مسلم شریف جلد۲''طبع اصح المطابق کراچی

نبي الله قد فطمته وقد اكل الطعام فدفع الصبي الى رجل من المسلمين ثم امر بها فحفر لها الى صدرها وامر الناس فرجموها فيقبل خالد بن الوليد بحجر فرمى راسها فتنضح الدم على وجه خالد فسبها فسمع نبي الله صلى الله عليه وسلم سبه اياها فقال مهلا يا خالد فوالذي نفسي بيده لقد تابت توبة لو تابها صاحب مكس لغفر له ثم امر بها فصلى عليها ودفنت حدثني ابو غسان مالك بن عبد الواحد المسمعي قال نا معاذ يعني ابن هشام قال حدثني ابي عن يحيى بن ابي كثير

(48) عکس صفحہ نمبر 407 ''مسند احمد بن حنبل جلد ۵''طبع نشر السنہ ملتان

٢٣٠٠٦ - حدثنا عبد الله، حدثني أبي، حدثنا أبو نعيم، حدثنا بشير بن المهاجر، حدثني عبد الله بن بريدة، عن أبيه قال: كنت جالساً عند النبيّ ﷺ إذ جاءه رجل - يقال له: ماعز بن مالك - فقال: يا نبيّ الله إني قد زنيت وأنا أريد أن تطهرني، فقال له النبيّ ﷺ: «ارجع» فلما كان من الغد أتاه أيضاً، فاعترف عنده بالزنا، فقال له النبيّ ﷺ: «ارجع» ثم أرسل النبيّ ﷺ إلى قومه فسألهم عنه فقال لهم: «ما تعلمون من ماعز بن مالك الأسلمي، هل ترون به بأساً أو تُنكرون من عقله شيئاً؟»، قالوا: يا نبيّ الله، ما نرى به بأساً وما ننكر من عقله شيئاً، ثم عاد إلى النبيّ ﷺ الثالثة فاعترف عنده بالزنا أيضاً، فقال: يا نبيّ الله طهرني، فأرسل النبيّ ﷺ إلى قومه أيضاً فسألهم عنه؟ فقالوا له، كما قالوا له المرة الأولى: ما نرى به بأساً وما نُنكر من عقله شيئاً، ثم رجع إلى النبيّ ﷺ الرابعة فاعترف عنده بالزنا، فأمر النبيّ ﷺ فحُفِر له حفرة فجُعِلَ فيها إلى صدره، ثم أمر الناس أن يرجموه. وقال بريدة: كنا نتحدث أصحاب النبيّ ﷺ بيننا أن ماعز بن مالك لو جلس في رحله بعد اعترافه ثلاث مرار لم يطلبه، وإنما رجمه عند الرابعة.

(49) عکس صفحہ نمبر 322 ''مصنف عبدالرزاق جلد۷''طبع بیروت

١٣٣٤٠ – عبد الرزاق عن ابن جريج قال : أخبرني أبو الزبير عن عبد الرحمن بن الصامت عن أبي هريرة أنه سمعه يقول : جاء الأسلمي نبيّ الله ﷺ ، فشهد على نفسه أنه أصاب حرةً حراماً ، أربع مرات . كل ذلك يعرض عنه ، فأقبل في الخامسة ، قال : أنكتها ؟ قال: نعم، قال: حتى غاب ذلك منك في ذلك منها كما يغيب المرود في المكحلة ، والرشاء في البئر ؟ قال : نعم ، قال : هل تدري ما الزنا ؟ قال : نعم ، أتيت منها حراماً ما يأتي الرجل من امرأته حلالاً ، قال : فما تريد بهذا القول ؟ قال : أريد أن تطهرني ، قال : فأمر به فرجم ، فسمع النبي ﷺ رجلين من أصحابه يقول أحدهما لصاحبه: أنظر إلى هذا الذي ستر الله عليه ، فلم تدعه نفسه حتى رجم رجم الكلب ، فسكت النبي ﷺ عنهما ، حتى مرّ بجيفة حمار شائل برجله ، فقال : أين فلان وفلان ؟ قالا : نحن ذا يا رسول الله ! قال : انزلا فكُلا من جيفة هذا الحمار ، فقالا : يا نبي الله غفر الله لك ! من يأكل من هذا ؟ قال : فما نلتما من عرض أخيكما آنفاً أشد من أكل الميتة ، والذي نفسي بيده إنه الآن لفي أنهار الجنة يتغمس فيها (١).

(50) عکس صفحہ نمبر 463 ''تقریب التہذیب''طبع فاروقی لاہور

محمد (ق) بن عمر بن واقد الاسلمی الواقدی المدنی القاضی نزیل بغداد متروک مع سعة علمه من التاسعة مات سنة سبع ومائتين وله ثمان وستون

(51) عکس صفحہ نمبر 666 ''میزان الاعتدال جلد۳''طبع بیروت

قلت : وقد سقت جملة من أخبار الواقدى وجوده وغير ذلك فى تاريخى الكبير.

ومات وهو على القضاء سنة سبع (٢) ومائتين فى ذى الحجة .

واستقر الإجماع على وهن الواقدى .

(52) عکس صفحہ نمبر 86 ''شرح نخبۃ الفکر'' طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

یوافقه فی مذهبه. وهذا لیس من مباحث علوم الحدیث، والله الموفق (فإن سمی)
الراوی (وانفرد) راو (واحد) بالروایة (عنه، فـ) هو (مجهول العین) کالمبهم، إلا أن
یوثقه غیر من انفرد عنه علی الأصح، وکذا من انفرد عنه إذا کان متأهلا لذلك.

(53) عکس صفحہ نمبر 223، 224 ''زاد المسیر جلد ۲'' طبع حقانیہ پشاور

والثانی: أنها نزلت في الزُناة الذين كانوا يمشون في طرق المدينة يتبعون النساء إذا برزن بالليل لقضاء حوائجهن، فيرون المرأة فيدنون منها فيغمزونها؛ وإنما كانوا يؤذون الإماء، غير أنه لم تكن الأمَة تُعرَف من الحرة، فشكون ذلك إلى أزواجهن، فذكروا ذلك لرسول الله ﷺ، فنزلت هذه الآية، قاله السدي.

والثالث: أنها نزلت فيمن تكلَّم في عائشة وصفوان بن المعطّل بالإفك، قاله الضحاك.

والرابع: أن ناساً من المنافقين آذَوا عليّ بن أبي طالب، فنزلت هذه الآية، قاله مقاتل.

قال المفسرون: ومعنى: الآية: يرمونهم بما ليس فيهم.

(54) عکس صفحہ نمبر 31 ''میزان الاعتدال جلد ۴'' طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

٨١٥٤ — محمد بن مروانَ السدی الکوفی، وهو السدی الصغیر. یروی عن هشام بن عُروة والأعمش.

ترکوه، واتهمه بعضُهم بالکذب. وهو صاحب الکلبی.

(54) عکس صفحہ نمبر 32 ''میزان الاعتدال جلد ۴'' طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

قال البخاری: سکتوا عنه، وهو مولی الخطابیین، لا یکتب حدیثه البتة.

وقال ابن معین: لیس بثقة. وقال أحمد: أدرکته وقد کبر فترکتهُ.

العلاء بن عَمْرو الحنفی، حدثنا محمد بن مروان، عن الأعمش، عن أبی صالح، عن أبی هریرة — مرفوعا: مَنْ صلی علیّ عند قبری سمعتهُ، ومَنْ صلّی علیّ نائیاً بُلِّغته.

نصر بن مزاحم — وهو مُتَّهم، حدثنا محمد بن مروان، عن الکلبی / ، عن أبی صالح، عن ابن عباس، قل[1] بفضل الله وبرحمته — قال: فضلُ الله محمد، ورحمتهُ علیّ.

هشام بن یونس، حدثنا محمد بن مَرْوَان، عن لیث، عن مجاهد، عن ابن عمر — مرفوعا: طلب الحلال جهاد.

قال ابن عدی: الضعف علی روایته بیّن.

(55) عکس صفحہ نمبر 224 ''زاد المسیر جلد ٦'' طبع حقانیہ پشاور

قوله تعالى: ﴿يا أيُّها النبيُّ قل لأزواجك...﴾ الآية، سبب نزولها أن الفُسّاق كانوا يؤذون النساء إذا خرجن بالليل، فإذا رأوا المرأة عليها قناع تركوها وقالوا: هذه حُرَّة، وإذا رأوها بغير قناع قالوا: أمَة، فآذَوها، فنزلت هذه الآية، قاله السدي

(56) عکس صفحہ نمبر 550 ''الکشاف جلد ۲'' طبع مصر

وعن الکسائی یتقنعن بملاحفهن منضمة علیهن، أراد بالانضمام معنی الإدناء (وکان الله غفورا) لما سلف منهن من التفریط مع التوبة لأن هذا مما یمکن معرفته بالعقل (الذین فی قلوبهم مرض) قوم کان فیهم ضعف إیمان وقلة ثبات علیه وقیل هم الزناة وأهل الفجور من قوله تعالی «فیطمع الذی فی قلبه مرض» (والمرجفون) ناس کانوا یرجفون بأخبار السوء عن سرایا رسول الله صلی الله علیه وسلم فیقولون هزموا وقتلوا وجری علیهم کیت وکیت فیکسرون بذلك قلوب المؤمنین یقال أرجف بکذا إذا أخبر به علی غیر حقیقة لکونه خبرا متزلزلا غیر ثابت من الرجفة وهی الزلزلة؛ والمعنی لئن لم ینته المنافقون عن عداوتهم وکیدهم والفسقة عن فجورهم والمرجفون

(57) عکس صفحہ نمبر 229 ''سنن کبریٰ بیہقی جلد ۸'' طبع نشر السنہ ملتان

(أخبرنا) أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا العباس بن محمد الدوري ثنا يحيى بن يعلى بن الحارث المحاربي ثنا أبي عن غيلان بن جامع عن علقمة بن مرثد عن سليمان بن بريدة عن ابيه في قصة الغامدية قالت انها حبلى من الزنا قال النبي صلى الله عليه وسلم أثيب انت قالت نعم قال اذا لا نرجمك حتى تضعي ما في بطنك قال فكفلها رجل من الانصار حتى وضعت فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال قد وضعت الغامدية فقال نرجمها وندع ولدها صغيرا السن ليس له من يرضعه فقام رجل من الانصار فقال الى رضاعه يا رسول الله فرجمها ـ رواه مسلم في الصحيح عن أبي كريب عن

(58) عکس صفحہ نمبر 610 ''میزان الاعتدال جلد ۲'' طبع دار الفکر بیروت

وقال الدارقطني : ثقة ، لكنه يخطئ على معمر في أحاديث .

(59) عکس صفحہ نمبر 261 ''نسائی جلد ۲'' طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

له ثم حملوا عليه الثالثة فرميناه بالحجارة فقتلناه ثم القيناه في بير ثم رمينا عليه بالحجارة قال ابو عبد الرحمن هذا حديث منكر ومصعب بن ثابت ليس بالقوي في الحديث القطع في السفر - اخبرنا عمرو بن عثمان

(60) عکس صفحہ نمبر 250 ''ابوداؤد جلد ۲'' طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

لناس رادعم في كتاب الله لكتبتها حدثنا محمد بن سليمان الانباري نا وكيع عن هشام بن سعد قال حدثني يزيد بن نعيم بن هزال عن ابيه قال كان ماعز بن مالك يتيما في حجر ابي فاصاب جارية من الحي فقال له ابي ائت رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبره بما صنعت لعله يستغفر لك وانما يريد بذلك رجاء ان يكون له مخرجا قال فاتاه فقال يا رسول الله اني زنيت فاقم علي كتاب الله فاعرض عنه فعاد فقال يا رسول الله اني زنيت فاقم علي كتاب الله فاعرض عنه فعاد فقال يا رسول الله اني زنيت فاقم علي كتاب الله حتى قالها اربع مرات قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انك قد قلتها اربع مرات فبمن قال بفلانة قال هل ضاجعتها قال نعم قال هل باشرتها قال نعم قال هل جامعتها قال نعم قال فامر به ان يرجم فاخرج به الى الحرة فلما رجم فوجد مس الحجارة فجزع فخرج يشتد فلقيه عبد الله بن انيس وقد عجز اصحابه فنزع له بوظيف بعير فرماه به فقتله ثم اتى النبي صلى الله عليه وسلم فذكر له ذلك فقال

(61) عکس صفحہ نمبر 217 ''مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵'' طبع نشر السنہ ملتان

كان خيرا مما صنعت به حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا عفان ثنا ابان يعني ابن يزيد العطار حدثني يحيى بن أبي كثير عن أبي سلمة بن عبد الرحمن عن نعيم بن هزال ان هزالا كان استأجر ماعز بن مالك وكانت له جارية يقال لها فاطمة قد أملكت وكانت ترعى غنما لهم وان ماعزا وقع عليها فاخبر هزالا فخدعه فقال انطلق الى النبي صلى الله عليه وسلم فاخبره عسى ان ينزل فيك قرآن فامر به النبي صلى الله عليه وسلم فرجم فلما عضته مس الحجارة انطلق يسعى فاستقبله رجل بلحي جزور أو ساق بعير فضربه به فصرعه فقال النبي صلى الله عليه وسلم ويلك يا هزال لو كنت سترته بثوبك كان خيرا لك حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا عبد الرحمن ابن مهدي عن سفيان عن زيد بن اسلم عن يزيد بن نعيم عن أبيه ان ماعز بن مالك أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال اقم علي كتاب الله فاعرض عنه اربع مرات ثم امر برجمه فلما مسته الحجارة قال عبد الرحمن

(62) عکس صفحہ نمبر 67 ''مسلم شریف جلد ۲'' طبع نور محمد اصح المطابع کراچی

وحدثني محمد بن مثنى قال حدثني عبد الاعلى قال نا داؤد عن ابي نضرة عن ابي سعيد ان رجلا من اسلم يقال له ماعز بن مالك اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اني اصبت فاحشة فاقمه علي فرده النبي صلى الله عليه وسلم مرارا قال ثم سال قومه فقالوا ما نعلم به باسا الا انه اصاب شيئا يرى انه لا يخرجه منه الا ان يقام فيه الحد قال فرجع الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فامرنا ان نرجمه قال فانطلقنا به الى بقيع الغرقد قال فما اوثقناه ولا حفرنا له قال فرميناه بالعظام والمدر والخزف قال فاشتد واشتددنا خلفه حتى اتى عرض الحرة فانتصب لنا فرميناه بجلاميد الحرة يعني الحجارة حتى سكت قال ثم قام رسول الله صلى الله عليه وسلم خطيبا من العشي قال او كلما انطلقنا غزاة في سبيل الله تخلف رجل في عيالنا له نبيب كنبيب التيس على ان لا أوتى برجل فعل ذلك الا نكلت به قال فما استغفر له ولا سبه وحدثني محمد بن حاتم قال نا بهز قال نا يزيد بن زريع قال نا داؤد بهذا الاسناد مثل معناه وقال في الحديث فقام النبي صلى الله عليه وسلم من العشي فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد فما بال اقوام اذا غزونا يتخلف احدهم عنا له نبيب كنبيب التيس

(62) عکس صفحہ نمبر 67 ''نووی شرح مسلم شریف جلد ۲'' طبع نور محمد اصح المطابع کراچی

[illegible] حتى يموت [illegible] الرجل والمرأة [illegible] قوله فرميناه بالعظام والمدر والخزف هذا دليل لما اتفق عليه العلماء ان الرجم يحصل بالحجر او المدر او العظام او الخزف او الخشب وغير ذلك مما يحصل به القتل ولا تتعين الاحجار [illegible] قوله صلى الله عليه وسلم فرجمناها بالحجارة [illegible] قوله حتى اتى عرض الحرة [illegible] قوله فرميناه بجلاميد الحرة اي الحجارة الكبار واحدها جلمد بفتح الجيم والميم وجلمود بضم الجيم قوله حتى سكت هو بالتاء [illegible] المشهور في الروايات [illegible]

(63) عکس صفحہ نمبر 264 ''ترمذی شریف جلد ا'' طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

ابی هریرة قال جاء ماعز الاسلمی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انه قد زنی فاعرض عنه ثم جاء من الشق الآخر فقال
انه قد زنی فاعرض عنه ثم جاء من الشق الآخر فقال یا رسول الله انه قد زنی فامر به فی الرابعة فاخرج الی الحرة فرجم بالحجارة
فلما وجد مس الحجارة فر یشتد حتی مر برجل معه لحی جمل فضربه به وضربه الناس حتی مات فذکروا ذلک لرسول الله صلی
الله علیه وسلم انه فر حین وجد مس الحجارة ومس الموت فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هلا ترکتموه هذا حدیث حسن

(64) عکس صفحہ نمبر 250 ''ابوداؤد شریف جلد ۲'' طبع ایچ ایم سعید کراچی

فقال نعم قال فامر به ان یرجم فاخرج به الی الحرة فلما رجم فوجد مس الحجارة فجزع فخرج یشتد فلقیه عبدالله بن
انیس وقد عجز اصحابه فنزع له بوظیف بعیر فرماه به فقتله ثم اتی النبی صلی الله علیه وسلم فذکر ذلک له فقال
هلا ترکتموه لعله ان یتوب فیتوب الله علیه حدثنا عبیدالله بن عمر بن میسرة حدثنا یزید بن زریع عن محمد

(65) عکس صفحہ نمبر 251 ''ابوداؤد شریف جلد ۲'' طبع ایچ ایم سعید کراچی

ردونی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فان قومی قتلونی وغرونی من نفسی واخبرونی ان رسول الله صلی الله
علیه وسلم غیر قاتلی فلم ننزع عنه حتی قتلناه فلما رجعنا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم واخبرناه قال فهلا
ترکتموه وجئتمونی به لیستثبت رسول الله صلی الله علیه وسلم منه فاما لترک حد فلا قال فعرفت وجه

(66) عکس صفحہ نمبر 116 ''نیل الاوطار جلد ۷'' طبع مصر

وأمرهم أن یردوه إلی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ، فلما لم یفعلوا هرب ، فلقیه
الرجل الذی معه لحی الجمل فضربه به فوقع ، ثم رجموه حتی مات (قوله هلا ترکتموه)
استدل به علی أنه یقبل من المقر الرجوع عن الإقرار ویسقط عنه الحد ، وإلی ذلک ذهب
أحمد والشافعیة والحنفیة والعترة ، وهو مروی عن مالك فی قول له . وذهب ابن أبی لیلی
والبتی وأبو ثور ورواية عن مالك وقول للشافعی أنه لا یقبل منه الرجوع عن الإقرار بعد
کماله کغیره من الإقرارات . قال الأولون : ویترك إذا هرب لعله یرجع . قال فی البحر

(67) عکس صفحہ نمبر 192 ''درمختار مع ردالمحتار جلد ۳'' طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

یعنی اذا لم تمکن الشهادة بحد متقادم کالاعمی (وان عجز) عن البینة للحال (واستأجل لاحضار شهوده فی
المصر یؤجل الی قیام المجلس فان عجز حد ولا یکفل لیذهب لطلبهم   مطلب لا تسمع البینة مع الاقرار الا فی سبع

(67) عکس صفحہ نمبر 193 ''درمختار مع ردالمحتار جلد ۳'' طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

وعبیدا أو محدودین فی قذف أو کانوا ثلاثة فانهم یحدون للقذف
وعدم النصاب کما تقدم فی باب الشهادة علی الزنا قلت والظاهر أن
م انما تکلموا علی وجه الشهادة لا علی وجه القذف یحد القاذف
ن علی الاقرار کما مر قریبا (قوله یکتفی بحد واحد الخ) أفاد أن
فعل الثانی یحد حدا آخر للثانی سواء کان قذفا أو زنا أو شربا کما
اقذف المحدود ثانیا المقذوف الاول کما یأتی قریبا (قوله اتحد

بل یحبس و یقال ابعث
الیهم) من یحضرهم ولو
أقام أربعة فساقا أنه کما
قال دریء الحد عن
القاذف والمقذوف
والشهود ملتقط (یکتفی

(68) عکس صفحہ نمبر 96 ''بدائع الصنائع جلد ۷'' طبع ایچ ایم سعید کراچی

المال قبل الترافع أو بعده علی التفصیل علی الاختلاف الذی ذکرناه فی کتاب السرقة (ومنها) توبة القاطع قبل
أن یقدر علیه لقوله تعالی الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیهم فاعلموا ان الله غفور رحیم أی رجعوا عما فعلوا
وندموا علی ذلك وعزموا علی أن لا یفعلوا مثله فی المستقبل فدلت هذه الآیة الشریفة علی أن قاطع الطریق اذا تاب
قبل ان یظفر به یسقط عنه الحد وتوبته رد المال علی صاحبه ان کان أخذ المال لا غیر مع العزم علی أن لا یفعل مثله
فی المستقبل ویسقط عنه القطع أصلا ویسقط عنه القتل حدا وکذلك ان أخذ المال وقتل حتی لم یکن للامام ان
یقتله ولکن یدفعه الی أولیاء القتیل لیقتلوه قصاصا ان کان القتل بسلاح علی ما ذکره ان شاء الله تعالی وان لم یأخذ

(69) عکس صفحہ نمبر 234،235 ''ردالمحتار جلد ۳'' طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(قوله ومن تمام توبته رد المال الخ) أی لینقطع به خصومة صاحبه ولو تاب ولم یرده لم یذکره فی الکتاب
واختلفوا فیه فقیل لا یسقط الحد کسائر الحدود وقیل یسقط أشار الیه محمد فی الاصل لان التوبة تسقط الحد فی

السرقة الکبری بخصوصها للاستثناء فی النص فلا یصح قیاسها علی باقی الحدود مع معارضة النص فتح وظاهره
ترجیح القول الثانی فقول الشارح قیل لا حد فیه نظر لانه یفید ضعفه والظاهر أن هذا الخلاف عند عدم
التقادم لما فی النهر عن السراج لو قطع الطریق وأخذ المال ثم ترك ذلك وأقام فی أهله زمانا ثم قدر علیه درئ

(70) عکس صفحہ نمبر 38 ”بدائع الصنائع جلد ۷“ طبع کراچی

فانه روى عن أبى يوسف أنه ليس من شرائط الاحصان حتى لا يصير المسلم محصنا بنكاح الكتابية والدخول بها
فى ظاهر الرواية وكذلك الذمى العاقل البالغ الحر الثيب اذا زنا لا يرجم فى ظاهر الرواية بل يجلد وعلى ما روى عن أبى
يوسف يصير المسلم محصنا بنكاح الكتابية ويرجم الذمى به وبه أخذ الشافعى رحمه الله تعالى واحتجا بما روى أنه
عليه الصلاة والسلام رجم يهوديين ولو كان الاسلام شرطا لما رجم ولان اشتراط الاسلام للزجر عن الزنا والدين
المطلق يصلح للزجر عن الزنا لان الزنا حرام فى الاديان كلها (ولنا) فى زنا الذمى قوله تعالى الزانية والزانى فاجلدوا كل

(71) عکس صفحہ نمبر 497 ”ھدایہ اولین“ طبع مجتبائی دہلی

العسكر والبترية لانه لم يفوض اليهما الاقامة واذا دخل حربى دارنا بامان فزنى بذمية
او زنى ذمى بحربية يحد الذمى والذمية عند ابى حنيفة ولا يحد الحربى والحربية وهو
قول محمد فى ذمى يعنى اذا زنى بحربية فاما اذا زنى الحربى بذمية لا يحدان عندهم وهو
قول ابى يوسف اولاً وقال ابو يوسف يحدون كلهم وهو قوله الاخر لابى يوسف ان
المستامن التزم احكامنا مدة مقامه فى دارنا فى المعاملات كما ان الذمى التزمها
مدة عمره ولهذا يحد حد القذف ويقتل قصاصا بخلاف حد الشرب لانه يعتقد

(72) عکس صفحہ نمبر 61 ”فتاوی عالمگیری جلد ۵“ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

بالاحتلام أو الحيض أو الحبل كذا فى المختار والسن الذى يحكم ببلوغ الغلام والجارية اذا انتهيا اليه
خمس عشرة سنة عند أبى يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى وهو رواية عن أبى حنيفة رحمه الله تعالى وعليه
الفتوى وعند أبى حنيفة رحمه الله تعالى ثمانى عشرة سنة للغلام وسبع عشرة سنة للجارية كذا فى الكافى.

(72) عکس صفحہ نمبر 358 ”ھدایہ اخیرین“ طبع مجتبائی دہلی

عند ابى حنيفة وقالا اذا تم للغلام والجارية خمس عشرة سنة فقد بلغا وهو رواية عن ابى حنيفة
وهو قول الشافعى وعنه فى الغلام تسع عشرة سنة وقيل المراد ان يطعن فى التاسع عشرة سنة

(73) عکس صفحہ نمبر 588 ”صحیح بخاری شریف جلد ۲“ طبع اصح المطابع کراچی

يدعو عليهم باب غزوة الخندق وهى الاحزاب قال موسى بن عقبة كانت فى شوال سنة اربع حدثنا
يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا يحيى بن سعيد عن عبيد الله قال اخبرنى نافع عن ابن عمر ان النبى صلى الله عليه
عرضه يوم احد وهو ابن اربع عشرة فلم يجزه وعرضه يوم الخندق وهو ابن خمسة عشر فاجازه حدثنا

(74) عکس صفحہ نمبر 197 ”ردالمحتار علی درمختار جلد ۳“ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

أجنبية عن الواجد أو زوجة له أو محرما منه أما اذا وجده يزنى بها فله قتله مطلقا ولذا قيد فى المنية بقوله وهو يزنى
وأطلق قوله قتلهما جميعا وعليه فقول الخانية الذى قدمناه آنفا فصاح به غير قيد ويدل عليه أيضا عبارة المجتبى
الآتية ثم رأيت فى جنايات الحاوى الزاهدى ما يؤيده أيضا حيث قال رجل رأى رجلا مع امرأة أنه يزنى بها أو يقبلها
أو يضمها الى نفسه وهى مطاوعة فقتله أو قتلهما لا ضمان عليه ولا يحرم من ميراثها ان أثبته بالبينة أو بالاقرار ولو
رأى رجلا مع امرأة أنه فى مفازة خالية أو رآه مع محارمه هكذا ولم ير منه الزنا ودواعيه قال بعض المشايخ حل قتلهما

(74) عکس صفحہ نمبر 167 ''فتاوی عالمگیری جلد۲'' طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

رأى غيره على فاحشة موجبة للتعزير فعزره بغير المحتسب فللمحتسب أن يعزر المعزر ان عزره بعد الفراغ منها
كذا في البحر الرائق * سئل الهندواني رحمه الله تعالى عن رجل وجد مع امرأته رجلا أيحل له قتله قال
ان كان يعلم أنه ينزجر عن الزنا بالصياح والضرب بما دون السلاح لا يحل وان علم أنه لا ينزجر الا بالقتل حل له
القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها أيضا كذا في النهاية * المكابر بالظلم وقطاع الطريق وصاحب المكس
وجميع الظلمة والاعوان والسعاة يباح قتل الكل ويثاب قاتلهم كذا في النهر الفائق * وهكذا في التمرتاشي
والمجتبى * وللمولى أن يعزر عبده وأمته عند اساءة الادب ولحاجة اليه كذا في محيط السرخسي * والتعزير

(74) عکس صفحہ نمبر 113 ''فتح القدير جلد۵'' طبع بیروت

الشتائم كقول أبي يوسف رقال التمرتاشي يجوز التعزير والذي يجب حقا لله تعالى لكل أحد يعلمه النيابة
عن الله وسئل أبو جعفر الهندواني عمن وجد رجلا مع امرأة أيحل له قتله قال ان كان يعلم أنه ينزجر عن الزنا
بالصياح والضرب بما دون السلاح لا يقتله وان علم أنه لا ينزجر الا بالقتل حل له قتله وان طاوعته المرأة
حل قتلها أيضا وهذا تنصيص على أن الضرب تعزير يملكه الانسان وان لم يكن محتسبا وصرح في المنتقى
بذلك وهذا لانه من باب ازالة المنكر باليد والشارع ولى كل أحد ذلك حيث قال من رأى منكم منكرا فليغيره

(75) عکس صفحہ نمبر 193 ''رد المحتار على در مختار جلد۳'' طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

بهذا القدر فتح (قوله درئ الحد الخ) لان الفاسق فيه نوع قصور وان كان من أهل الاداء والتحمل ولذا
لو قضى بشهادته نفذ عندنا فيثبت بشهادتهم شبهة الزنا فيسقط الحد عنهم وعن القاذف وكذا عن المقذوف
لاشتراط العدالة في الثبوت وأما لو كانوا عميا أو عبيدا أو محدودين في قذف أو كانوا ثلاثة فانهم يحدون للقذف
دون المشهود عليه لعدم أهلية الشهادة فيهم أو عدم النصاب كما تقدم في باب الشهادة على الزنا قلت والظاهر أن
القاذف يحد أيضا لان الشهود اذا حدوا مع أنهم انما تكلموا على وجه الشهادة لا على وجه القذف يحد القاذف

(75) عکس صفحہ نمبر 165 ''فتاوی عالمگیری جلد۲'' طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

وانه البينة أجل لاقامة البينة فان أقام والا حد فان لم يجد أحدا يبعث الى الشهود بعثه مع شرط
يحفظونه فان لم يجد الشهود حد وان أقام بعد ذلك قبلت شهادتهم كذا في التتارخانية * ولو قذف
رجلا فجاء بأربعة فسقة أنه كما قال يدرأ الحد عن القاذف وعن المقذوف وعن الشهود كذا في الظهيرية في
الفصل ... اذا كان المقذوف حيا فلا خصومة لاحد سواه حاضرا كان أو غائبا ولو مات المقذوف قبل أن
يطالب أو بعد ما طالب أو أقيم عليه بعض الحد بطل الحد وبطل ما بقي منه وان كان سوطا واحدا كذا في

(76) عکس صفحہ نمبر 242 ''الفوائد الضيائية شرح كافيہ'' طبع مکتبہ حقانیہ ملتان

ثلثة الى عشرة بالتاء لجماعة المذكر اعتبار التانيث الجماعة نحو ثلثة رجال الى عشرة رجال وثلث
الى عشر بدونها لجمع المؤنث فرقا بين المذكر والمؤنث نحو ثلث نسوة وعشر نسوة ولم يفعل الامر

(77) عکس صفحہ نمبر 264 ''الفوائد الضيائية شرح كافيہ'' طبع مکتبہ حقانیہ ملتان

اظهر فلو أخرت عن القسمين توهم تعلقه بالقسمين على السواء واسم الفاعل ما اشتق
اي اسم اشتق من فعل اي حدث موضوعا ذلك الاسم لمن قام اي الفعل به
اي لذات ما قام بها الفعل ولو قال لما قام به الفعل لكان اولى لان ما مجهول مذكر
بلفظ ما ولعله قصد التغليب بمعنى الحدوث يعني بالحدوث تجدد وجوده له وقيامه
مقيدا باحد الازمنة الثلثة قال المص في شرحه قوله ما اشتق من فعل يدخل فيه المحدود

(77) عکس صفحہ نمبر 269 ''الفوائد الضیائیہ شرح کافیہ'' طبع مکتبہ حقانیہ ملتان

آخر يبقى على نصبه نحو زيد معط غلامه درهما الآن او غدا او المعطى غلامه درهما

الآن او غدا او امس الصفة المشبهة باسم الفاعل من حيث انها تثنى وتجمع وتذكر

وتؤنث ما اشتق من فعل لازم احتراز عن اسم الفاعل واسم المفعول المتعديين

لمن اي لما قام به على معنى الثبوت لا بمعنى الحدوث احتراز عن نحو قائم وذاهب

(78) عکس صفحہ نمبر 82 ''شرح عقائد نسفی'' طبع کراچی

فهي كبيرة والكبيرة المطلقة هي الكفر اذ لا ذنب اكبر منه وبالجملة المراد ههنا

ان الكبيرة التي هي غير الكفر لا تخرج العبد المؤمن من الايمان لبقاء

التصديق الذي هو حقيقة الايمان خلافا للمعتزلة حيث زعموا ان

مرتكب الكبيرة ليس بمؤمن ولا كافر وهذا هو المنزلة بين المنزلتين بناء على ان

(78) عکس صفحہ نمبر 83 ''شرح عقائد نسفی'' طبع کراچی

الاعمال عندهم جزء من حقيقة الايمان ولا تدخله اي العبد المؤمن

في الكفر خلافا للخوارج فانهم ذهبوا الى ان مرتكب الكبيرة بل الصغيرة

ايضا كافر وانه لا واسطة بين الايمان والكفر لنا وجوه الاول ما سيجيء

من ان حقيقة الايمان هو التصديق القلبي فلا يخرج المؤمن عن

الاتصاف به الا بما ينافيه ومجرد الاقدام على الكبيرة لغلبة شهوة او حمية

او انفة او كسل خصوصا اذا اقترن به خوف العقاب ورجاء العفو

والعزم على التوبة لا ينافيه نعم اذا كان بطريق الاستحلال والاستخفاف

كان كفرا لكونه علامة للتكذيب ولا نزاع في ان من المعاصي

ما جعله الشارع امارة للتكذيب وعلم كونه كذلك بالادلة الشرعية

كسجود للصنم والقاء المصحف في القاذورات والتلفظ بكلمات

الكفر ونحو ذلك مما ثبت بالادلة انه كفر وبهذا ينحل ما يقال

ان الايمان اذا كان عبارة عن التصديق والاقرار ينبغي

ان لا يصير المؤمن المقر المصدق كافرا بشيء من افعال الكفر والفاظه

ما لم يتحقق منه التكذيب او الشك الثاني الآيات والاحاديث

الناطقة باطلاق المؤمن على العاصي كقوله تعالى يا ايها الذين آمنوا

كتب عليكم القصاص في القتلى وقوله تعالى يا ايها الذين آمنوا

توبوا الى الله توبة نصوحا وقوله تعالى وان طائفتان

(78) عکس صفحہ نمبر 84 "شرح عقائد نسفی" طبع کراچی

من المومنين اقتتلوا الآية وهي كثيرة الثالث اجماع الامة من
عصر النبي عم الى يومنا هذا بالصلوة على من مات من اهل القبلة
من غير توبة والدعاء والاستغفار لهم مع العلم بارتكابهم الكبائر
بعد الاتفاق على ان ذلك لا يجوز لغير المؤمن واحتجت المعتزلة بوجهين
الاول ان الامة بعد اتفاقهم على ان مرتكب الكبيرة فاسق اختلفوا في انه
مؤمن وهو مذهب اهل السنة والجماعة او كافر وهو قول الخوارج
ومنافق وهو قول الحسن البصري فاخذنا بالمتفق عليه وتركنا المختلف
فيه وقلنا هو فاسق ليس بمؤمن ولا كافر ولا منافق والجواب ان هذا
احداث للقول المخالف لما اجمع عليه السلف من عدم المنزلة بين المنزلتين
فيكون باطلا الثاني انه ليس بمؤمن لقوله تعالى افمن كان مؤمنا
كمن كان فاسقا جعل المؤمن مقابلا للفاسق وقوله عم لا يزني الزاني
وهو مؤمن وقوله عم لا ايمان لمن لا امانة له ولا كافر لما تواترت من
ان الامة كانوا لا يقتلونه ولا يجرون عليه احكام المرتدين ويدفنونه
في مقابر المسلمين والجواب ان المراد بالفاسق في الآية هو الكافر فان
الكفر من اعظم الفسوق والحديث وارد على سبيل التغليظ والمبالغة في الزجر
عن المعاصي بدليل الآيات والاحاديث الدالة على ان الفاسق مومن
حتى قال عم لابي ذر لما بالغ في السوال وان زنى وان سرق على رغم انف

(79) عکس صفحہ نمبر 1003 "صحیح بخاری شریف جلد۲" طبع کراچی

ابن شهاب عن عروة عن عائشة ان قريشا اهمتهم المرأة المخزومية التي سرقت قالوا من يكلم
رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن يجترئ عليه الا اسامة بن زيد حب رسول الله صلى الله عليه وسلم
فكلم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال أتشفع في حد من حدود الله ثم قام فخطب فقال يا ايها
الناس انما ضل من قبلكم انهم كانوا اذا سرق الشريف تركوه واذا سرق الضعيف فيهم اقاموا
عليه الحدود وايم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطع محمد يدها باب قول الله

(79) عکس صفحہ نمبر 1003 "صحیح بخاری شریف حاشیہ ۸ جلد۲" طبع کراچی

عن ابن شهاب عن عروة عن
قبلكم انهم كانوا يقيمون الحد
لك لقطعت يدها باب
قال حدثنا الليث عن

عن عقيل
الحدود
الليث

والزهري وهو قول الاوزاعي ۱۲ ع ۸ قوله سرقت زاد يونس
في رواية في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة الفتح
وبين ابن ماجة في رواية ان المسروق القطيفة من بيت
رسول الله صلى الله عليه وسلم ووقع في مرسل حبيب بن ابي
ثابت انها سرقت حليا ويمكن ان يجمع بان سرقة الحلي كان
في القطيفة ۱۲ ع ۹ قوله فاقطعوا ايديهما المراد به اليمين ...

(80) عکس صفحہ نمبر 197 "ردالمحتار علی درمختار جلد۳" طبع کوئٹہ

لا يحل له ولو أكرهها فلها قتله ودمه هدر وكذا الغلام وهبانية

البزازية وغيرها) أي كالخانية ففيها لو رأى رجلا يزني بامرأته أو بامرأة آخر وهو محصن فصاح به فلم يهرب ولم
يمتنع عن الزنا حل له قتله ولا قصاص عليه اه (قوله فيحمل على المقيد) أي يحمل قول المنية قتلهما جميعا على

(80) عکس صفحہ نمبر 167 "فتاوی عالمگیری جلد۲" طبع رشیدیہ کوئٹہ

رأى غيره على فاحشة موجبة للتعزير فعزره بغير المحتسب فللمحتسب أن يعزر المعزر ان عزره بعد الفراغ منها
كذا في البحر الرائق * سئل الهندواني رحمه الله تعالى عن رجل وجد مع امرأته رجلا أيحل له قتله قال
ان كان يعلم أنه ينزجر عن الزنا بالصياح والضرب بما دون السلاح لا يحل وان علم أنه لا ينزجر الا بالقتل حل له
القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها أيضا كذا في النهاية * المكابر بالظلم وقطاع الطريق وصاحب المكس
وجميع الظلمة والاعوان والسعاة يباح قتل الكل ويثاب قاتلهم كذا في النهر الفائق * وهكذا في التمرتاشي
والمجتبى * وللمولى أن يعزر عبده وأمته عند اساءة الادب والحاجة اليه كذا في محيط السرخسي * والتعزير

(80) عکس صفحہ نمبر 113 "فتح القدیر جلد۵" طبع بیروت

نائع كقول أبي يوسف وقال التمرتاشي يجوز التعزير الذي يجب حقا لله تعالى لكل أحد بعلة النيابة
عن الله وسئل أبو جعفر الهندواني عمن وجد رجلا مع امرأة أيحل له قتله قال ان كان يعلم أنه ينزجر عن الزنا
بالصياح والضرب بما دون السلاح لا يقتله وان علم أنه لا ينزجر الا بالقتل حل له قتله وان طاوعته المرأة
حل قتلها أيضا وهذا تنصيص على أن الضرب تعزير يملكه الانسان وان لم يكن محتسبا وصرح في المنتقى
بذلك وهذا لانه من باب ازالة المنكر باليد والشارع ولى كل أحد ذلك حيث قال من رأى منكم منكرا فليغيره

(81) عکس صفحہ نمبر 41 "نیل الاوطار جلد۷" طبع بیروت

أو صبيانا لا يقدّر تواطؤهم على الكذب هذا معنى كلام البحر . ومن صور اللوث أن يقول
المقتول فى حياته دمى عند فلان أو هو قتلنى أو نحو ذلك فانها تثبت القسامة بذلك عند مالك
والليث . وادّعى مالك أنّ ذلك عليه الأئمة قديما وحديثا ، واعترض هذه الدعوى
ابن العربى ، وفى الفتح أنه لم يقل بذلك غيرهما . ومنها إذا كان الشهود غير عدول أو كان
الشاهد واحدا فانها تثبت القسامة عند مالك والليث ، ولم يحك صاحب البحر اشتراط اللوث
إلا عن الشافعى . وحكى عن القاسمية والحنفية أنه لا يشترط . وردّ بأن عدم الاشتراط غفلة
عن أن الاختصاص بموضع الجناية نوع من اللوث والقسامة لا تثبت بدونه (قوله فتبرئكم
يهود بأيمان خمسين منهم) أى يخلصونكم عن الأيمان بأن يحلفوا . فاذا حلفوا انتهت الخصومة

(82) عکس صفحہ نمبر 527 "الدرایہ لتخریج احادیث الھدایہ جز۲" طبع ملتان

البزار وسماه النعيمان وقال ابو داود حدثنا احمد بن عبدة حدثنا سفيان
قال لنا الزهري عن قبيصة ابن ذويب ان النبي صلى الله عليه وسلم قال فذكر
الحديث قال فاتي برجل قد شرب في الرابعة فجلده فرفع القتل فكانت رخصة
قال سفيان قال الزهري لمنصور بن المعتمر ومخول بن راشد كونا وافدي العراق
بهذا الحديث حديث ابن مسعود انه وجد من رجل رائحة الخمر فجلده ولم اجده

(83) عکس صفحہ نمبر 71 "صحیح مسلم شریف جلد۲" طبع اصح المطابع کراچی

وحدثنا اسحق بن ابراهيم قال نا يحيى بن آدم قال نا اسرائيل عن السدي بهذا الاسناد ولم يذكر من احصن منهم ومن لم يحصن وزاد في الحديث أترك
حدثنا محمد بن المثنى ومحمد بن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبة قال سمعت قتادة يحدث عن انس بن مالك ان النبي صلى الله عليه وسلم اتي برجل قد
شرب الخمر فجلده بجريدتين نحو اربعين قال وفعله ابو بكر فلما كان عمر استشار الناس فقال عبد الرحمن اخف الحدود ثمانين فامر به عمر وحدثنا يحيى بن
حبيب الحارثي قال نا خالد يعني ابن الحارث قال نا شعبة قال نا قتادة قال سمعت انسا يقول اتي رسول الله صلى الله عليه وسلم برجل فذكر نحوه وحدثنا محمد

(84) عکس صفحہ نمبر 319 "سنن کبری جلد۸" طبع نشر السنہ ملتان

أخبرنا) أبو علي الحسين بن محمد الروذباري ثنا أبو بكر محمد بن احمد بن محمويه العسكري بالبصرة ثنا جعفر بن محمد القلانسي
ثنا آدم ثنا شعبة ثنا قتادة عن انس بن مالك ان النبي صلى الله عليه وسلم اتى برجل شرب الخمر فضربه بجريدتين نحوا من
اربعين ثم صنع أبو بكر رضي الله عنه مثل ذلك فلما كان عمر رضي الله عنه استشار الناس فيه فقال له عبد الرحمن بن عوف
رضي الله عنه اخف الحدود ثمانون ففعل ـ رواه البخاري في الصحيح عن آدم بن أبي اياس مختصرا (ورواه) ابن
ابي عروبة عن قتادة فقال عن النبي صلى الله عليه وسلم انه جلد بالجريد والنعال اربعين (ورواه) همام عن قتادة قال فامر

(85) عکس صفحہ نمبر 694 ''مؤطا امام مالک'' طبع میر محمد کراچی

عمر بن الخطاب الحد ثنا مالك عن ثور بن زيد الديلي ان عمر بن الخطاب استشار في الخمر يشربها
الرجل فقال له علي بن ابي طالب نرى ان تجلده ثمانين فانه اذا شرب سكر واذا سكر هذى واذا هذى

(85) عکس صفحہ نمبر 321 ''سنن کبری جلد ۸'' طبع نشر السنہ ملتان

والانصاب والازلام) الآية ذن كان من الذين آمنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا واحسنوا فان الله قد نهى ان تشرب
الخمر قال عمر رضي الله عنه فماذا ترون قال علي بن ابي طالب رضي الله عنه نرى انه اذا شرب سكر واذا سكر هذى واذا
هذى افترى وعلى المفترى ثمانون جلدة فامر عمر فجلد ثمانين ۔

(86) عکس صفحہ نمبر 615 ''سنن ابی داؤد جلد ثانی'' طبع دار الحدیث ملتان

السوط نجلده وعلي يعد فلما بلغ اربعين قال حسبك جلد النبي صلى الله عليه وسلم اربعين احسبه
قال وجلد ابو بكر اربعين وعمر ثمانين وكل سنة وهذا احب الي حدثنا مسدد نا يحيى عن
ابن ابي عروبة عن الداناج عن حضين بن المنذر عن علي قال جلد رسول الله صلى

(87) عکس صفحہ نمبر 615 ''سنن ابی داؤد جلد ۲'' طبع دار الحدیث ملتان

للحسن اقم عليه الحد فقال الحسن ول حارها من تولى قارها فقال لعبد الله بن جعفر اقم عليه الحد فاخذ
السوط نجلده وعلي يعد فلما بلغ اربعين قال حسبك جلد النبي صلى الله عليه وسلم اربعين احسبه
قال وجلد ابو بكر اربعين وعمر ثمانين وكل سنة وهذا احب الي حدثنا مسدد نا يحيى عن
ابن ابي عروبة عن الداناج عن حضين بن المنذر عن علي قال جلد رسول الله صلى

(88) عکس صفحہ نمبر 71 ''صحیح مسلم شریف جلد ۲'' طبع کراچی

سنة وحدثنا اسحاق بن ابراهيم قال نا يحيى بن آدم قال نا اسرائيل عن السدي بهذا الاسناد ولم يذكر من احصن منهم ومن لم يحصن وزاد في الحديث اتركها
حتى تماثل حدثنا محمد بن المثنى ومحمد بن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبة قال سمعت قتادة يحدث عن انس بن مالك ان النبي صلى الله عليه وسلم اتي برجل قد
شرب الخمر فجلده بجريدتين نحو اربعين قال وفعله ابو بكر فلما كان عمر استشار الناس فقال عبد الرحمن اخف الحدود ثمانين فامر به عمر وحدثنيه يحيى بن
حبيب الحارثي قال نا خالد يعني ابن الحارث قال نا شعبة قال نا قتادة قال سمعت انسا يقول اتي رسول الله صلى الله عليه وسلم برجل فذكر نحوه وحدثنا محمد

(89) عکس صفحہ نمبر 522 ''صحیح بخاری شریف جلد ۱'' طبع اصح المطابع کراچی

صلى الله عليه وسلم وبايعته فوالله ما عصيته ولا غششته حتى توفاه الله عز وجل ثم ابا بكر مثله ثم عمر
مثله ثم استخلفت افليس لي من الحق مثل الذي لهم قلت بلى قال فما هذه الاحاديث التي تبلغني عنكم اما ما
ذكرت من شان الوليد فسناخذ فيه بالحق ان شاء الله ثم دعا عليا فامره ان يجلده فجلده ثمانين حدثنا
محمد بن حاتم بن بزيع ثنا شاذان ثنا عبد العزيز بن ابي سلمة الماجشون عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر قال

(90) عکس صفحہ نمبر 71 ''صحیح مسلم شریف جلد ۲'' طبع کراچی

سنة وحدثنا اسحاق بن ابراهيم قال نا يحيى بن آدم قال نا اسرائيل عن السدي بهذا الاسناد ولم يذكر من احصن منهم ومن لم يحصن وزاد في الحديث اتركها
حتى تماثل حدثنا محمد بن المثنى ومحمد بن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبة قال سمعت قتادة يحدث عن انس بن مالك ان النبي صلى الله عليه وسلم اتي برجل قد
شرب الخمر فجلده بجريدتين نحو اربعين قال وفعله ابو بكر فلما كان عمر استشار الناس فقال عبد الرحمن اخف الحدود ثمانين فامر به عمر وحدثنيه يحيى بن
حبيب الحارثي قال نا خالد يعني ابن الحارث قال نا شعبة قال نا قتادة قال سمعت انسا يقول اتي رسول الله صلى الله عليه وسلم برجل فذكر نحوه وحدثنا محمد
بن المثنى قال نا معاذ بن هشام قال حدثني ابي عن قتادة عن انس بن مالك ان نبي الله صلى الله عليه وسلم جلد في الخمر بالجريد والنعال ثم جلد ابو بكر اربعين
فلما كان عمر ودنا الناس من الريف والقرى قال ما ترون في جلد الخمر فقال عبد الرحمن بن عوف ارى ان تجعلها كاخف الحدود قال فجلد عمر
ثمانين وحدثنا محمد بن المثنى قال نا يحيى بن سعيد قال نا هشام بهذا الاسناد مثله وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال نا وكيع عن هشام عن قتادة
عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يضرب في الخمر بالنعال والجريد اربعين ثم ذكر نحو حديثهما ولم يذكر الريف والقرى

(91) عکس صفحہ نمبر 321 "سنن کبریٰ جلد ۸" طبع نشر السنہ ملتان

فی شهر رمضان فجلده ثمانين ونفاه الى الشام وجعل يقول للمتخرين افی شهر رمضان وولداننا صيام اوصبياننا صيام (قال وحدثنا) سفين بن عطاء بن أبي مروان عن ابيه قال اتى على رضى الله عنه بالنجاشى قد شرب خمرا فى رمضان فأفطر فضربه ثمانين ثم اخرجه من الغد فضربه عشرين وقال انما ضربتك هذه العشرين لجرأتك على الله وافطارك فى شهر رمضان۔

(أخبرنا) أبو محمد عبدالله بن يوسف أنبا أبو سعيد بن الأعرابی ثنا سعدان بن نصر ثنا سفيان عن عمرو عن محمد بن على ان عليا رضى الله عنه جلد رجلا فى الخمر اربعين جلدة بسوط له طرفان وكانه اراد صار اربعين بالطرفين وذكره فى موضع آخر كما روينا فى حديث سعد ان نقد روينا فى الحديث الموصول عنه انه أمر بجلده اربعين واحتج فيه بمن قبله۔ وهذه الرواية منقطعة والله اعلم۔

(92) عکس صفحہ نمبر 322 "سنن کبریٰ جلد ۸" طبع نشر السنہ ملتان

منه شيئا الا الذى يموت فى حد الخمر فانه شيء احدثناه بعد النبى صلى الله عليه وسلم فمن مات منه فديته اما قال فى بيت المال واما قال على عاقلة الامام اشك يعنى الشافعى (قال الشافعى) رضى الله عنه وبلغنا ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه ارسل الى امرأة ففزعت فاجهضت ذا بطنها فاستشار عليا رضى الله عنه فاشار عليه ان يديه فأمر عمر عليا رضى الله عنهما فقال عزمت عليك لتقسمنها على قومك۔